بسم اللہ الرحمن الرحیم

اطیعو اللہ واطیعو الرسول واولی الامر منکم۔ (ق۔م)

الصلوٰۃ معراج المؤمنین۔ (حدیث نبوی)

علیؑ صدیق اکبر فاروق اعظم امیرؑ المؤمنین امام المتقین۔

(حدیث رسول اللہؐ)

صلوٰۃ المتقین

المحقق:

زوار سید غلام رضا جعفری چشتی سبزواری

قومی ایوارڈ:

۱۔ وکیل عظمت معصومین علیہم السلام

۲۔ شبیہ علم ابوالفضل العباس علیہ السلام

زیارت حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام

اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ یَا مُمْتَحَنَةُ امْتَحَنَکِ الَّذِیْ
خَلَقَکِ فَوَجَدَکِ لِمَا امْتَحَنَکِ صَابِرَةً
اَنَا لَکِ مُصَدِّقٌ صَابِرٌ عَلٰی مَا اَتٰی بِہٖ اَبُوْکِ
وَوَصِیُّہٗ صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیْہِمَا وَاَنَا اَسْئَلُکِ
اِنْ کُنْتُ صَدَّقْتُکِ اِلَّا اَلْحَقْتِنِیْ بِتَصْدِیْقِیْ
لَہُمَا لِتُسَرَّ نَفْسِیْ فَاشْہَدِیْ اَنِّیْ طَاہِرٌ
بِوِلَایَتِکِ وَوِلَایَةِ اٰلِ بَیْتِکِ صَلَوَاتُ اللّٰہِ
عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ۔

اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم. (ق،ش)

الصلوٰۃ معراج المؤمنین. (حدیث نبویؐ)

علیؑ صدیق اکبر فاروق اعظم امیر المؤمنین امام المتقین.

(حدیث رسول اللہؐ)

صلوٰۃ المتقین

المحقق:

زوار سید غلام رضا جعفری شمسی سبزواری

قومی ایوارڈ:

۱۔ وکیلِ عظمت معصومین علیہم السلام

۲۔ شبیہہ علم ابوالفضل العباس علیہ السلام

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

نام کتاب	....	صلوۃ المتقین
تحقیق وتصنیف	....	سید غلام رضا جعفری
	....	شمسی سبزواری لاڑکانہ
پروف ریڈر و ناشر	....	زوار غلام اکبر گھی لاڑکانہ
سال اشاعت اول	....	۲۰۰۸ء
تعداد کتاب	....	۱۰۰۰ ایک ہزار
ہدیہ	....	-/۱۲۰ روپے

رابطہ ایڈریس:

زوار غلام اکبر گھی نزد گھی امام بارگاہ لاڑکانہ

موبائل: 0308-3659619

اظہار تشکر

کتاب ہذا کی کتابت، اشاعت اور تشہیر میں جن جن حضرات نے تعاون فرمایا ہے اُس کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔
اللہ کی طرف سے اُن سب کو تصدق محمد وآل محمد علیہم السلام اجر عظیم عطا فرمائے اور مزید نیک کاموں کی توفیق عطا فرمائے۔

خادم ملت جعفریہ

زوار سید غلام رضا جعفری شمسی سبزواری لاڑکانہ

نذرانہ عقیدۃ

میں یہ حقیرانہ محنت آیۃ اللہ العظمیٰ آیۃ النبیؑ والائمۃ الھدیٰ ولی امور عالمین قائم آل محمد حجۃ صلوٰۃ اللہ علیہ وعلی آبائہ الطاہرین کی خدمت اقدس میں بطور نذرانہ عقیدۃ پیش کر رہا ہوں۔

پر امید ہوں کہ خاتم المعصومین خاتم لائمہ صلواۃ اللہ علیہ وعلی آبائہ الطاہرین اپنی کریمانہ نظر سے نوازیں گے اور شرف قبولیت بخشینگے بحق عصمت سیدۃ عالم صلواۃ اللہ وسلام اللہ علیہا۔

کنیز زادہ

غلام رضا

"انتساب"

میں یہ کتاب اپنے قابل صد احترام والدین اور جد بزرگوار مفکر اسلام علامہ سید ڈتل علی جعفری شمسی سبزواری اور اپنے چچا مناظر شیعہ علامہ زوار سید احمد علی جعفری شمسی سبزواری (رحمۃ اللہ علیہم) کے مبارک اسماء سے منسوب کرتا ہوں۔ جن کی تربیت سے میں اسکے لائق بنا۔

مومنین حضرات کی خدمت میں مرحومین کے ایصال ثواب لیئے تلاوت سورۃ الفاتحہ کی عرض ہے۔ شکریہ

غلام رضا عفی عنہ

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن اللعین الرجیم بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للّٰہ و کفیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصا علیٰ امام الانبیاء خاتم الانبیا احمد ان المجتبیٰ محمد المصطفیٰ واھلبیتہ الشرفا الطیبین الطاھرین المعصومین المحرومین المظلومین الذین اذھب اللّٰہ عنھم الرجس وطھر ھم تطھیرا و لعنۃ اللّٰہ دائما علیٰ اعدائھم اجمعین. اما بعد:

تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں نہایت قرب ومحبت ، احترام سے سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاۃ کے بعد دعا گو ہوں کہ سب کو ولایت وزیارت وامداد وشفاعت محمد وال محمد صلوٰۃ اللہ علیہم نصیب ہو۔ امین ثم امین۔

بعد میں گذارش ہے کہ دور حاضر کی تقاضا ہے کہ تمام مسلمان آپس میں متحد ہوں۔ جب ہم متحد ہو گئے تو دنیا کی کوئی طاقت ہمیں ہلا نہ سکے گی لیکن مسلم دنیا متحد ہو تو کیسے؟ جبکہ ہم میں بیشمار اصولی اور فروعی اختلافات موجود ہیں۔ ہر ایک کا تصور توحید الگ ، تصور عصمت وعظمت الگ ، تصور خلافت وامامت الگ مسائل حلال و حرام الگ ، احکام حج الگ ، احکام زیارت الگ ، احکام خیر وخیرات نذر ونیاز الگ ، احکام زکوٰۃ الگ ، احکام نکاح الگ ، احکام طلاق الگ ، احکام جزا الگ ، احکام سزا ،

احکام جنازہ الگ، احکام قبر الگ، احکام روزہ الگ، احکام غسل الگ، احکام وضو الگ، احکام نماز الگ، وغیرہ وغیرہ۔

اللہ ہی جانے کہ رسول رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین کو کہاں چھوڑا تھا اور ہم کہاں پہنچ گئے۔

ذرا غور سے سوچئے، دین مبین میں اتنے اختلافات کس نے پیدا کیے۔ کیا غربا و مساکین نے کیا ان پڑھ لوگوں نے یا.......... نے؟

اگر خدا پرست کی حیثیت سے سوچا جائے تو ارشاد رب العزۃ ہے۔ افلا یتدبرون القرآن ولو کان من عند غیر اللہ لو جدوا فیہ اختلافا کثیرا۔ س النساء آیۃ ۸۲۔ انہوں نے قرآن مجید میں غور نہیں کیا اگر یہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی غیر کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت ہی اختلاف ہوتا۔

مقصد یہ ہی ہوا کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حکم ہوتا ہے اسمیں اختلاف نہیں ہوتا۔ ہمارا دین اللہ تعالیٰ کا دین ہے۔ ان الدین عند اللہ الاسلام (ق ش)

تو اب حیرانگی ہے، اس دین میں اتنے اختلافات کیوں؟ ہر چیز میں اختلاف!!! پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بات تو ایک ہی بتائی ہو گی نہ، یہ اختلافات کیوں؟ ایک غیر جانبدار محقق لازمی یہ کہے گا کہ دین ایک ہے طریقہ ایک ہے، اصل ایک فرع ایک، جبکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان واضح ہے۔ الیوم اکملت لکم

دینکم. یہ اختلافات بعد کی پیداوار ہیں۔

اختلافات اتنے شدید کہ ایک دوسرے پر کفر و شرک اور نفاق کے فتوے!!!
اللہ اکبر۔ اللہ ہی جانے کہ اللہ اور اس کا رسول ص کیا چاہتے ہیں اور ہم کیا کرتے ہیں۔
یہ ہی مقام غور وفکر ہے۔

اسلام میں تمام اعمال میں رئیس عمل ''نماز'' ۔ اس نماز کو بھی نہیں چھوڑا گیا۔ کوئی دونوں ہاتھ سینہ پر باندھتے ہیں کوئی ناف پہ کوئی زیر ناف اور کوئی کھولتا ہے۔ یہ سارے طریقے غیر شیعہ اسلامی فرقوں میں موجود ہیں لیکن شیعہ امامیہ اثناء عشریہ خیر البریہ ہی ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں۔

لائق احترام قارئین کرام ذرا انصاف سے سوچیں۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام میں کچھ وہ حضرات تھے جو تیئیس برس قریب رہے۔ کچھ کم کچھ کم کچھ اور اور برس کم اس طرح نیچے آتے جائیں کچھ وہ تھے جو ایک ماہ یا اس سے بھی کم ساتھ رہے۔ یعنی رسول رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیئیس برس تک نماز پڑھتے رہے۔ اور باقی دیکھتے رہے۔ کسی نے فاصلے سے دیکھا کسی نے ساتھ پڑھ کر دیکھا۔ تیئیس برس آنکھوں سے دیکھا۔ پھر اختلاف کیوں؟ رسول اللہ (ص) نے تو نماز ایک ہی طریقے سے پڑھی ہوگی نہ؟ کبھی کیسے کبھی کیسے کبھی ایسے کبھی ویسے تو نہیں؟ آخر روایات میں اختلافات کیوں ہے؟ اور یہ بات مسلم ہے کہ گھر کا پتہ گھر

والوں کو ہوتا ہے۔ اگر اختلافات نہیں تو فقط او رفقط ائمۃ الھدیٰ علیھم السلام میں نہیں ۔سب کی بات ایک قول ایک فعل ایک۔ مولائے متقیان امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب اور مولاتی فاطمۃ زہریٰ ع سے لیکر قائم الحجہ صلواۃ اللہ علیھم سب کی تاریخ کا مطالعہ کریں، ان معصومین صلوٰۃ اللہ علیہم میں کوئی اختلاف نہیں۔

آخر کیوں؟ ان میں اختلاف کیوں نہ ہوا؟

میرے لائق احترام قارئین کرام یہ اتحاد اس لیئے ہے کہ یہ معصومین (صلوٰۃ اللہ علیہم) ہیں "حجج اللہ علی العباد" اگر ان میں اختلاف ہوتا تو دین ختم ہو جاتا۔ اور آئمۃ الھدیٰ علیھم السلام نے وہ کچھ کیا جو رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انکو ملا اور رسول اللہ (ص) نے وہ کچھ کیا جو انکو اللہ تعالیٰ سے ملا۔ یہ اہلبیت النبوۃ ومعدن الرسالۃ ہیں۔

قرآن مجید "ھدی للمتقین" مولا علی علیہ السلام "امام المتقین" ائمۃ الھدیٰ علیھم السلام "آئمۃ المتقین" انکی بتائی ہوئی نماز جو انہوں نے قرآن مجید اور رسول اللہ (ص) کی نماز سے بتائی وہ "صلاۃ المتقین" ہوگی۔ اس لیئے اس کتاب کا نام رکھا گیا ہے "صلاۃ المتقین"۔ آیئے اس نماز کو تمام مکاتب فکر کی کتب میں تلاش کریں۔

قارئین کرام آپ یقین جانیں میرا قلم کسی مذہب یا ملت کے خلاف نہیں

چلتا۔ میں نے بغیر کسی تعصب کے مسائل نماز پہ سینکڑوں کتابیں پڑھی ہیں۔ جن میں صحاح ستہ، کتب اربعہ، مستدرک، مسانید، کتب احادیث، تفاسیر اور کتب علم الرجال شامل ہیں۔ اور پھر ان روایات، اور احادیث کو پرکھنے اور سمجھنے میں کتنی محنت کرنی پڑی ہے۔ اور برسوں کا وقت صرف کرنا پڑا ہے۔ بغیر تعصب کے کہتا ہوں اور بات حق کی کرتا ہوں کہ مجھے ان تمام کتب میں صرف اور صرف ایک ہی طریقہ نماز ملا ہے۔ کن میں ظاہراً موجود ہے کن میں چھپا چھپا ہوا موجود ہے۔ لیکن ہے ضرور اور وہ، وہ ہے جس نماز کا نام اس کتاب پہ رکھا گیا ہے۔ یعنی "صلاۃ المتقین"۔

اب ان اثبات کے بعد اگر کوئی اس پہ عمل کرے تو اسکی خوش قسمتی ہوگی اگر نہ کرے تو اسکی اپنی مرضی ہوگی۔ لا اکراہ فی الدین:

آیئے منصف بن کر آئمۃ المتقین صلوٰۃ اللہ علیہم کے کنیز زادوں کی صفوں میں پڑھی جانے والی نماز کے اثبات کا مطالعہ کریں۔ شکریہ

نیک تمناؤں سے آپ سب کا دعا گو

خادم خدام، اھلبیت النبوۃ

زوار سید غلام رضا جعفری شمسی سبزواری لاڑکانہ سندھ پاکستان۔

14.12.2005

۱۔۱۱۔۱۴۲۵ھ

یوم ولادت معصومہ قم سلام اللہ علیہا۔

اہمیت نماز

نماز ایک ایسا اہم عمل ہے جو بندہ کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر کرتا ہے۔ تا کہ بندہ خود بارگاہ رب العزت میں حاضر ہو کر اپنی عاجزی وانکساری ظاہر کرے اور اپنے گناہوں کا اعتراف کر کے معافی مانگے۔

آپ غور کریں انسان کی پہچان سر سے ہوتی ہے اور جبین (پیشانی) پورے جسم میں عزت کا مقام ہے۔ انسان سر کو سجدہ میں مٹی پہ رکھتا ہے۔ یہ نہیں سوچتا کہ مٹی لگ جائیگی۔ مٹی پہ پیشانی رکھنے کو سجدہ کہتے ہیں۔ گویا ساجد مسجود کے سامنے سر مٹی پہ رکھ کے اقرار کرتا ہے۔ میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ میں تو مٹی ہوں، تو سب کچھ ہے تو ہی میرا پروردگار ہے۔ تو ہی اعلیٰ ہے تیری ہی تعریف ہے۔ تیری ہی تسبیح ہے۔ جب عجز وانکساری کے ساتھ نماز ختم کرتا ہے، تو بندہ حقیر دعا مانگتا ہے۔ وہ بھی ایسے نہیں حکم خداوندی ہے۔ یاایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ۔ اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور اللہ تک پہنچنے کے لیئے وسیلہ تلاش کرو۔

اب ساجد مسجود سے دعا کرتا ہے "اے اللہ تجھے محمد و آل محمد علیہم السلام کا واسطہ میرے گناہ معاف کردے۔۔۔ میری نماز قبول کر۔۔۔ میرا فلاں فلاں کام

کردے وغیرہ" آپ یقین جانیئے یہ نماز یہ دعا قبول ہو جائیگی۔ اللہ کریم ہے اللہ رؤف الرحیم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نماز فرض کردی ہے جیسا کہ کلام اللہ مجید میں ہے۔

۱۔ ھدی للمتقین الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ۔۔ ۲،۳ س البقرۃ۔ ہدایت کرتا ہے متقین کی جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں۔

۲۔ صرف ترجمہ، کیوں کہ سجدہ واجب کی آیۃ ہے۔ پہلی وحی س العلق۔

۳۔ اور سجدہ کر اور قریب ہو جا" آیۃ ۱۹ س العلق۔

۴۔ وامر اھلک بالصلوٰۃ واصطبر علیھا۔ ۱۳۲ س طٰہٰ۔ اور اپنے اہل کو نماز کا حکم کر اور خود قائم رہ اس پر۔

۵۔ واقم الصلوٰۃ ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر۔ ۴۵ س العنکبوت۔ اور نماز قائم کر یقیناً نماز روکتی ہے بے حیائی اور برائی سے۔

۶۔ قد افلح المؤمنون الذین ھم فی صلاتھم خاشعون۔۔۔ والذین ھم علیٰ صلواتھم یحافظون۔ ۱،۲،۹ س المؤمنون۔ کامیاب ہوگئے مومنین جنہوں نے اپنی نمازیں خشوع سے ادا کیں۔۔۔ اور وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے رہے۔

۷۔ یا ایھا الذین آمنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ

فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع. ۹س الجمعۃ ۔اے ایمان والو جب جمعہ کے دن نماز کی اذان ہو تو دوڑو اللہ کے ذکر کے لئے اور لین دین (کاروبار) چھوڑ دو۔

۸۔فاذا اطمانتم فاقیموا الصلوٰۃ ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتٰبا موقوتا. (یعنی) پھر جب تم مطمئن ہو جاؤ تو پوری نماز پڑھو۔ بیشک نماز مؤمنوں پر وقت کی پابندی کے ساتھ فرض ہے۔ آیۃ ۱۰۳ س النساء۹۔ منیبین الیہ واتقوہ واقیموا الصلوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین. یعنی اسی (اللہ) کی طرف رجوع کرنے والے بنو اور اسی سے ڈرتے رہو اور نماز قائم کرو اور تم مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ۔ آیۃ ۳۱ س الروم۔

ویسے تو قرآن مجید نماز کے احکام سے بھرا پڑا ہے، ہم ان سات آیات پر مختصر کرتے ہیں۔

قارئین کرام آپ نے دیکھا نماز فرض ہے۔ کیسا فرض آیئے پہلے حضرات اہل سنت کے تمام مکاتب فکر کے کتب کو دیکھیں۔

اہمیت نماز در کتب اہل سنت والجماعت

۱۔العہد الذی بیننا وبینھم الصلواۃ فمن ترکھا فقد کفر. (عن النبی ص)

ہمارے اور ان (کفار) کے درمیان نماز کا فرق ہے۔ جس نے بھی نماز

ترک کی اسنے یقیناً کفر کیا۔ (صلواۃ المسلمین ص ۲۷ بحوالہ ترمذی والنسائی والعراقی)

۲۔بین الکفر والایمان ترک الصلواۃ. کفراورایمان کے درمیان امتیاز نماز ترک کرنا ہے (قال النبی ص) صحیح ترمذی کتاب الایمان ب ۷۔۲ ح ۱۵۴۳۔

۳۔ان بین الرجل و بین الشرک والکفر ترک الصلوٰۃ.

محترم مسعود احمد صاحب بانی جماعت المسلمین یوں ترجمہ کرتے ہیں: بے شک (مومن) آدمی اور شرک وکفر کے درمیان صرف ترک الصلوٰۃ (کا فرق) ہے۔ (صلوٰۃ المسلمین) ص ۲۷ بحوالہ صحیح مسلم کتاب الایمان۔

قارئین کرام نماز فرض ہے۔ آیئے ذرا کتب شیعہ اثنا عشریہ خیرالبریۃ کا بھی مطالعہ کریں۔

اہمیت نماز در کتب شیعہ اثنا عشریہ

۱۔فرمایا رسول اللہ ص نے نماز دین کا ستون ہے جس نے بالقصد اسکو ترک کیا اس نے اپنے دین کو ڈھایا اور جس نے اوقات نماز کو ترک کیا وہ ویل میں داخل ہوگا ویل جہنم کی ایک وادی ہے۔ (حوالہ بعد میں)

۲۔فرمایا آنحضرت ص نے اپنی نمازوں کو ضائع نہ کرو۔ ورنہ نماز ضائع کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ فرعون وقارون وہامان کے ساتھ محشور کرے گا۔ (حوالہ بعد میں)

۳۔فرمایا آنحضرت ص نے جس نے نماز کو بغیر کسی عذر کے (جیسے عورت

کے لئے ایام حیض ونفاس ہیں) چھوڑا اسکے اعمال حبط ہو گئے (تینوں احادیث کے لئے دیکھئے: صدوقؒ = جامع الاخبار باب ۴۳ تارک الصلوٰۃ)

۴۔ امیر المومنین علی ع نے اپنے صحابہ کو وصیت فرمائی:۔

نماز کی پابندی کرو اور اسکی حفاظت کرو۔ زیادہ سے زیادہ نماز پڑھو اور اسکے ذریعہ خدا سے تقرب حاصل کرو۔ کیونکہ نماز مومن پر وقت کی پابندی کے ساتھ فرض ہے۔

کیا تم نے قرآن مجید میں دوزخیوں کا جواب نہیں سنا جب ان سے پوچھا جائیگا کہ کیا چیز تمہیں دوزخ میں کھینچ لائی ہے؟ تو وہ جواب دیں گے ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔ یقیناً نماز گناہوں کو اس طرح جھاڑ دیتی ہے جیسے درخت سے پتے جھڑتے ہیں اور اسطرح الگ کردیتی ہے جیسے (چوپایوں کے گردنوں سے) پھندے کھول دیئے جائیں۔ رسول اللہ ص نے نماز کی اس گرم چشمے سے تشبیہ دی ہے جو کسی گھر کے دروازہ پر ہو اور وہ اس سے دن رات میں پانچ وقت غسل کرتا ہو تو اسکے بدن پر میل باقی ہی نہیں رہ سکتا۔ (نہج البلاغہ خطبہ ۱۹۸ ترجمہ میرزا یوسف حسین ص ۶۰۳)

قارئین کرام آپ نے دیکھا نماز کتنی اہم عبادت ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے "نماز پڑھیں تو کس طرح پڑھیں؟"

ارشاد رب العزت ہے "قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی" اے رسول ص نے ان سے کہہ دے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔ یعنی

نماز وہ پڑھیں جو رسول اللہ ص نے پڑھی۔ اس لئے کتب فریقین میں ایک مشہور و معروف حدیث ہے "صلوا کما رأیتمونی "نماز اس طریقہ سے پڑھو جیسے تم مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو۔ تو آیئے صاف دل ہو کے منصف مزاج ہو کے بغیر کسی تعصب کے متلاشی حق ہو کے "نماز رسول ص" کو تلاش کریں۔ وھو المقصودی وھو المرادی۔

باب اول "وضو"

فصل الاول "قرآن مجید میں وضو"

۱۔۱ یا ایھا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم و ایدیکم الی المرافق وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین.. آیۃ ۶ س المائدۃ پ ۶ ۔ اے ایمان والو جب تم نماز پڑھنے کے لئے آمادہ ہو تو دھولو اپنے چہروں کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت اور مسح کرو اپنے سروں کے (کچھ حصہ) کا اور اپنے پاؤں کا انکی پیٹھ کی ہڈی کے ابھار تک۔

اہل سنت والجماعت حضرات وضو میں پاؤں دھوتے ہیں۔ جبکہ شیعہ امامیا اثناعشریہ حضرات وضو میں پاؤں کا مسح کرتے ہیں۔

مسائل نماز میں یہ پہلا اختلاف ہے۔ آیئے اس اختلافی مسئلہ کو کتب فریقین میں تلاش کرتے ہیں تا کہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے۔

فصل دوم "آیۃ وضو اور علما اہل سنت والجماعت"

۲۔۱ جناب علامہ عبید اللہ عبد صاحب نے کلام اللہ مجید کا ترجمہ کیا ہے جس کے ناشر ہیں عثمان ظفر پبلشرز گوجرانوالہ۔ اسی ترجمہ میں آیۃ وضو کا لفظی

ترجمہ اس طرح کیا گیا ہے۔

یاایھا = اے۔ الذین = جو۔ آمنوا = ایمان لائے۔ اذا = جب۔ قمتم = تم کھڑے ہو۔ الی = طرف۔ الصلوۃ = نماز۔ ف = پس۔ اغسلو = دھولو۔ وجوہ = چہرے۔ کم = تم اپنے۔ وایدی = اور ہاتھ۔ کم = تم اپنے۔ الی = طرف۔ المرافق = کہنیوں۔ وامسحوا = اور مسح کرلو۔ ب = پر۔ رؤس = سروں۔ کم = تم۔ و = اور۔ ارجل = پاؤں۔ کم = تم۔ الی = تک۔ الکعبین = ٹخنوں۔ دیکھیے س ص ۱۷۱۔

۲۔۳ قرآن مجید کا سندھی زبان میں ایک منظوم ترجمہ مولوی الحاج محمد ملاح بالامر امیر الولید بن طلاح بن عبدالعزیز آل سعود (سعودیہ العربیہ) سنہ طباعت ۱۴۱۵ھ شایع ہوا ہے جس میں آیۂ وضو کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے۔ سندھی نظم کا اُردو ترجمہ اے وہ جنہوں نے قبول کیا ایمان کو کھڑے ہوئے واسطے نماز کے پھر دھوئیں چہرے اور ہاتھ اپنے کہنیوں تک پھر مسح کرو اپنے سروں کا اور اپنے پاؤں کا ٹخنوں تک۔

۳۔۴ قرآن مجید کا ایک اور سندھی زبان میں ترجمہ جناب مولوی قاضی عبدالرزاق صاحب اور دوسرے علمائے کرام نے لکھا ہے جو مطابق تراجم شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالقادر، شیخ الہند علامہ محمود الحسن، علامہ امروٹی، علامہ ابوالکلام آزاد اور علامہ ابوالاعلیٰ مودودی ہے۔ اور اس قرآن مجید جو قرآن کمپنی حیدرآباد سندھ نے

چھپوایا ہے۔ میں آیہ وضو کا سندھی میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ جو اردو میں اس طرح ہوگا " اے مومنین جب نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو اپنے منہ اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوؤ اور اپنے سر کا مسح کرو اور پاؤں کا ٹخنوں تک۔

۴۔۵ اور یہ ہیں جناب روحانی خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب آیہ وضو کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب تم کھڑے ہو نماز کے واسطے پس دھوؤ اپنے چہرے کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک اور مسح کرو اپنے سروں کا اور اپنے پیروں کا ٹخنوں تک۔ علامہ روحانی صاحب مزید لکھتے ہیں۔ وضو کرتے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ وضو میں جن اعضا کا دھونا ضروری ہے وہ خشک نہ رہ جائیں۔ قرآن پاک میں وضو کے چار فرض بیان کیے گئے ہیں۔ منہ دھونا (پیشانی کے بالوں سے ٹھوڑی کے نیچے تک ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک) دونوں ہاتھ دھونا کہنیوں سمیت، سر کا مسح کرنا، دونوں پیروں کا مسح کرنا ٹخنوں تک۔ دیکھیے روحانی نماز زیر عنوان " وضو کے مسائل" ص ۸۳ عظیمی پرنٹرز ناظم آباد نمبر ا کراچی مکتبہ روحانی ڈائجسٹ۔

۵۔۶ اور علامہ اشرف علی تھانوی صاحب نے آیہ وضو کا ترجمہ یوں کیا ہے " جب تم نماز کو اٹھنے لگو تو اپنے چہروں کو دھوؤ اور اپنے ہاتھوں کو بھی کہنیوں سمیت اور اپنے سروں پہ ہاتھ پھیرو اور اپنے پیروں کو بھی ٹخنوں سمیت۔ دیکھیے تفسیر

البیان القرآن تاج کمپنی سن ۲۰۰۱ ع ص ۲۲۲۔

اور یہ ہیں شاہ عبدالقادر محدث دہلوی صاحب آیہ وضو کے معنی یوں کرتے ہیں۔ اے ایمان والو جب تم اٹھو نماز کو تو دھولو اپنے منہ اور ہاتھ کہنیوں تک اور مل لو اپنے سر کو اپنے پاؤں کو ٹخنوں تک۔ دیکھیے ترجمہ قرآن مجید مع فوائد موضع القرآن شاہ عبدالقادر دہلوی "A" اویس کمپنی ۳۔ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور اور یہ ہیں امام اہلسنت حافظ ابو محمد علی بن احمد سعید المعروف بہ امام ابن حزم اندلسی المتوفی ۴۵۶ھ۔

۲۰۰ پاؤں پر مسح۔ پاؤں کے مسح کے بارے میں ہم نے جو کہا تھا تو یہ اس لیئے کہ قرآن مجید میں پاؤں کے مسح کا حکم ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وامسحوا برؤسکم وارجلکم۔ (المائدہ:۶) اور تم مسح کرو اپنے سروں کا اور اپنے پاؤں کا۔ ارجل کے لام کو خواہ فتحہ کے ساتھ پڑھا جائے یا کسرہ کے ساتھ، یہ ہر حال میں پاؤں کے مسح کا حکم نازل ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سلف میں سے ایک جماعت پاؤں کے مسح کی قائل ہے مثلاً حضرت علی بن ابی طالب، ابن عباس، حسن المجتبیٰ، عکرمہ شعبی اور انکے علاوہ دیگر بہت سے حضرات۔ امام طبری کا قول بھی یہ ہی ہے۔ حضرت رفاعہ بن رافع سے روایت ہے کہ انہوں نے آنحضرت ص کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اس وقت تک تم میں سے کسی کی نماز درست نہیں جب تک وہ اس طرح اچھے طریقے سے وضو نہ کرلے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ پھر اپنے

چہرے کو دھوئے پھر دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوئے اور پھر سر کا اور پاؤں کا ٹخنوں تک مسح کرے۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ میں پاؤں کے نیچے حصہ کا مسح زیادہ ضروری خیال کرتا تھا تا آنکہ میں نے حضورؐ کو پاؤں کے اوپر کے حصے پر مسح کرتے ہوئے دیکھا۔ دیکھیے المحلی ج اول ص ٢٦٢۔٢٦٣ ترجمہ اردو مترجم علامہ غلام احمد حریری نظر ثانی علامہ ابوالاشبال صغیر احمد شاغف بہاری مقیم جدہ۔

اور امام حزم کے متعلق اسی کتاب کے تصدیق میں یوں لکھا ہے پانچویں صدی ہجری کے مسلمہ مجتہد امام ابن حزمؒ اندلسی کی شہرہ آفاق کتاب ''المحلی'' ہے۔ جسے علماء محققین عموما اور شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ اور امام ابن القیم جیسے اساطین علم وتحقیق خصوصا بڑی اہمیت دیتے رہے''۔

اب قرآن مجید سے وضو میں مسح پاء کا فیصلہ تو ہو ہی گیا۔ لیکن آیئے اور اطمینان حاصل کرتے ہیں۔

فصل سوم ''کتب اہل سنت والجماعت سے اثبات مسح پاء''

١۔٧ قال ابن عباس رضہ ان الناس ابو االاغسل ولا اجد فی کتاب اللہ الا المسح سنن ابن ماجہ ابواب الطھارت وسننھا باب ١٠١ ح ٤٩٣ . ابن عباس رضہ نے کہا لوگ تو پیروں کے دھونے کے علاوہ انکار کرتے ہیں اور میں تو قرآن مجید میں (پاؤں کے) مسح کے علاوہ کچھ نہیں پاتا۔

۸۔۲ عظمت ابن عباس رضہ: اگر صحابہ کی ایک جماعت کے اقوال باہم متعارض پڑیں تو دیکھا جائیگا کہ آیا ان اقوال کو ایک ساتھ جمع کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اگر جمع ممکن ہے۔ تو ان کو جمع کرلیں۔ لیکن جب یہ بات دشوار ہو تو ان میں سے ابن عباس رضہ کے قول کو مقدم رکھیں گے۔ کیوں کہ نبی ص نے ابن عباسؓ کو تفسیر قرآن شریف کے بارے میں بشارت دی تھی اور فرمایا تھا "اللّٰھم علمه التاویل" یعنی بارالٰہی تو اس کو تاویل کا علم عطا فرما۔ دیکھیے الاتقان فی علوم القرآن تالیف امام جلال الدین سیوطی ترجمہ اردو، ج ۲ ص ۳۵۱۔۳۶۰۔

نیز ابن عباس کے لیئے نبی ص کی ایک دعا صحیح بخاری (اردو) کتاب العلم باب "نبی ص کا فرمانا کہ اللّٰھم علمه الکتٰب ح ۴۷ ص ۳۰" مترجم حیرت دہلوی۔ اے اللہ اس کو اپنے کتاب کا علم عطا فرما۔ اور یہ حدیث صحیح بخاری طبع مصر کتاب العلم باب ایضاً ص ۱۲۔ اور الخصائص الکبریٰ (سیوطی) ج ۲ باب ۲۵۰ ص ۲۸۶ پر بھی موجود ہے۔ نیز صحیح بخاری طبع مصر کتاب الصلاۃ باب الصلوٰۃ بعد الفجر حتی ترفع الشمس ص ۷۰ ترجمہ اردو پ ۳ ص ۱۴۲ پر بھی موجود ہے۔

۹۔۳ اور یہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں پاؤں کے مسح کے سوا کچھ بھی نہیں۔ مزید دیکھیے تفسیر الدر المنثور الجزء السادس س المائدۃ ج ۲۸۳۔

۹۔۳ الدر المنثور کے اسی ص ۲۸ پر ہے: واخرج ابن ابی حاتم

عن ابن عباس قال الوضو غسلتان ومسحتان. ابن عباسؓ فرماتے ہے وضو میں دو غسل اور دو مسح ہیں۔

۱۰-۴ (المسئلة الثامنة والثلاثون) اختلف الناس فی مسح الرجلین وفی غسلهما فنقل القفال فی تفسیره عن ابن عباس وانس بن مالک و عکرمة والشعبی وابی جعفر محمد بن علی باقر ان الواجب فیهما المسح وهو مذهب الامامیة من الشیعة (تفسیر کبیر ج ۱۱ المائدہ ص ۱۶۱) لوگوں نے پاؤں کے مسح اور دھونے میں اختلاف کیا ہے جس کو قفال نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔ ابن عباس، انس بن مالک، عکرمۃ، الشعبی اور امام ابی جعفر محمد بن علی الباقر نے فرمایا ہے کہ دونوں پاؤں کا مسح واجب ہے اور وہی شیعہ امامیہ مذہب ہے۔

۱۱-۵ ابن عباس سے مروی ہے کہ وضو میں دو چیزوں کا دھونا اور دو پر مسح کرنا (حوالہ بعد میں)۔

۱۲-۶ ابن ابی حاتم میں حضرت عبداللہؓ سے مروی ہے کہ وضو میں پیروں پر مسح کرنے کا بیان ہے، ابن عمر، علقمہ، ابوجعفر، محمد بن علی ع اور ایک روایت میں حضور حسن ع اور جابر بن یزید اور ایک روایت میں مجاہد سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ حضرت عکرمۃ اپنے پیروں پر مسح کرایا کرتے تھے۔ شعبی فرماتے ہیں کہ جبرئیل

کی معرفت مسح کا حکم نازل ہوا ہے۔ آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ جن چیزوں کے دھونے کا حکم ہے ان پر تو تیمم کے وقت مسح کا حکم رہا اور جن چیزوں پر مسح حکم تھا تیمم کے وقت انہیں چھوڑ دیا گیا۔ عامرؓ سے کسی نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں حضرت جبرئیل عہ تو مسح کے حکم کے ساتھ نازل ہوئے تھے۔ نمبر ۱۱۔۵ اور ۱۲۔۶ کے لیئے دیکھیئے تفسیر ابن کثیر (اردو) مترجم علامہ محمد صاحب جوناگڑھی طبع لاہور۔ پ ۶ س المائدہ ص ۳۰۔ ۱۳۔۷۔

۱۳۔۷ انس سے سوال پوچھا گیا کہ الحجاج نے اپنے خطبہ میں پاؤں دھونے کے لئے کہا۔

حضرت انسؓ نے کہا" اللہ تعالیٰ سچا ہے اور الحجاج جھوٹا" وامسحوا برؤسکم وارجلکم اور انسؓ اپنے دونوں پاؤں پر مسح کرتے تھے۔ دیکھیئے تفسیر الدرالمنثور ج ۳ ص ۲۹۔ ۱۴۔۱۸ امام اہلسنت شعبی کی روایت جو اسی فصل میں نمبر ۱۲۔۶ میں گذری ہے کہ جبرئیل کی معرفت مسح کا حکم نازل ہوا ہے۔ چھوڑ دیا گیا۔ یہ عن ابن عباسؓ بھی ہے۔ دیکھیئے کنزل العمال ج ۵ ص ۱۰۳۔

۱۵۔۹ ابن عباسؓ رضہ کی روایت " ما اجد فی الکتب الاغسلین ومسحتین" سنن دار قطنی طبع فاروقی دہلی ص ۳۶ پر بھی لکھی ہے۔

۱۶۔۱۰ حضرات انسؓ، عکرمہؓ، شعبیؒ، وعامرؓ سے مروی ہے کہ جبرئیل

حکم وضو کے لیئے اترا اور مسح لایا ہے مگر (کیا کریں افسوس ہے) لوگ دھونا کہتے ہیں۔ تفسیر ابن جریر ج ۶ ص ۷۳۔ ۱۷۔ ۱۱ امام اہلسنت جلال الدین سیوطی نے الاتقان فی علوم القرآن ج ۲۔ ۱۷۸ میں لکھا ہے کہ تفسیر ابن جریر دیگر تفاسیر سے درجہ میں اعلیٰ اور قدر میں اعظم ہے۔

۱۱۔۱۸ عن ابی مطرؓ قال بیننا نحن جلوس مع علی فی المسجد جآء رجل الی علی وقال ارنی وضوء رسول الله ﷺ فدعا قنبرؓ فقال ائتنی بکوز من ماء فغسل وجهه ویدیه ومسح راسه واحدة و رجلیه الی الکعبین رواه عبدبن حمید (فلک النجاة ج ۲ ص ۱۳۳ بحواله کنزل العمال ج ۵ س ۱۰۸) ابی مطر کہتے ہیں کہ ہم علی علیہ السلام کے ساتھ مسجد میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ ہمیں رسول اللہ ص کا وضو دکھائیں مولائے متقیان علیہ السلام نے اپنے غلام قنبرؓ کو حکم دیا کہ کوزہ پانی لاؤ، وہ لایا، آپ نے اپنے منہ اور ہاتھوں کو دھویا اور سر اور پاؤں کا مسح کیا۔

یہاں تک ہم نے کتب اہل سنت والجماعت کے حوالہ جات نقل کیئے جو حنفی حنبلی مالکی شافعی سب کے نزدیک معتبر ہیں۔ اور ان سب میں سر اور پاؤں کا مسح مندرجہ ذیل حضرات سے ثابت ہے۔

ابن عباسؓ، انسؓ، عکرمہؓ شعبیؒ، عبداللہ بن عمرؓ اور عامرؓ اور آئمۃ الھدی علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے مولائے متقیان امیرالمومنین علی علیہ السلام، امام حسن المجتبیٰ علیہ السلام اور امام محمد باقر علیہ السلام۔

اور صاف ثابت ہے کہ ان حضراتؓ، اور آئمۃ الھدی عہ نے جو مسح پاء بیان کیا ہے وہ رسول اللہ ص کے طریقہ سے لیا ہے۔

نیز قرآن مجید میں بھی آیۃ وضو میں پیروں کے مسح کا حکم ہے۔ جیسے علماء اعلام اہل سنت والجماعت کے ترجموں سے اوپر ثابت کیا گیا ہے۔

اب اس مسئلے پہ کوئی عمل کرے یا نہ کرے یہ آپکی مرضی۔ لا اکراہ فی الدین، ہمارا کام فقط یہ ہے کہ ہم چھپائے ہوئے حقائق کو ظاہر کر دیں۔ اور بس۔

اب آیئے اس تحقیق کو مکمل کرنے کے لئے کتب شیعہ امامیہ اثناء عشریہ کا بھی مطالعہ کریں۔

فصل چہارم "کتب امامیہ شیعہ اثناء عشریہ"

۱.۱۹ عن زراره رح قال حکی لنا ابو جعفر علیه السلام وضو رسول الله ص فدعا بقدح واخذ كفا من الماء فاسد له علی وجهه من اعلی الوجه من الجانبین جمیعا ثم اعادیه الیسری فی الاناء فاسد له علی الیمنی ثم مسح جو انبها ثم اعاد الیمنی فی الاناء

فصبها علی ایسری ثم صنع بها کما صنع بالیمینی ثم مسح بما بقی فی یده راسه ورجلیه ولم یعد ها فی الا ناع (صحیح) زرارہ (بن اعین) سے روایت ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے ہمیں رسول اللہ ص کا وضو بتایا آپ نے ایک قدح میں پانی منگایا اور اس سے ایک چلو لے کر چہرہ کے اوپر ڈالا اور دونوں طرف ہاتھ پھیرا۔ پھر بائیں ہاتھ میں پانی لے کر داہنے ہاتھ پر ڈالا اور سب طرف سے اسے ملا پھر داہنے ہاتھ میں پانی لے کر بائیں ہاتھ پر ڈالا جس طرح داہنے کو دھویا اسی طرح بائیں کو دھویا۔ پھر ہاتھ کی بقیہ تری سے سر اور پاؤں کا مسح کیا اور نئے پانی سے مسح نہ کیا۔ فروع کافی شریف کتاب الطہارت باب ۱۷ ''صفت وضو'' ج ا ص ۱۹۔۲۰۔۱۲ اسی ہی قسم کی ایک حدیث کے لیئے دیکھیے مستدرک الوسائل آغائی نوری طبری رح ج اول۔

باب کیفیة الوضو واحکامه ح ۳ ص ۴۳ . تفسیر الصافی ج ۲ آیة وضو تفسیر العیاشی ج ۱ س المائدة ح ۵۱ ص ۳۲۷. ۳۲۹. تفسیر البرهان ج ۱ ۴۵۲ . البحار الشریف ج ۱۸ ص ۶۵.

۲۱،۲۲. ۳،۴ وفی التهذیب عن الباقر علیه السلام انه سئل عن المسح الرجلین فقال هو الذی نزل به جبرئیل. باقر العلوم علیہ السلام سے پاؤں کے مسح کے متعلق عرض کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ جبرئیل اسی حکم

کے ساتھ نازل ہوئے تھے۔ تفسیر الصافی ج ۲ ۱۷۲، تہذیب الاحکام۔

نیز اس قسم کی ایک اور حدیث یہ ہے "فرض اللہ غسل علی الوجہ والذراعین والمسح علی الراس والقدمین"۔ (تفسیر عیاشی ج ۱ ص ۳۳۱ ح ۶۳ بحوالہ البرہان ج ۱ ص ۴۵۲)۔

۲۳۔۵ فروع کافی کے باب مذکورہ میں ح ۸ صحیح حدیث لکھی ہے جس میں امام علیہ السلام کا طریقہ وضو بالا لکھا ہے۔

۲۴۔۶ تفسیر المتقین ص ۱۴۱ میں بحوالہ الصافی ص ۱۳۰ عن الباقر علیہ السلام اسلام ص کا وضو اسی ہی طریقہ سے لکھا ہے (منہ دھونا ہاتھوں کو کہنیوں پر پانی ڈال انگلیوں تک دھونا اور سر اور پاؤں کا مسح کرنا۔ اور مسح کے لیے دوسرا پانی نہ لینا بلکہ ہاتھ کی تری سے مسح کرنا)۔

۲۵۔۷ سالت ابا جعفر عن المسح علی الرجلین فقال ھو الذی نزل بہ جبرئیل (یہ حدیث صحیح ہے) ترجمہ گذر چکا ہے۔

۲۶۔۸ اسی میں ہی ہے۔۔۔۔۔۔قال ابو عبداللہ علیہ السلام یاتی علی الرجل ستون وسبعون سنۃ ماقبل اللہ منہ الصلاۃ قلت وکیف ذالک قال لانہ یغسل ما امر اللہ بمسحہ صادق العطرۃ صلوٰۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آدمی پر ساٹھ اور ستر برس گذرتے ہیں اور اسکی نماز

قبول نہیں ہوتی۔ میں نے عرض کا کہ یہ کس طرح ہے؟ فرمایا اس لیئے کہ وہ اسکو دھوتا ہے جس کے مسح کے لیئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ (اسنادسے یہ بھی حدیث صحیح ہے)

۲۷۔۹ عن ابی جعفر علیه السلام قال یجزیء مسح الراس موضع ثلاث اصابع . فرمایا باقر العلوم علیہ السلام نے کہ سر اور پاؤں کا مسح تین انگلیوں کے برابر کافی ہے۔ تہذیب الاحکام۔

۲۸۔۱۰ زرارہ (بن اعین) ؒ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے باقر العلوم صلوٰۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ اے میرے سردار کیا آپ مجھے یہ نہ بتائیں گے کہ آپ کو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ مسح سر کے بعض حصہ کا اور پاؤں کے بعض حصہ کا ہے؟ یہ سن کر آپ مسکرائے اور فرمایا کہ اے زرارہؓ یہ رسول اللہ ص نے بتایا اور یہ ہی قرآن مجید میں اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ چنانچہ ارشاد رب العزۃ ہے" فاغسلوا وجوھکم "تو ہمیں سے ہمیں معلوم ہوا کہ پورے چہرے کو دھونا ہے۔ پھر فرمایا" وایدیکم الی المرافق "اور چہرے سے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک کو ملایا، اس سے ہمیں معلوم وا کہ دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھونا ہے۔ پھر کلام میں فصل دیا اور فرمایا" وامسحو ابروٴسکم" اور چونکہ "بروٴسکم" کہا اور "ب" کی وجہ سے معلوم ہوا کہ مسح سر کے بعض حصہ کا کرنا ہے۔ پھر اسی روش کے ساتھ "ارجلکم الی الکعبین" کو ملا کر کہا۔ اس سے معلوم ہوا سر کی طرح دونوں پاؤں

کے ٹخنوں تک بعض حصہ کا مسح کرتا ہے۔ رسول اللہ ص نے اس کی تفسیر بھی کردی تھی لیکن لوگوں نے اس کو ضائع کردیا۔ الحدیث (من لا یحضرہ الفقیہ اردو باب تیمم ج ۱ص ۲۱۲۔)

۲۹. ۱۱ وفردی ان جبرئیل ھبط علی رسول اللہ ص بغسلین ومسحین. غسل الوجہ والذراعین بکف کف ومسح الراس والرجلین مفضل الفداوۃ التی بقیت فی یدک من وضوئک (مقصد گذر چکا) فقہ الرضا ص ۸۰. تفسیر التبیان ابی جعفر الطوسی رح الجزء الاول ص ۱۲۵. ۱۲۶، وسائل الشیعہ الحر العاملی ج ۱ باب ۲۳ من ابواب الوضو ۱ ص ۹۱. ۲۹۰، تفسیر لوامع التنزیل فی سواطع التاویل اجزء السادس س المآء ص ۲۲۳.

۳۰. ۱۲ عن زرارہ (بن اعین) عن ابی جعفر علیہ السلام فی قول اللہ " یا ایھاالذین امنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ .." قال لیس آن یدع شیئا من وجھہ الا غسلہ ولیس لہ ان یدع شیئا من یدیہ الی الحرفقین الاغسلہ ثم قال: امسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین فاذا مسح شیئا من یرید الی المرفقین الاغسلہ . ثم قال: امسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین فاذا مسح بشیء من راسہ اوبشیء

من قدميه مابين كعبيه الى اطراف اصابعه فقد اجزاه ؕ قال فقلت اصلحک الله این الکعبین؟ قال ههنا یعنی المفصل دون عظم الساق (ترجمہ کا مقصد گذر چکا ہے) البحار شریف ج ۱۸ ص ۶۵ ۔ البرہان ج ۱ ص ۴۵۲۔ العیاشی ج ۱ زیر تفسیر آیہ وضوح ۵۰ ص ۳۲۷۔

۳۱۔۱۳، غریب الغربا امام علی ابن موسیٰ الرضا علیہما السلام نے اپنی مقدس تحریر میں لکھا، پھر وضو اس طرح کرنا چاہیے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے یعنی چہرے کو دھونا چاہیے اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھونا چاہیے اور سر اور دونوں پاؤں کا مسح کرنا چاہیے۔ (عن فضل بن شاذان) دیکھیے عیون اخبار الرضا اردو، ج ۲ باب ۳۵ "اسلام اور شرائع دین کی حقیقت" ج ۱ ص ۲۵۷ مترجم محمد حسن جعفری۔

۳۲۔۱۴ باب الحوائج موسیٰ بن جعفر الکاظم (علیہم السلام) نے وضو میں چہرے اور ہاتھوں کا دھونا اور سر اور پاؤں کا مسح ارشاد فرمایا ہے۔ تفسیر لوامع التنزیل فی سواطع التاویل ج ۶ ص ۲۲۵۔

۳۳۔۱۵ اور اسی تفسیر کے اسی جلد کے ص ۱۹۹ پر ہے۔ در کشف الغمہ از کتاب علی بن ابراہیم در حدیث نبوی (ص) روایت کردہ انہ علمہ جبرئیل الوضوء علی وجه والیدین من المرفق ومسح الراس والرجلین الی الکعبین یعنی جبرئیل (بحکم رب العالمین) تعلیم داد پیغمبر (ص) را وضو کردن

بغسل وجہ و غسل یدین از مرفق و تعلیم واز مسح سر و دو پائی تا کعبین (مقصد گذر چکا ہے)

۳۴۔۱۶ ان النبی ص قام بحیثیت یراہ اصحابه ثم توضا فغسل وجهه و ذراعیه ومسح راسه ورجلیه. رسول اللہ ص نے صحابہ کے سامنے کھڑے ہو کر وضو کیا اپنے چہرے مبارک اور مقدس ہاتھوں کو دھویا اور سر اور پاؤں مبارک کا مسح کیا۔ (مستدرک الوسائل آغائے نوری طبرسی الوضو واحکام ۵ ح ۷ ص ۴۴)

۳۵۔۱۷ عن یونس قال اخبرنی من رأی اباالحسن علیه السلام بمنیٰ یمسح ظهر قدمیه من اعلی القدم الی الکعبه ومن الکعب الی اعلی القدم ویقول الامر فی المسح الرجلین موسع من شاء مسح مقبلا ومن شاء مسح مدبرا فانه من الامر الموسع ان شاء الله تعالیٰ (صحیح) یونس نے کہا خبر دی مجھے اس شخص نے جس نے دیکھا تھا امام علی الرضا علیہ السلام کو منیٰ میں اس طرح وضو کرتے ہوئے کہ قدموں کے اوپر کے حصہ سے ٹخنہ تک اور ٹخنہ سے قدم کے اوپر کے حصہ تک اور فرمایا پیروں کے مسح میں اختیار کیا ہے جو چاہے اعلیٰ حصہ قدم سے ٹخنوں تک مسح کرے یا ٹخنہ سے اعلیٰ قدم تک (فروع کافی مترجم ادیب اعظم سید ظفر حسن قبلہ باب مسح سر و قدم ح ۴ ص ۲۵)۔

متلاشیان حق کے لئے مسئلہ وضو کے لئے تمام حقائق میں نے حوالہ قلم کر دیئے ہیں۔ اب ہر ایک کا اپنا فرض ہے کہ وہ راہ حق کو سمجھے اور اس پر عمل کرے۔

باب دوم "اذان"

نماز میں وضو کے بعد دوسرا اہم مسئلہ "اذان واقامت" ہے۔ اہل سنت والجماعت حضرات اذان اس طرح دیتے ہیں۔ چار مرتبہ "اللہ اکبر" دو مرتبہ " اشهد ان لا الهٰ الا اللّٰه" دو مرتبہ" اشهد ان محمدا رسول اللّٰه" دو مرتبہ" حیٰ علی الصلوٰۃ "دو مرتبہ "حیٰ علی الفلاح" دو مرتبہ " اللّٰه اکبر " ایک مرتبہ " لا الهٰ الا اللّٰه" جملے ۱۵ کلمات

مذہب شیعہ اثنا عشریہ امامیہ والے اپنی اذان اس طرح دیتے ہیں۔ چار مرتبہ "اللہ اکبر" دو مرتبہ " اشهد ان لا الهٰ الا اللّه" دو مرتبہ" اشهد ان محمدا رسول الله" دو مرتبہ اشهد ان امیر المئومنین و امام المتقین علیا ولی الله وصی رسول الله و خلیفته بلا فصل (ہاں صحیح ہے کہ کئی کہتے ہیں "اشهد ان علیا ولی الله " مقصد سب کا ایک ہی ولایت علی ہے)۔ دو مرتبہ" حیٰ علی الصلوٰۃ " دو مرتبہ "حیٰ علی الفلاح" دو مرتبہ " حیٰ علی خیر العمل" دو مرتبہ " الله اکبر" دو مرتبہ " لا الهٰ الا الله" جملے ۲۰ کلمات۔

اہل سنت والجماعت والے حضرات اذان صبح میں "الصلوٰۃ خیر من

السنوم" بھی کہتے ہیں۔ اس طرح انکے صبح کی نماز کی اذان میں ۱۷ کلمات ہوتے ہیں۔

آیئے ان مسائل کو بلاتعصب سنجیدگی اور دیانتداری سی کتب فریقین میں تلاش کریں۔

فصل اول "تعداد کلمات اذان"

کتب اہل سنت والجماعت

۳۶۔۱ اہل سنت والجماعت کی اوپر لکھی ہوئی اذان "۱۵ کلمات" کتاب "صحیح مسلم شریف کامل" اردو" مترجم علاما آغا رفیق طبع دہلی ۱۹۳۷ء کتاب الصلاۃ باب ۱۳۹ "اذان کی کیفیت" ج ۳۴۴ ص ۸۷ میں لکھی ہوئی ہے۔ اور اس کا راوی ہے حضرت ابی محذورہؓ ہے اور یہی اذان سنن ابی داؤد ج اول باب ۱۷۶" کیفیت اذان عن ابی عبداللہ بن یزیدؓ ح ۴۹۶ میں لکھی ہے۔

۳۷۔۲ اسی ابی محذورہؓ سے ایک دوسری روایت ہے، عن ابی محذورہؓ ان رسول اللہ (ص) علمہ الاذان تسع عشرہ کلمۃ والاقامۃ سبع عشر کلمۃ ثم عدھا ابو محذورہ تسع عشر کلمۃ وسبع عشر (کلمۃ) حضرت ابی محذورہؓ کہتے ہیں کہ نبی ص نے انکو اذان کے انیس کلمے سکھائے اور اقامت کے سترہ کلمے۔ قال ابوعیسیٰ ترمذی ھذا حدیث حسن صحیح۔ امام

ترمذی کہتے ہیں کہ ابو محذورہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ (ترمذی شریف ح ۱۸۳ نیز دیکھیے سنن نسائی باب کم الاذان من کلمۃ ج اول طبع لاہور ص ۱۹۲۔ مشکوٰۃ شریف مترجم عابد الرحمن طبع کراچی ج ۳ ج ۴ ۔ ۵۹۳ ص ۱۴۷ بحوالہ احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، والداری، ابن ماجہ)

۳۸۔۳ عن ابن عمر قال کان الاذان علیٰ عهد رسول الله (ص) مرتين مرتين والاقامة مرة مرة غير انه كان يقول قد قامة الصلاة قدقامة الصلاة. حضرت ابن عمر نے کہا کہ رسول اللہ ص کے زمانے میں اذان کے دو دو کلمے تھے ۔ اور تکبیر (اقامت) کا ایک ۔ لیکن تکبیر میں "قدقامة الصلاة" دو مرتبہ کہا جاتا تھا۔ (رواہ ابوداؤد والنسائی والداری) دیکھیے مشکوٰۃ شریف باب الاذان فصل دوم ح ۵۹۳ اور ترجمہ مترجم عابد الرحمن ج اول ص ۱۴۷۔ منتقی الاخبار امام ابن تمیمیہ ھ ۶۲۶ ص ۲۸۶ بحوالہ احمد و ابو داؤد والنسائی، اب اس حدیث سے اذان میں ۱۴ کلمات ہوئے اور یہ علامہ علی محمد حقانی صاحب نے بحوالہ ابوداؤد، نسائی، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، دار قطعنی بیہقی مسند ابو عوانہ اور نصب الرایہ لکھی ہے۔ اور مزید لکھتے ہیں کہ اس حدیث کے سند کے متعلق محدث ابن جوزی فرماتے ہے "واسنادہ صحیح" یہ صحیح ہے۔ بحوالہ نصب الرایہ ج ا۔۲۶۲ دیکھیے۔ نبوی نماز ج اول ص ۲۱۳۔۲۱۴۔

۳۹۔۴ وعن ابی محذورہ ان رسول اللہ ص علمه هذا الاذن اللّٰه اکبر اللّٰه اکبر اشهد ان لا اله الا للّٰه اشهد ان لا اله الا اللّٰه اشهد ان محمدا رسول اللّٰه اشهد ان محمدا رسول اللّٰه اشهد ان لا اله الا اللّٰه اشهد ان لا اله الا اللّٰه اشهد ان محمدا رسول اللّٰه اشهد ان محمدا رسول اللّٰه حیٰ علی الصلاة حیٰ علی الصلاة حیٰ علی الفلاح حیٰ علی الفلاح اللّٰه اکبر اللّٰه اکبر لا الهٰ الا اللّٰه (اس حدیث کے مطابق اذان کے جملے ہوئے ''۱۷'' اور اس کو اہل سنت میں ترجیع کہتے ہیں)۔

دیکھیے منتقی الاخبار تالیف (امام اہلسنت) عبدالسلام ابن تمیمیہ ص ۲۷٦۔ ۲۸۷ باب صفۃ الاذان۔

۴۰۔۵ سنن ابوداؤد ح ۵۰۰ کتاب الصلاۃ باب کیف الاذان میں اذان اس طرح لکھی ہے اللہ اکبر چار مرتبہ اشہد ان لا الہ الا اللہ ایک مرتبہ اشہد ان محمد ارسول اللہ ایک مرتبہ پھر اشہد ان لا الہٰ الا اللہ دو مرتبہ اشہد ان محمد ارسول اللہ دو مرتبہ حی علی الصلاۃ دو مرتبہ حی علی الفلاح دو مرتبہ اللہ اکبر دو مرتبہ لا الہٰ الا اللہ ایک مرتبہ (یہ ترجیع ہے) کل ۱۷ کلمات ہوئے (سنن ابوداؤد مترجم علامہ عبدالحکیم ص ۲۲۹ طبع لاہور)۔

توضیح فیصلہ تو قارئین کرام کو خود کرنا ہے۔ لیکن انکی سہولیت کی خاطر کچھ نقاط حوالہ قلم کیئے جاتے ہیں۔

الف: اوپر ح ۳۷۔۲ میں ابی محذورہؓ کی روایت حوالہ قلم کی گئی ہے۔ جس کو امام ترمذی نے ترمذی شریف ج اول میں ح ۱۸۳ میں بیان کیا ہے اور لکھا ہے ھذا حدیث حسن صحیح اب اس صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ص نے ابو محذورہ کو اذان کے ۱۹ کلمات سکھائے۔

اس کی مزید تصدیق اہلسنت میں اس حدیث سے ہوتی ہے۔ عن ابی محذورہؓ ان النبی ص عجبه صوته فعلمه الاذان. رواہ ابن خذیمہ۔ امام ابن خزیمہ نے ابو محذورہؓ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی ص کو انکی آواز پسند آئی تو آپ ص نے انہیں اذان سکھائی۔ دیکھیے بلوغ المرام امام ابن حجر عسقلانی کتاب الصلاۃ ۱۳۸۔

اب صحیح حدیث میں "۱۹" جملے اور اہل سنت والجماعت اذان دیتے ہیں ۱۵ کلمات کی، ذرا غور کریں چار جملے کہاں گئے اور وہ کیا تھے؟ یہ ہی مقام غور وخوض ہے۔ کیا یہ صحیح نہیں ہوگا کہ ہم کہیں کہ دو مرتبہ "شھادۃ ولایت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہما السلام" اور دو مرتبہ "حیَّ علی خیر العمل" کو پردہ میں رکھا گیا ہے۔

پھر حضرات فرماتے ہیں "نہیں یہ تو ترجیع ہے" تو ہم مودبانہ گذارش کرتے ہیں کہ اگر اذان ہی ترجیع والی ہے تو پھر وہ ترجیع والی کھو کیوں دی؟ دیتے

کیوں نہیں؟ یہ اس طرح ترجیعی اذان نہ دینا اس بات کی دلیل ہے کہ ترجیع والی روایت ''ضعیف'' ہے۔ اور بات وہی ہے جو اوپر لکھی گئی ہے۔

''ب'' امام ابوحنیفہ ترجیع والی اذان کے لیے کہتے ہیں کہ مشروع نہیں اور یہ اذان مستحب نہیں ہے۔ دیکھیے فقہ الحدیث امام البانی ج ا باب ۱۳۶ ص ۳۲۹۔

''ت'' واختلف العلماً فی اثبات الترجیع۔ کہ علماً نے ترجیع کے ثابت ہونے میں اختلاف کیا ہے۔ (امام نووی = شرح صحیح مسلم ج اول ص ۱۶۴) اور یہی امام اہلسنت جناب نووی اسی کتاب کے ص ۱۶۵ پر لکھتے ہیں ''وقال ابو حنیفه والکوفیون لایشرع الترجیع عملا بحدیث عبدالله بن زید فانه لیس فیه ترجیع ۔ کہ ابوحنیفہ اور کوفیوں نے کہا کہ عبداللہ بن زید کی حدیث سے ترجیع شرع میں نہیں ہے۔ اور ابن زید کی حدیث میں ترجیع نہیں ہے۔

''ث'' اور امام ابن جوزی لکھتے ہیں ''ان الترجیع غیر مسنون'' کہ ترجیع (والی اذان) غیر مسنون ہے۔ دیکھیے نبوی نماز ج ا ص ۲۱۲ بحوالہ نصب الرایہ ص ۲۶۲۔

جناب علامہ علی محمد صاحب نے اپنی کتاب نبوی نماز ج اول ص ۲۱۲ تا ۲۱۵ میں ترجیع کے خلاف ایک عنوان لکھا ہے'' اذان میں ترجیع کا بیان'' یہ کتاب سندھی زبان میں لکھی ہوئی ہے۔ اور اس عنوان کے تحت موصوف نے ترجیع کو غلط

ثابت کیا ہے۔رجوع فرمائیں۔

اب جب صحیح حدیث میں اذان میں ۱۹ کلمات ہیں اور ابن عمرؓ کی روایت کے مطابق اخیر میں ''لا الٰہ الا اللہ'' دو مرتبہ ہے۔اگر یہ دو مرتبہ ہے تو ۱۹ میں ایک ملائیں تو ''۲۰'' کلمات بنتے ہیں۔اب مقام غور و خوض یہ ہے کہ کیا یہ ثابت نہیں ہوا کہ دو مرتبہ شہادت ثالثہ اور دو مرتبہ حی علی خیر العمل اور ایک مرتبہ لا الٰہ الا اللہ کو پردہ میں چھپایا گیا ہے۔ فیصلہ ہر ایک خود کرے میں نے فقط حقائق سے پردہ اٹھایا ہے۔

فصل دوم ''حی علیٰ خیر العمل''

۲۱۔امام بیہقی نے سنن کبریٰ میں باسناد صحیح عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ وہ کبھی کبھی اذان میں ''حی علیٰ خیر العمل'' کہتے تھے۔علی ع ابن الحسین ع سے روایت ہے کہ پہلی اذان یوں ہی تھی (یعنی اس میں حی علیٰ خیر العمل تھی) المعلم ترجمہ صحیح مسلم ص ۵۲۸ سطر ۹ طبع بمبئی۔

۲،۲۲ وفی تفسیر تنویر البیان الامامیه عن شرح التجرید للعلامه قوشجی وشرح المقاصد للعلامه تفتازانی قال عمر بن الخطاب ثلاث كن علیٰ عهد رسول الله ص انا انهی عنهن احرمهن واعاقب علیهن وهی متعة النساء ومتعة الحج و حیٰ علی خیر العمل.

امام قوشجی شرح تجرید میں اور امام تفتازانی شرح المقاصد میں لکھتے ہیں کہ

حضرت عمرؓ نے حکم صادر کیا کہ دور نبی ص میں تین چیزیں تھیں اور میں ان تینوں سے منع کرتا ہوں اور انکو حرام قرار دیتا ہوں اور انکے کرنے والے کو سزا دوں گا۔ وہ ہیں متعہ النسآء، متعہ الحج اور حی علیٰ خیر العمل (فلک النجات ج ۲ ص ۱۸۴)۔

۴۴۔۳ کان بلالؓ یئوذن بالصبح ویقول حیٰ علیٰ خیر العمل۔ جناب بلالؓ موذن رسول ص اذان صبح میں حیٰ علی خیر العمل کہتا تھا۔ (رواہ طبرانی) کنز العمال ج ۴ ص ۲۲۶۔

۴۵،۴۴،۴۶،۵ کتاب فلک النجاۃ ج ۲ ص ۱۸۴ میں بحوالہ تشیید المطاعن ج ۲ ص ۱۸۸۶ لکھا ہے "ابن ابی شیبہ سے باسناد خود علی ع ابن الحسین ع سے اذان میں حیٰ علیٰ خیر العمل مروی ہے" اور اسی فلک میں بحوالہ انسان العیون ج ۲ ص ۱۰۵ طبع مصر لکھا ہے کہ علی ع ابن الحسین ع اور ابن عمرؓ سے اسی طرح مروی ہے۔

اور امام شرکانی اپنی کتاب نیل الاوطار ج ۲ ص ۴۱ پر لکھتے ہیں "اَن حیٰ علی خیر العمل کانت علی عهد رسول الله ص يؤذن بها وتطرح الا في زمن عمرؓ وهكذا قال الحسن بن يحي روى ذالك في جامع آل محمد و بما اخرج البهيقي في سننه الكبرى باسناد صحيح عن ابن عمر انه كان يؤذن حیٰ على خير العمل احيانا. و روى فيها عن على ع ابن الحسين ع انه قال هو الاذان الاول".

اب ہم نے حضرات ابن عمرؓ، عمرؓ بن خطاب، بلالؓ اور امام علی ابن الحسین زین العابدین علیہما السلام سے کتب اہل سنت سے اذان میں حیّ علی خیر العمل ثابت کی ہے۔ حالانکہ حضرات اہل سنت والجماعت کے نزدیک صحابی کی خبرِ واحد بھی قابل اعتماد ہوتی ہے۔ جیسا کہ:

۴۶۔۶ علامہ محمد داؤد راغب رحمانی ترجمہ منتقی الاخبار ج اول ص ۱۵۵ میں عبداللہ ابن عمرؓ کی ایک روایت کے تحت لکھتے ہیں ''معلوم ہوا کہ خبر واحد قابل قبول ہے''۔

فصل سوم ''الشہادۃ الثالثۃ المقدسۃ''

۴۷۔۱ مارواہ شیخہم عبدالمراغی (جاء فی حاشیہ) فی کتابہ السلافہ فی امر الخلافۃ: ان سلمانؓ ذکر فیھا (الضمیر ''ھما'' یعود علی الاذان واقامۃ) الشھادۃ بالولایۃ لعلی بعد الشھادۃ بالرسالۃ فی زمن النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فدخل رجل علی رسول اللہ ص فقال یا رسول اللہ ص سمعت امرالم اسمع قبل ذالک. فقال ص ما ھو؟ فقال: سلمان قد یشھد فی اذان بعد شھادۃ بالرسالۃ الشھادۃ بالولایۃ علی. فقال ص سمعتم خیرا. عن رسالۃ الھدیۃ ص ۳۵. دیکھیئے الشھادۃ الثالثۃ ص ۳۲۳ (کان) عبد اللہ المراغی

المصری من علماً (اہل سنت) فی القرن السابع الھجری.

جناب سلمان محمدیؓ نے اذان و اقامت میں شہادۃ رسالت کے بعد شہادت ولایت امیر المؤمنین عہ پڑھی۔ رسول اللہ ص کے زمانے میں ایک شخص (کوئی صحابی) خدمت رسول ص میں حاضر ہوا۔ عرض کیا یا رسول ص میں نے آج ایسی بات سنی ہے کہ اس سے پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ رسول اللہ (ص) نے فرمایا وہ کیا ہے؟ عرض کیا سلمانؓ نے اذان میں شہادۃ بالرسالۃ کے بعد شہادۃ بالولایہ علی عہ پڑھی ہے، تو آنحضرت ص نے فرمایا تم سب نے نیکی سنی ہے۔

نوٹ: یہ فلک النجاۃ اور شہادۃ الثالثۃ المقدسہ شیعہ کتب ہیں اور مستند ہیں۔ دونوں نے مذکورہ حوالہ جات کتب اہل سنت سے دیئے ہوئے ہیں۔ اس لیئے ہم نے من وعن حوالہ قلم کر دیئے ہیں۔ (مؤلف)

فصل چہارم ''الصلاۃ خیر من النوم''

۴۸۔ اعلامہ امجد علی سنی حنفی قادری برکاتی اپنی کتاب ''بہار شریعت'' طبع لاہور ج اول حصہ سوم میں اذان کے ۱۵ کلمات لکھنے کے بعد مسائل اذان لکھتے ص ۲۱ پر لکھتے ہیں ''صبح کی اذان میں فلاح کے بعد'' الصلوٰۃ خیر من النوم'' جزو اذان نہیں بلکہ بعد کی پیداوار ہے۔ اور حقیقت بھی یہ ہی ہے جیسے کہ: کہنا مستحب ہے بالفاظ دیگر موصوف نے تسلیم کر لیا کہ الصلوٰۃ خیر من النوم۔۔۔

۴۹.۲ ان المئوذن جاء الی عمر ابن خطاب یئوذنه لصلوٰة الصبح فوجده نائما فقال الصلوٰة خیر من النوم فامره عمر ان یجعلها فی نداء الصبح. مؤذن عمر ابن خطاب کے پاس حاضر ہوا کہ اسکو نماز صبح کے لئے آواز دے۔ دیکھا کہ وہ نیند میں تھے۔ بس اس نے کہا نماز نیند سے اچھی ہے۔ پھر عمرؓ نے اسکو حکم دیا کہ اسکو اذان صبح میں شامل کر دے۔ دیکھئے موطا امام مالک ج ۸ ص ۱۸۸ مشکوٰۃ المصابیح ب فصل الاذان الفصل الثالث ج ۴ ص ۲۲، اشعۃ اللمعات ج ۲ باب الاذان الفصل الثالث ص ۳۰۷، مشکوٰۃ ج ۱ مترجم عابد الرحمن کاندھولی ج ۲۰۱ ص ۱۳۹۔

۵۰۔۳ علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں "حضرت عمرؓ نے ہر صیغہ میں جونئی باتیں ایجاد کیں انکو مئورخین نے یکجا لکھا ہے اور انکو اولیات سے تعبیر کرتے ہیں چنانچہ ہم آپکے حالات کوانہیں اولیات کی تفصیل پر ختم کرتے ہیں (اب ان ایجادات عمرؓ کی تعداد علامہ شبلی نے "۴۵" بیان کی ہیں۔ جن میں "۳۳" نمبر یہ ہے) فجر کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کا اضافہ کیا۔ دیکھیئے الفاروق حصہ دوم ص ۳۳۳ تا ۳۳۶۔

۵۱.۴ عن ابن جریح قال اخبرنی عمر ابن حفص ان سعدا اول من قال الصلوٰة خیر من النوم فی خلافت عمر فقال بدعت لو ترکوه وان بلال لم یئوذن لعمر ان عمر قال لمئوذنه اذا بلغت حیٰ علی الفلاح فی الفجر فقل الصلوٰة خیر من النوم (فلک النجاة ج ۲

ص ۱۸۳ بحوالہ کنز العمال ج ۴ ص ۲۷۰ رواہ الدار قطنی وابن ماجہ والبیھقی) ابن جریج سے مروی ہے کہ مجھے عمرو بن حفص نے خبر دی ہے کہ سعد پہلا شخص ہے جس نے خلافت عمرؓ میں الصلوٰۃ خیر من النوم کہا اور کہا کہ یہ بدعت ہے بہتر تھا کہ لوگ اس کو ترک کر دیتے اور بلالؓ نے حضرت عمر کے کہنے پر اس کلمہ سے اذان نہیں دی اسکی عبدالرزاق نے روایت کی ہے اور کتاب مذکور (کنزالعمال) کے گذشتہ صفحے پر ہے ابن عمر سے مروی ہے کہ حضرت عمر نے اپنے مئوذن کو کہا کہ جب تو اذان فجر میں حی علی الفلاح پر پہنچے تو الصلوٰۃ خیر من النوم بھی کہہ دیا کر۔

۵۔۵۲ کچھ حضرات یہ آنے والی حدیث پیش کرتے ہیں کہ اس سے مراد ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' ہے، تو ہم ان حضرات کی بیان کردہ حدیث حوالہ قلم کر کے اسکے متعلق انہی حضرات کے علامہ کا تبصرہ حوالہ قلم کرینگے۔

اور وہ حدیث یہ ہے: وعن بلال قال قال رسول اللہ ص لا تثوبن فی شیء من الصلوٰۃ الا فی صلوٰۃ الفجر. (رواہ الترمذی وابن ماجہ) حضرت بلال نے کہا مجھے رسول اللہ ص نے فرمایا کہ نماز فجر کے سوا کسی نماز میں تھویب نہ کریعنی مکرر نماز کے وقت سے آگاہ نہ کر (کہ اذان میں کوئی خاص جملہ بڑھا دیا جائے)۔

اس حدیث کے متعلق مشکوٰۃ عربی مع اردو مترجم علامہ عابد الرحمن کاندھلوی ج ۱ باب الاذان ف دوم ح ۵۹۵۶ کے بعد یوں لکھا ہے" وقال

الترمذی ابو اسرائیل راوی لیس ھو بذاک القوی عند اھل حدیث"
یعنی امام ترمذی کہتے ہیں کہ اس روایت میں راوی ابو اسرائیل محدثین کے نزدیک قوی نہیں (یعنی قابل اعتماد نہیں) اب امام ترمذی قبول نہیں کرتے اور ظاہر ہے کہ علامہ کا ندھلوی صاحب بھی اسکے قائل نہیں تھے۔ اگر ہوتے تو ترمذی کا حوالہ دیا کیوں؟ ظاہر ہے کہ قابل اعتماد نہ رہی۔

اور امام شوکانی نے اپنی کتاب نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار ج ۲ ص ۳۹ پر "الصلوۃ خیر من النوم کی تھویب فی صلاۃ الفجر کو قطعاً ضعیف ثابت کیا ہے۔

اب تک اذان کے متعلق تمام حوالہ جات حضرات اہل سنت والجماعت کے کتب سے حوالہ قلم کر دیے گئے ہیں۔ اب بحث کو مکمل کرنے اور تلاش حق کی خاطر مذہب امامیہ شیعہ اثناء عشریہ کے کتب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

فصل پنجم "کتب امامیہ شیعہ اثناء عشریہ"

۵۳۔ ۱ ان رجل دخل علیٰ رسول اللہ ص وقال یا رسول اللہ ص ان اباذر یذکر فی الأذان بعد الشھادۃ بالرسالۃ الشھادۃ بولایۃ علی ویقول اشھد ان علیا ولی اللہ فقال علیہ السلام کذالک او نسیتم قولی فی غدیر خم من کنت مولاہ فعلی مولاہ فمن ینکث فانما ینکث علی نفسہ (الشھادۃ الثالثہ المقدسہ مئولف آقائی عبدالحلیم

الغزی طبع قسم المقدسۃ الفصل الخامس النظرۃ الاولی روایات عن الشھادۃ الثالثہ المقدسۃ فی الاذان والا قامۃ ص ۳۲۳، ۳۲۴، ۲،۵۴ اورجن کتابوں میں ان دونوں اذانوں (اذان سلمانؓ وابوذرؓ) کا ذکر ہے:

اولاً: الشیخ عبدالنبی عراقیؒ فی رسالۃ الھدایۃ التی ھی تقریر بحثنا الفقھی فی الاذان والاقامۃ ص ۳۵۔

ثانیاً: الشیخ رضا فی رسالۃ کلمات الا علام حول الشھادۃ الثالثۃ تحت رقم ۵۵۔

ثالثاً: الشیخ احمد الرحمانی الھمدانی فی کتاب الامام علی ابن ابی طالب من حبہ عنوان الصحیفۃ ص ۳۵ ح ۱۳،۱۲۔

رابعاً: السید محمد ابراہیم الموحد فی مقدمۃ الرسالۃ سر الایمان ص ۷، ۸ ذکر الروایۃ الثانیۃ عن ابی ذرؓ۔

خامساً: السید محمد علی الکاظمی البروجردی فی کتاب ''جواہر الولایۃ درخلافت وولایت تشریعی وتکوینی چہاردہ معصومین صلوٰۃ اللہ علیھم'' ص ۳۷۹۔۳۸۰۔

سادساً: الشیخ محمد بن ملا ابراہیم امظفری فی رسالۃ ''شھادۃ الثالثۃ دراذان واقامۃ'' من ص ۳۴ الی ۳۷۔

سابعاً: آقائی عبدالرزاق المکرم فی کتاب سر الایمان ص قارئین کرام

اب آپ نے اندازہ لگایا ہوگا کہ یہ دونوں روایتیں اذان ابوذرؓ وسلمانؓ اتنی صحیح ومعتبر ہیں کہ انکو بیان شدہ سات مراجع عظام نے بھی انکی بیان شدہ کتب میں صحیح تسلیم کر کے روایت کیا ہے۔

۳.۵۵ وذکر الشیخ الطوسیؒ فی کتابه النهایه ص ۶۹ انه جاء فی بعض الاخبار ان یقال فی الاذان والاقامة " اشهد ان علیا ولی الله و آل محمد خیر البریة" وذکر ذالک ایضاً فی کتابه المبسوط ج ۱ ص ۹۹ شیخ طوسیؒ نے اپنی کتاب النهایة ص ۶۹ میں بیان کیا ھے کہ انکو بعض اخبارات (روایات معصومین ع واصحابھمؓ) میں ملا ہے کہ اذان اور اقامت میں کہا جائے "اشھد ان علیا ولی اللہ وآل محمد خیر البریۃ" اور ایسا ہی ذکر انکی کتاب المبسوط ج ۱ ص ۹۹ میں ہے۔

۴_۵۶ آقائی عبدالحلیم الغزی نے الشہادۃ الثالثۃ المقدسۃ ص ۵۷ پر ان ان علماء اعلام کے اسماء گرامی مع کتب تحریر کیئے ہیں جنہوں نے ولایت علی ع کا اذان میں ذکر کیا ہے۔

العلامة الحلیؒ فی المنتهی ج ۱ ص ۲۵۵ و کذافی تذکرة الفقهاً ج اول ص ۱۰۵ . الشهید الاول شیخنا محمد بن جمال الدین مکی العاملیؒ فی کتاب البیان ص ۷۳. آقائی خمینیؒ فی کتاب

الاداب المعنویۃللصلوٰۃ ص ۲۶۴. مجلس اول و غیر الی ان ھذہ الخبار کانت فی اصولنا المعتمدۃ عند الشیعۃ والحرویۃ عن الائمۃ علیھم السلام حدیث یقول فی روضۃ المتقین ج ۲ ص ۲۴۵۔ پھر آقائی الغروی ص ۶۲، ۶۳ پر اور اسمأ گرامی تحریر فرماتے ہیں۔ شیخنا محمد باقر المجلسی الثانی فی کتاب لابحار الشریف ج ۸۴ ص ۱۱۱. شیخنا حر العاملی فی ھدایۃ الامۃ الی احکام الائمۃ، شیخ الفاضل حسین البحرانی فی الفرحۃ الانسیۃ فی شرح النفحۃ القسیۃ ص ۸۷۔۸۸۔

۵۶۔۴ اذان واقامت بیست جملہ است۔۔ اشھد ان علیا ولی اللہ جزءٔ اذان واقامت است ودر بعض روایات بہ آں اشارہ شدہ است''۔ مرجع عالیقدر حاج سید صادق حسین شیرازی۔

۵۷۔۵ شیخ صدوقؒ کے اعتراض کا جواب۔

من لا یحضرہ الفقیہ میں جو اذان میں الشھادۃ الثالثۃ المقدسۃ پہ اعتراض کیا گیا ہے۔ لیکن وہ اعتراض بھی کسی معصوم علیہ السلام کی حدیث نہیں بلکہ لکھا گیا ہے ''مصنف علیہ الرحمۃ کہتے ہیں۔۔۔۔۔۔'' جواباً عرض:

الف: یقیناً یہ بعد کی پیداوار ہے کیونکہ سرکار صدوقؒ معصوم کے فرمان

کے خلاف قطعاً نہیں لکھ سکتا۔

ب: یہ ایک شخصی کلام ہے کوئی حدیث نہیں جو کہ بلا دلیل ہے لھذا قابل حجت نہیں۔

ت: والطعن فیه بانه من اخبار الموضة والغلاة کما وقع فی من لا یحضره الفقیة مما یشهد بثبوته وغیر محقق۔ یعنی یہ (اعتراض) بات بغیر ثبوت کے ہے اور غیر محقق ہے۔ دیکھیئے الفرحة الانسیة فی شرح القضحة القدسیة ص ۸۷۔۸۸ للشیخ حسین البحرانی عن رسالت کلمات الاعلام حول الشهادة الثالثة رقم ۹۱.

ث: قول الصدوقؒ ...انه قول غیر محقق۔ یہ قول غیر محقق ہے۔ دیکھیئے الشهادة الثالثة المقسة ص ۲۳.

۵۷۔۵ عن ابی جعفر علیہ السلام قال کان الاذان حی علی خیر العمل علی عهد رسول اللهؐ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اللہؐ کے وقت میں اذان حی علی خیر العمل کے ساتھ تھی۔ دیکھیئے مستدرک الوسائل آغائے نوری طبرسیؒ کتاب الصلوٰۃ ج اول ابواب الاذان والاقامة باب ۱۸ بحوالہ دعائم الاسلام۔

۵۸۔۶ ہمارے آٹھویں امام علی ابن موسیٰ الرضا علیھما السلام نے اذان کے متعلق ایک جواب دیتے ہوئے فرمایا دو مرتبہ حی علی الفلاح دو مرتبہ حی علی خیر العمل

دو مرتبہ اللہ اکبر دو مرتبہ لا الٰہ الا اللہ (سوال ۲۷ عیون اخبار الرضاؑ اردو ج ص ۲۲۷ عن فضل بن شاذان)۔

۷۔ ۵۹ عن علی ابن موسیٰ الرضا ع عن آبائہ ع عن النبیؐ.. عن اللہ تعالیٰ قال فی فضل مولانا امیر المومنین حجتی فی السمٰوٰت والارضین علی جمیع من فیھن من خلقی لا اقبل عمل عامل منھم الا بالاقرار بولایتہ مع نبوۃ احمد رسولی. اللہ تعالیٰ نے حدیث قدسی میں فرمایا کہ میں کسی عمل کرنے والے کا کوئی عمل قبول نہیں کرونگا جب تک اس عمل میں گواہی رسالت کے ساتھ امیر المومنین عؑ کی ولایت کی گواہی نہ ہو۔ (امالی صدوقؒ المجلس التاسع والثلثون ج ۱۰ ص ۲۲۲۔ ۲۲۳ یہ مذہب اہلبیت میں اذان اقامت اور تشہد میں ولایت علی عؑ کی گواہی دینے کے لیے قطعی اور یقینی نص ہے۔

۸۔ ۶۰ ایک اور حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔۔۔۔۔۔۔۔و ان لم یشھد ان لا الٰہ الا انا وحدی اوشھد ولم... یشھد ان محمداً عبدی ورسولی اوشھد بذالک ولم یشھد ان علی ابن ابی طالب ع خلیفتی او شھد بذالک ولم یشھد ان الائمۃ من ولدہ حججی فقد جحد نعمتی وصغر عظمتی وکذب بآیاتی وکتبی....... الحدیث القدسی (کمال الدین للشیخ الصدوقؒ ج ۱ ص ۲۵۸ . الانصاف

فی النص علی الائمۃ الا ثنی عشر من آل محمدؑ الاشراف تالیف محدث ہاشم بحرانی ح الثلاثون ومائتان ص ۳۴۳. ۳۴۴) اور جو شخص اس بات کی گواہی نہ دے کہ میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے یا یہ گواہی تو دے مگر اسکی گواہی نہ دے کہ محمدؐ میرے عبد اور رسول ہیں یا یہ تو گواہی دے مگر اسکی گواہی نہ دے کہ علی ابن ابی طالب ع میرا خلیفہ ہے یا یہ گواہی تو دے مگر اس کی گواہی نہ دے کہ اسکی اولاد میں آئمہ ع میری حجت ہیں۔ تو اس نے میری نعمت کا انکار کیا اور میری عظمت کو کم تر جانا اور میری آیات اور کتب کا انکار کیا۔۔۔ (ھذا حدیث صحیح) یہ بھی ایک قطعی اور یقینی نص ہے۔

ایک اعتراض

مذہب امامیہ شیعہ اثنا عشریہ کے متعلق معترضین حضرات اذان کے متعلق ایک اور اعتراض بھی کرتے ہیں وہ یہ کہ بعض کتب شیعہ میں اذان کے اٹھارہ کلمات لکھے گئے ہیں۔

اس لیئے یہاں پہ گذارش کی جاتی ہے کہ دوستو اعلان غدیر سے پہلے کی بات ہے۔ اعلان غدیر کے بعد اذان میں اعلان ولایت امیرالمومنین صلوٰۃ اللہ علیہ کیا جانے لگا۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ اعلان ''الشھادۃ الثالثۃ المقدسۃ'' جزو اذان و اقامہ قرار دیا گیا۔

۶۱_۹ فرمایا امام جعفر الصادق علیہ السلام نے "اذا قال احدکم لا الٰہ الا للہ محمد رسول اللہ فلیقل علی امیر المؤمنین".

کہ تم میں سے کوئی بھی جب بھی اور جہاں بھی اقرار توحید ورسالت کرے تو اسکو چاہیے کہ فوراً اقرار (ولایت) کرے علی (ع) امیر المؤمنین۔

الاحتجاج طبرسیؒ طبع نجف اشرف ج اول ۹۵۔

اس حدیث پہ یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس کا راوی قاسم بن معاویہ مجہول ہے۔ تو جواباً عرض یہ ہے کہ یہ صحیح الاسناد حدیث ہے۔ جس پر مکمل بحث ہم نے اپنی کتاب "جاء الحق" میں کیا ہے۔ رجوع کریں۔ یہاں صرف یہ گذارش کرتے ہیں کہ یہ قاسم بن معاویہ نہیں بلکہ قاسم بن برید بن معاویہ العجلی۔ (الشہادۃ الثالثۃ المقدسہ طبع قم المقدسہ ص ۶۸) اور یہ قاسم بن برید بن العجلی "ثقہ" تھے۔ رجال النجاشی ص ۳۱۳ رقم ۸۵۷ نقد الرجال ص ۲۷۰ القاسم رقم ۲۔ تنقیح المقال رقم ۹۵۵۵۔

وهو ان یاتیاسم الراوی منسوبا الی جده من دو ن ذکر ابیه الصلبی المباشر وقد یکون هذ من قبل الراوی عند ه سهوا او عمدا فذالک جائز فی العرف العربی. ومثل هذ کثیر فی اسمأ الرجال الحدیث والرواة. الشهادة الثالثة المقدسة ص ۲۸.

باب سوم ''اوقات نماز''

فصل اول کتب اہل سنت والجماعت

۱.۶۲ عن عائشہؓ انہا قالت ان کان رسول اللہ ص لیصلی الصبح فینصرف النسآء متلفعات بمر وطهن ما یعرفن من الغلس۔ رسول اللہ ص نماز صبح ادا کر لیتے تو مستورات اپنی چادریں لپیٹ کر واپس آتیں اور اندھیرے کے سبب پہچانی نہیں جاتی تھیں۔

موطا امام مالک کتاب وقوت الصلاۃ ج ۴ ص ۱۴۔

۲.۶۳ عن انس بن مالک قال کان رسول اللہ ص یصلی العصر والشمس مرتفعة حیة فیذهب الذاهب الی العوالی فیاتیهم والشمس مرتفعة بعض العوالی من المدینة علی اربعة امیال اونحوه (صحیح بخاری طبع قاهره ج اول کتاب الصلوٰۃ باب وقت العصر ص ۶۷) اس حدیث کا ترجمہ کتاب ''نماز نبوی دار السلام'' ص ۹۹ پر اس طرح کیا گیا ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں'' رسول اللہ ص نماز عصر پڑھتے تھے اور آفتاب بلند ہوتا تھا۔ اگر کوئی شخص نماز عصر کے بعد مدینہ شہر سے عوالی جاتا تو جب ان

کے پاس پہنچتا تو سورج ابھی بلند ہوتا۔ بعض عوالی مدینہ سے چار کوس کے واقع پر واقع ہے۔

نوٹ: چار کوس = آٹھ میل یا بارہ کلومیٹر۔ یہ پیدل چلنے والا پہنچے پھر بھی سورج بلند ہو۔

۳.۶۴ وقت ظہر عند الزوال وقال جابرؓ کان النبی ص یصلی بالھاجرۃ (حوالہ بعد میں)

۴-۶۵ اخبرنی انس بن مالک ان رسول اللہ ص خرج حین زاغت الشمس وصلی الظھر (دونوں کے لیے دیکھیں صحیح بخاری طبع قاہرہ مصر ج ا وقت ظہر عند الزوال کتاب الصلوۃ ص ۲۶) ظہر کا وقت زوال سے شروع ہوتا ہے اور جابرؓ کہتے ہیں کہ نبی ص دوپہر کو نماز پڑھتے تھے۔ انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ص سورج ڈھلتے ہی تشریف لائے اور نماز ظہر پڑھی۔ بخاری شریف اردو مترجم مرزا حیرت ج اپ ۳ ص ۱۳۲۔

۵.۶۶ سمعت رافع بن خدیج یقول کنا نصلی المغرب مع النبی (ص) فینصرف احدنا وانہ لیبصر مواقع نبلہ صحیح بخاری طبع مصر ج ا کتاب الصلاۃ ص ۶۸ باب وقت المغرب اورعطاً نے کہا کہ مریض مغرب وعشا کی نماز جمع کر کے پڑھے رافع بن خدیج کہتے ہیں کہ ہم نبی

ﷺ کے ساتھ نماز مغرب پڑھتے تھے کہ ہم میں ہر ایک ایسے وقت لوٹتا تھا کہ اپنے تیر کے گرنے کے مقام کو دیکھ لیتا۔

۶۷۔۶ عبداللہ ابن عمرؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "وقت الظهر اذا زالت الشمس وكان ظل الرجل كطوله مالم يحضر العصر ووقت العصر مالم تصفر الشمس ووقت صلاة المغرب مالم يغب الشمس ووقت صلوٰة العشاء الى انصف الليل الأوسط ووقت صلوٰة الصبح من طلوع الفجر مالم تطلع الشمس (مسلم شرح نوری كتاب المساجد باب اوقات الصلوٰة الخمس ح ۶۱۲) نماز ظہر کا وقت سورج ڈھلتے ہی شروع ہوتا ہے اور اس وقت تک جب تک آدمی کا سایا اسکے قد کے برابر نہ ہو جائے (اور یہ عصر کا وقت ہو گیا) اور عصر کا وقت اس وقت تک ہے جب تک آفتاب زرد نہ ہو جائے۔ نماز مغرب کا وقت اس وقت تک ہے جب تک شفق غائب نہ ہو جائے (شفق غائب ہوتے ہی عشا کا وقت ہو گیا) وقت عشا ٹھیک آدھی رات تک رہتا ہے۔ نماز فجر کا وقت طلوع فجر سے لے کر اس وقت تک ہے جب تک سورج طلوع نہ ہو۔ نیز دیکھیے: بلوغ المرام باب مواقیت الصلوٰۃ ح ۱۳۹ ص ۵۹۔

۶۸۔۷ اول وقت الظهر هو الزوال قوله تعالىٰ اقم الصلوٰة لدلوك الشمس اسکی تفسیر ابن عمرؓ نے کہا ہے کہ یہ زوال کا وقت ہے (عمدة الرعاية برشرح وقاية

ج ا ص ۱۲۱۔۱۲۲)

۶۹۔۸ اول وقت العصر حین یخرج وقت الظہر وآخر وقتہا حین تغرب الشمس۔ عصر کا اول وقت ہے جب ظہر کا وقت ختم ہو جائے اور آخر وقت سورج کے غروب ہونے تک ہے۔ فتاویٰ عبدالحیٰ ج ۳ ص ۴۳۔

نوٹ: یہ دونوں نمازیں تاخیر سے بھی پڑھی جا سکتی ہیں۔ وہ احادیث اہل سنت والجماعت کی کتب صحیح بخاری، مسلم، بیہقی، مستدرک حاکم، مشکوۃ وغیرہ میں موجود ہیں۔

۷۰۔۹ امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر ج ۳ ص ۴۵۲ میں آیہ اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس۔۔ الآیہ کے تفسیر میں لکھتے ہیں "تو ھم ان الظھر و العصر وقتا واحد وللمغرب والعشا وقتا واحدا"۔ یہ آیہ اس پہ اشارہ کرتی ہے کہ ظہر اور عصر کا ایک ہی وقت ہے اور مغرب وعشا کا ایک ہی وقت ہے۔

نوٹ: اس مسئلہ کی مزید معلومات میں حضرات اہل سنت والجماعت کے کتب کے مزید حوالہ جات اس کتاب کے باب "جمع بین الصلاتین" میں مطالعہ کریں۔ شکریہ۔

فصل دوم کتب امامیہ شیعہ اثنا عشریہ۔

۷۱۔۱ سألت لابی عبداللہ علیہ السلام متی اصل

الظهر؟ فقال صل الزوال ثمانية ثم صل الظهر ثم صل سبحتک طالت او قصرت ثم صل العصر (حدیث صحیح) میں نے صادق العترۃ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ نماز ظہر کس وقت پڑھوں؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا بعد زوال آٹھ رکعت نافلہ پڑھ کے ظہر کی نماز پڑھ پھر تسبیح الٰہی کم یا زیادہ کر۔ پھر نماز عصر پڑھ فروع کافی شریف ج ۱ باب ۴ ح ۳۔

۲۔۷۲ (عن ابی عبداللہ علیہ السلام) قال سمعة يقوم وقت المغرب اذا غربت الشمس فغاب قرصها (حدیث صحیح) فرمایا صادق آل محمد صلوٰۃ اللہ علیہ نے کہ مغرب کا وقت غروب شمس کے بعد ہے جب اس کا کرہ چھپ جائے۔ ایضا باب ۵ وقت مغرب وعشاح ۷۔

۳۔۷۳ سئلت ابا عبداللہ علیہ السلام متی تحب العتمة فقال اذا غاب الشفق الحمرة فقال عبداللہ اصلحک اللہ انه يبقى بعد ذهاب الحمرة ضوء شديد معترض فقال ابو عبدالله انما حمزة وليس الضوء من الشفق. (حدیث صحیح) میں نے صادق العترۃ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ نماز عشا کا وقت کب ہوتا ہے؟ فرمایا جب شفق غائب ہو اور شفق سرخی ہے۔ سائل عبداللہ نے عرض کیا اللہ تعالیٰ آپکی حفاظت کرے وہ تو باقی رہتی ہے۔ سرخی ختم ہونے کے بعد بصورت تیز روشنی کے امام علیہ السلام

نے فرمایا شفق تو سرخی کو کہتے ہیں شفق ضو نہیں کتاب ایضاً باب ایضاً۔

۷۴۔۴ فرمایا ابو عبداللہ علیہ السلام نے نماز فجر کا وقت وہ ہے کہ صبح ظاہر ہو اور سفیدی سحری آسمان پر پھیل جائے۔ عمداً نماز میں تاخیر نہ کرنی چاہیے لیکن اس صورت میں کسی کام میں مشغول ہو یا بھول جائے یا سو جائے۔ ایضاً باب ۶ وقت الفجر ۵ (حدیث حسن)

اوقات نماز کے لیے مزید درج ذیل کتب امامیہ ملاحظہ فرمائیں:

من لایحضرہ الفقیہ، استبصار، تھذیب الاحکام، شرح لمعہ دمشقیہ، مستدرک الوسائل آغائے نوری طبرسیؒ، وسائل الشیعہ، بحار شریف ۷۳۔۸۴ شرائع الاسلام، حقائق الفقہ وغیرہ۔

باب چہارم "جمع بین الصلاتین"

فریقین میں یہ اختلاف بھی شدت سے کیا جاتا ہے۔ مقررین و واعظین و مصنفین حضرات پتہ نہیں ایک دوسرے کے خلاف کیا کیا فتوائیں دیتے ہیں۔ آیئے اس مسئلہ پر سنجیدگی سے غور وفکر کریں اور محققانہ تحقیق کریں۔

کتب اہل سنت والجماعت

فصل اول "جمع بین الصلاتین فی السفر"

۷۵۔۱ عن انس بن مالک قال کان النبی یجمع بین صلاۃ المغرب والعشاء فی السفر۔ صحیح بخاری ج اول ابواب التقصیر باب الجمع فی السفر بین المغرب والعشاء ص ۱۸۴ طبع مصر رسول اللہ (ص) سفر میں نماز مغرب وعشاء جمع کرکے پڑھتے تھے۔

۲.۷۶ کان ابن عمر اذا فاتته الصلاۃ مع الامام جمع بینهما ابن عمرؓ (کی عادت تھی کہ) جب انہیں امام کے ساتھ نماز نہ ملتی (تب) وہ دو نمازوں کو ایک ساتھ پڑھتے تھے۔ صحیح بخاری ج اول کتاب الحج باب الجمع بین الصلاتین بعرفۃ ص ۱۸۴۔ ترجمہ اردو مترجم حیرت دہلوی باب عرفہ میں دو نمازوں کا

ایک ساتھ پڑھنا (ثابت ہے)۔

۷۷. ۳ (عن) معاذ بن جبل قال خرجنا مع رسول اللّٰہ ص عام غزوہ تبوک فکان یجمع الصلوٰۃ فصلی الظھر والعصر جمیعا والمغرب والعشا جمیعا حتیٰ اذا کان یوما اخر الصلوٰۃ ثم خرج فصلی ظھر والعصر جمیعا ثم دخل ثم خرج بعد ذالک فصلی المغرب والعشا جمیعا.. الحدیث. (صحیح مسلم

مع شرح اکامل اللنووی طبع کراچی ج ۲ ص ۲۴۶۔ معاذ بن جبل کہتے ہیں کہ غزوہ تبوک میں ہم حضور ص کے ساتھ روانہ ہوئے راستہ میں حضور ص دو نمازیں ملا کر پڑھتے تھے۔ یعنی ظہر اور عصر کو اور مغرب اور عشا کو ملا کر پڑھ لیتے تھے۔ ایک روز حضور ص نے نماز میں تاخیر کی پھر باہر آ کر ظہر اور عصر ملا کر پڑھی پھر اندر چلے گئے۔ اور پھر باہر آ کر مغرب عشا کی نمازیں ملا کر پڑھیں۔ مزید دیکھیے: صحیح مسلم شریف کامل اردو مترجم آغا رفیق طبع برقی پریس دہلی ج ۲ کتاب الفضائل ح ۲۱۷۷ باب ۸۰۷ ص ۸۴۷۔

۷۸. ۴ عن معاذ ان النبی ص جمع فی غزوہ تبوک بین الظھر والعصر وبین المغرب والعشا۔ ورواہ قرۃ بن خالد وسفیان الثوری ومالک وغیر۔ واحد عن ابی زبیر المکی و بھذا الحدیث یقول الشافعی

واحمد واسحاق یقول لان لاباس ان یجمع بین الصلاتین فی السفر فی وقت احد هما (ترجمہ حدیث گذر چکا ہے)(اہل سنت کے آئمہ) امام قرۃ بن خالد امام سفیان الثوری امام مالک اور کئی دوسرے حضرات نے ابوزبیر مکی کی یہ روایت عن معاذ نقل کی ہے۔ امام شافعی امام احمد اور امام اسحاق اسی کے قائل ہیں۔ کہ سفر میں دو نمازیں ایک ہی وقت میں جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں (جامع ترمذی ج ابواب السفر ۳۸۸ ح ۵۳۸ ص ۳۲۶)۔

۶،۵،۷۹،۸۰ موطا امام مالک کتاب قصر الصلوٰۃ فی السفر باب جمع بین الصلاتین فی الحضر والسفر میں عن ابی ہریرۃؓ تبوک میں جمع بین الصلاتین لکھا ہے۔ اور ح ۲ میں عن معاذ گذری ہوئی حدیث نمبر ۸۷-۴ نقل کی گئی ہے۔

۸۱-۷ عن معاذ روایت ایضاً سنن نسائی ج ۱ باب المسافرین الظہر والعصر ح ۲ ص ۷۹ا میں نقل کی ہے۔

۸۲-۸ عبداللہ بن دینار سے روایت ہے۔۔۔حتیٰ غاب الشفق وتصوبت النجوم ثم انه نزل فصلی صلاتین جمیعا ثم قال رأیت رسول اللّٰه ص اذا جدبه السیر صلی صلواتی هذه یقول جمع بین هما بعد لیل . قال ابو دائود رواه عاصم بن محمد عن اخیه عن سالم رواه ابن ابی نجیع... ان الجمع بینهما من ابن عمر کان بعد غیوب

الشفق یہاں تک کہ شفق غائب ہوگئی اور تارے خوب جگمگا اٹھے تو آپ (ابن عمرؓ) اترے اور دونوں نمازوں کو جمع کر کے پڑھا۔ اور کہا میں نے رسول اللہ ص کو دیکھا کہ جب سفر میں جلدی ہوتی تو ان دنوں نمازوں کو اسی طرح کچھ رات گذرنے پر جمع فرمالیتے۔ امام ابوداؤد نے فرمایا کہ روایت کیا اسے عاصم بن محمد نے ---- کہ ابن عمر نے ان دونوں نمازوں کو شفق غائب ہونے پر جمع فرمایا (سنن ابوداؤد باب ۴۲۳ الجمع بین الصلاتین ح ۱۲۰۴ ص ۳۵۱)۔

نوٹ: ”جمع بین الصلاتین فی السفر“ کے مزید اثبات کے لیئے درجہ ذیل کتب اہل سنت ملاحظہ فرمائیں: امام ابن تمیتہ= منتقی الاخبار ابواب جمع الصلاۃ، امام ناصر البانی=فقہ الحدیث کتاب الصلاۃ، دارقطنی ۱.۳۹۲، امام بیہقی ۳.۱۶۳، ارواء الغیل ۳.۲۸، ۵۷۸، شرح معانی الاثار، علامہ مسعود احمد بانی جماعت المسلمین = صلوٰۃ المسلمین (صلاۃ المسافر)، علامہ شفیق الرحمٰن اہل حدیث= نماز نبوی باب سفر میں دو نمازیں جمع کرنا. امام العسقلانی الشہیر بابن حجر= بلوغ المرام باب صلاۃ المسافر والمریض.

اب حضرات اہل سنت والجماعت کے تمام مکاتب فکر کی کتب سے جمع بین الصلاتین فی السفر ثابت ہوگئی۔ اب ذرا آگے۔

فصل دوم ''جمع بین الصلاتین فی الحضر''

٨٣۔١ عن ابن عباسؓ ان النبیؐ صلی بالمدینۃ سبعاً وثمانیاً الظہر والعصر والمغرب والعشا ۔ تحقیق رسول اللہ ص نے مدینہ میں سات (٣) رکعات مغرب اور چار (رکعت عشا کی) اور آٹھ (٤ رکعت ظہر اور ٤ رکعت عصر کی) کو (جمع کرکے) پڑھا۔ دیکھیے صحیح بخاری طبع مصر ج ١ باب تاخیر الظہر الی العصر ص ٦٦۔ منتقی الاخبار ٦١٥۔

٨٤۔٢ عن ابن عباسؓ صلی النبی ص سبعاً جمیعا وثمانیۃ جمیعا. رسول اللہ ص نے سات رکعت (مغرب وعشا) اور آٹھ رکعت (ظہر اور عصر) جمع کرکے پڑھیں بخاری شریف باب وقت المغرب ج اول ص ٦٨۔ اردو پ ٣ کتاب الصلاۃ ج ١ ح ٥٢٧ ١٣٨۔

٨٥۔٣ عن ابن عباسؓ قال صلی رسول اللہ ص الظہر والعصر جمیعا بالمدینۃ فی غیر خوف ولا سفر قال ابو الزبیر فسالت سعیداً لم فعل ذالک فقال سالت ابن عباس کاسئلتنی فقال اراد ان لا یحرج احدا من امتہ رسول اللہ ص نے بغیر کسی خوف اور سفر کے مدینہ میں ظہر اور عصر کو ملا کر پڑھا۔ ابو الزبیر کہتے ہیں کہ میں نے سعید سے پوچھا کہ رسول اللہ ص نے یہ (جمع بین الصلاتین) کیوں کیا؟ تو سعید نے کہا کہ میں نے یہی سوال ابن

عباس سے کیا تھا جو تو نے مجھ سے کیا۔ ابن عباس نے فرمایا کہ حضور ص نے یہ اس لیئے کیا تھا کہ اس کی امت میں کسی کے لیئے تکلیف نہ ہو۔ دیکھیئے صحیح مسلم ومع شرحہ اکامل للنووی اول کتاب الصلاۃ ص ۲۴۶ مسلم ترجمہ آغا رفیق طبع دہلی باب ۲۳۶ ح ۶۷۳ ص ۱۶۹۔

۸۶۔۴ عن ابن عباسؓ قال صلی رسول اللہ ص الظہر والعصر جمیعا فی غیر خوف ولا سفر۔ رسول اللہ ص نے ظہر اور عصر کو (مدینہ میں) ملا کر پڑھا سواء کسی خوف اور سفر کے۔ کتاب ایضاً ص ۲۴۶۔

۸۷۔۵ ابن عباسؓ کہتے ہیں حضور ص نے امن و اقامت دونوں حالتوں میں ظہر و عصر اور مغرب وعشا کی نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھا ہے۔ (یعنی امن وسکون کی حالت میں بھی اور قیام کی حالت میں بھی دونوں وقتوں کی نمازوں کو جمع کر کے بھی پڑھا ہے خوف اور سفر کی حالت میں نہیں)۔ اس مکمل اردو عبارت کے لیئے دیکھیں صحیح مسلم ترجمہ اردو مترجم علامہ آغا رفیق طبع برقی پریس دہلی سنہ ۱۹۳۷ء ح ۶۷۲ ص ۱۶۹۔

۸۸۔۶ جمع رسول اللہ ص بین الظہر والعصر وبین المغرب والعشآ بالمدینۃ فی غیر خوف ولا مطر۔ رسول اللہ ص نے مدینہ میں سواء کسی خوف اور برسات کے ظہر وعصر اور مغرب وعشآ کو جمع کر کے پڑھا۔ شرح مسلم امام نووی ج

ا برحاشیہ ص ٢٣٦ امام ابن تمیہ منتقی الاخبار ص ٦١٦ میں لکھا ہے ابن عباس نے کہا کہ یہ اس لیئے کیا کہ امت کے لیئے آسانی ہو جائے۔

٨٩۔٧ اوپر گذری ہوئی حدیث نمبر ٨٥۔٣ علامہ (مولوی) محمد صادق سیالکوٹی صاحب کتاب "الصلوٰۃ الرسول" نعمانی کتب خانہ لاہور ص ٢٠١ میں اپنی بات کے اثبات و دلائل میں بطور اثبات پیش کیا ہے۔ اہل حدیث کے اتنے بڑے محقق کا اس حدیث کو بطور ثبوت پیش کرنا اس بات کا روشن ثبوت ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

پھر بھی اگر کوئی رسول اللہ ص کے طریقہ پر عمل کرے تو بسم اللہ اگر نہ کرے تو ماشاء اللہ۔

یہ تو ہر ایک کی اپنی مرضی ہے۔ کسی کو دہلیز سیدہ عالم ع پسند کسی کو دربار شام پسند۔ لا اکراہ فی الدین۔

٩٠۔٨ امام ترمذی ترمذی شریف میں ج اول باب ١٣٦ ماجاءَ بین الصلاتین ح ١٨٧ عن ابن عباس ؓ بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ اس باب میں ابو ہریرہ سے بھی روایت مذکورہ ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں حدیث ابن عباس ؓ آپ سے کئی طریق کے ساتھ مروی ہے۔ جابر بن زید، سعید بن جبیر اور عبداللہ بن شفیق عقیلی نے اسے روایت کیا ہے۔ نیز اثباۃ بین الصلاتین کے لیئے نسائی شریف

ج اول کتاب الصلوٰۃ ابو داؤد ج اول کتاب الصلاۃ (من کتب صحاح ستہ) اور موطا امام مالک کا مطالعہ کریں۔

۹۱۔۹ امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر ج ۳ زیر تفسیر آیۃ اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس ۔۔ میں لکھا ہے "تو هم ان للظهر و العصر وقتاً واحدا وللمغرب والعشآ وقتاً واحدا" یہ آیۃ اس بات پہ اشارہ کرتی ہے کہ ظہر اور عصر کا ایک ہی وقت ہے اور مغرب اور عشا کا بھی ایک ہی وقت ہے۔

اتنے بڑے عالم علامہ اور جمہور علماً اہل سنت کے نزدیک امام فرماتے ہیں کہ" ان الظهر والعصر وقتاً واحدا وللمغرب والعشآ وقتاً واحداً" تو جمع بین الصلاتین فی السفر والحضر کا فیصلہ تو ہو گیا نہ؟ لیکن آیئے مزید اطمینان کے لیئے آگے بڑھتے ہیں۔

۹۲۔۱۰ اور یہ ہیں امام اہل سنت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جو کہ دیو بندی، اہل حدیث، جماعت المسلمین، اہل قرآن اور بریلوی حضرات کے نزدیک واجب الاحترام جانے جاتے ہیں۔

فكانت اوقات الصلوٰة فى الاصل ثلاثة الفجر والعشى (الظهر كما فى الصراح) وغسق الليل وهو قوله تعالىٰ اقم الصلوٰة لدلوک الشمس... الآية وانما قال الى غسق الليل لان صلوة

العشی ممتدمة الیه حکما لعدم وجود الفصل والذالک جاز عند الضرورة الجمع بین الظهر والعصر وبین المغرب والعشا فهذا اصل.

اصل اوقات نماز تین ہیں فجر اور ظہر اور سیاہی رات کا وقت اور وہی مفہوم اللہ تعالیٰ کے فرمان اقم الصلوۃ لدلوک الشمس ۔۔الآیۃ۔ کا ہے اور الی غسق اللیل صرف اس واسطے فرمایا ہے کہ ظہر کی نماز کا وقت رات کی سیاہی تک ہوتا ہے۔ اس لیئے انکے درمیان کوئی فاصلہ نہیں ہے۔ اور اسی واسطے ضرورت کے وقت ظہر اور عصر کے درمیان اور مغرب اور عشا کے درمیان جمع کرنا جائز ہے پس یہ ہی اصل قانون ہے۔ دیکھیئے حجۃ اللہ البالغہ عربی اردو ج ۱ القسم الثانی اوقات نماز ص ۲۲۷۔۲۲۸۔ حجۃ اللہ البالغہ (عربی) ص ۱۹۳۔

مزید دیکھیں: بخاری مع فتح الباری طبع دہلی ج ۱۔ تسہیل الباری شرح صحیح بخاری پ ۳۔ اعلام الموقعین لابن قیم طبع مصر ص ۲۳ مثال ۲۷۔ اور عینی شرح صحیح بخاری طبع مصر ج ۲ ص ۵۳۸ پر تو جماعت آئمۃ القائلین جواز جمع بین الصلاتین فی الحضر میں ابن سیرین وربیعہ واشہب وابن المنذر وقفال کبیر وجماعت اہل حدیث کو شمار کیا ہے۔ اور اسی شرح عینی ج ۳ ص ۵۶۷ میں مزید قائلین یہ لکھتے ہیں: امام شافعی امام احمد امام اسحٰق وجماعت صحابہ وعلی ابن ابی طالب وسعد بن ابی وقاص وسعید بن زید واسامہ بن زید ومعاذ بن جبل وابی موسیٰ وابن عمر وابن عباس وجماعت تابعین

ومجتہدین۔

قارئین کرام اب تک ہم نے ''جمع بین الصلاتین فی السفر والحضر'' اہل سنت والجماعت کی صحاح ستہ اور دیگر مستند اور معتبر کتب سے ثابت کردی ہے۔ اب تقاضائے انصاف یہی چاہتا ہے کہ اب تحقیق کو پایہ ثبوت تک پہنچانے کے لیئے دہلیز سیدۂ عالم صلوٰۃ اللہ علیھا پہ باادب واحترام جبین عقیدت خم کی جائے اور احادیث آل رسول ص کا مطالعہ کیا جائے۔ تو لیجئے بسم اللہ۔

فصل سوم

کتب امامیہ شیعہ اثنا عشریہ

٩٣۔ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام، قال رسول اللہ ص صلی بالناس ظھر والعصر حین زالت الشمس فی جماعت من غیر علت وصلی بھم المغرب والعشاء الاخر قبل سقوط الشفق من غیر علت فی جماعت وانما فعل رسول اللہ ص یستع الوقت فی امتہ۔ صادق العترۃ صلوٰۃ اللہ علیہ نے اپنے آباءِ الطاہرین صلوٰۃ اللہ علیھم کے توسط سے فرمایا رسول اللہ ص جماعت کے ساتھ ظہر وعصر کی ایک ساتھ نمازیں پڑھیں شفق درو ہونے سے پہلے بغیر کسی سبب کے اور حضور ص نے اس لیئے کیا کہ انکی امت کے لیئے وقت میں وسعت ہو جائے۔ فروع کافی شریف ج اول کتاب الصلاۃ

باب جمع بین الصلاتین۔

۹۴۔۲ عبداللہ بن سنان نے صادق العترۃ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ص نے حالت حضر (مدینہ) میں نماز ظہر اور عصر کو ایک ساتھ جمع کرکے ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ اور مغرب وعشا کو ایک ساتھ جمع کرکے ایک اذان دو اقامتوں کے ساتھ سواء کسی عذر وسبب کے پڑھا۔ من لا یحضرہ الفقیہ (اردو) ج ا کتاب الصلاۃ باب ۸ جمع بین الصلاتین۔

۹۵۔۳ عن امیر المومنین صلوٰۃ اللہ علیہ قال الجمع بین الصلاتین یزید فی الرزق مولائے متقیان علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جمع بین الصلاتین کرنے سے رزق میں اضافہ ہوتا ہے. مستدرک الوسائل آغائی نوری طبرسیؒ ج اول کتاب الصلاۃ ابواب المواقیت باب الجواز بین الصلاتین بغیر عذر ح ا ص ۱۹۲ بحوالہ الخصال .

۹۶،۹۷۔۴،۵ اسی مستدرک کے اسی حوالے میں جمع بین الصلاتین عن جعفر بن محمد بحوالہ دائم الاسلام اور ۲۔ بروز غدیر نبی ص وعلی ع کی ظہرین کی نمازیں جمع کرکے پڑھنا بحوالہ اقبال ابن طاؤسؒ لکھا ہے۔

۹۸،۹۹۔۶،۷ عن صفوان الجمال قال صلی بنا ابو عبد اللہ

علیہ السلام الظہر و العصر عنما زالت الشمس باذان و اقامتین. امام علیہ السلام نے زوال کے (فوراً) بعد ہمیں ظہر و عصر کی دونوں نمازیں اکٹھی پڑھائیں۔ (حوالہ بعد میں) امام علیہ السلام نے (دو نمازیں) نماز مغرب وعشا بعد غروب آفتاب بوقت مغرب اکٹھی کر کے ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ پڑھائی اور فرمایا کہ رسول اللہ ص نے بھی اسی طرح پڑھی تھی۔ (شرح لمعہ الدمشقیہ آقائی خوانساری ص ۲۷۲)۔

۱۰۰_۸ ایک طویل روایت ''عیون'' میں موجود ہے جس میں مولا امام علی الرضا علیہ السلام کی پڑھی ہوئی نماز لکھی ہے جس میں امام علیہ السلام کی جمع بین الصلاتین کا ذکر موجود ہے۔ عیون اخبار الرضا علیہ السلام (اردو) ج ۲ ص ۲۸۳، ۲۸۲ ، مزید معلومات اور اطمینان کے لیے درجہ ذیل شیعہ کتب ملاحظہ فرمائیں:

تہذیب الاحکام، استبصار، وسائل شیعہ، حقائق الفقہ وغیرہ

فصل چہارم ''ایک اذان دو اقامتیں دو نمازیں''

کتب اہل سنت والجماعت

کافی اثبات تو ''جمع بین الصلاتین فی السفر والحضر'' سے ملتے ہیں۔ مزید چند اور بھی۔

۱۰۱۔۱ عن جابر بن عبداللہؓ قال دفع رسول اللہ (ص)

حتیٰ انتھی الی المز دلفۃ فصلی بھا المغرب والعشاء باذان واقامتین ولم یصل بینھما شیئا.

رسول اللہ(ص) (عرفات سے) واپس تشریف لائے جب آپ (ص) مزدلفہ پہنچے تو وہاں آپ (ص) نے نماز مغرب وعشاٰ ایک اذان اور دو اقامتوں سے ملا کر پڑھی۔ اور درمیان میں کوئی دوسری نماز ادا نہیں کی۔ دیکھیے سنن نسائی باب الاذان لمن یجمع بین ج ۱ ص ۲۰۰۔

۱۰۲،۱۰۳-۲،۳ ظہر اور عصر کو جمع کرنا ہو تو ظہر کے وقت ظہر اور عصر دونوں ملا کر پڑھ لی جائیں (بحوالہ صحیح مسلم باب سترۃ المصلی عن ابی جحیفۃ وروی البخاری نحوہ فی ابواب السترۃ) یا عصر کے وقت ظہر اور عصر ملا کر پڑھ لی جائیں اسی طرح مغرب و عشاٰ کو جمع کیا جاسکتا ہے (بحوالہ ابوداؤد والترمذی عن معاذ وسندہ حسن۔ مرعاۃ ج ۳ ص ۲۶۷) ان حوالوں کے ساتھ دونوں حدیثوں کے لیئے دیکھیئے صلوٰۃ المسلمین مؤلف امیر جماعت المسلمین مسعود احمد ص ۲۸۷-۲۸۶۔

۱۰۴-۴ اسی قسم کی ایک اور حدیث عن معاذ کے لیئے دیکھیئے امام ابن تمیمہ = منتقی الاخبار ابواب جمع الصلاۃ ح ۱۵۳۱۔ نیز دیکھیئے علامہ راغب رحمانی کی کتاب حدیقۃ الاظہار ج اول ناشر دار الدعوۃ السلفیہ باب دو نمازیں جمع کرنے کا بیان۔ اور امام ابن حجر عسقلانی۔ بلوغ المرام ح ۳۲۸ ص ۱۵۷۔

۱۰۵۔۵ امام احمد، امام شافعی، امام مالک اور امام ابن باز بھی اسی کے قائل ہیں۔ دیکھیے فقہ الحدیث امام البانی ص ۵۷۹۔

۱۰۶۔۶ رسول اللہ (ص) سے بغیر کسی بیماری، بارش، سفر اور خوف کے بھی نمازیں جمع کرنا ثابت ہے۔ دیکھیے امام ناصر الدین البانی۔ فقہ الحدیث ج ۱ کتاب الصلاۃ ص ۵۸۰ بحوالہ مسلم ۷۰۵ احمد ۱، ۲۲۳۔ ابوداؤد ۱۲۱۴۔ ترمذی ۱۸۷۔ نسائی ۱، ۲۹۰۔ شرح معانی الآثار ۱۶۰ بیہقی ۳۔ ۱۶۶۔

۱۰۷۔۷ امام ابن تیمیہ (کہتے ہیں) مطلقاً نمازیں جمع کرنا درست ہے جبکہ رفع حرج مقصود ہو۔ فقہ الحدیث ج اول ص ۵۸۰ بحوالہ مجموع الفتاوی ۲۴۔ ۹۔

۱۰۸۔۸ ثم اذن بلال ثم اقام فصل الظہر ثم اقام فصل العصر ولم یصل بینھما شیئا۔ پھر حضرت بلال نے اذان دی پھر اقامت کہی اور (حضور (ص) نے) نماز ظہر ادا فرمائی پھر اقامت کہی پھر (آپ ص نے) عصر کی نماز پڑھائی۔ اور درمیان میں کوئی نماز نہ پڑھی۔ سنن نسائی باب الاذان لمن یجمع بین الصلاتین فی وقت الاول ص ۱۹۹۔

۱۰۹،۱۱۰ ۹،۱۰ حضرت جابر ابن عمر سے بھی نبی ص کی مزدلفہ میں ایک اذان دو اقامتوں سے مغرب اور عشا کی نمازیں جمع کر کے پڑھنا لکھا ہے۔ دیکھیے تعطیر المشام طبع لاہور سنہ ۱۹۳۰ ص ۳۴۔

ان اثبات کے بعد ایک مرتبہ پھر دہلیز سیدہ عالم سلام اللہ علیہا پر جبیں عقیدۃ خم کرتے ہیں اور اطمینان حاصل کرنے کی خاطر احادیث آئمۃ الھدیٰ علیھم الصلوٰۃ والسلام کی تلاوت کرتے ہیں۔

کتب امامیہ شیعہ اثنا عشریہ

ای باب کے فصل سوم میں آٹھ احادیث پہلے گذر چکی ہیں رجوع کریں

مزید اثبات:

۱۱۱۔ا زرارہ سے روایت ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا۔۔۔ رسول اللہؐ نے مقام عرفات میں نماز ظہر و عصر ملا کر ایک اذان دو اقامتوں کے ساتھ پڑھیں اور مزدلفہ میں مغرب و عشا کی نمازیں جمع کر کے ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ پڑھی ہیں۔ من لایحضرہ الفقیہ ح ۸۸۵۔

۲۔۱۱۲ رسول اللہؐ نے مغرب و عشا کی نمازیں جمع کر کے پڑھیں ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ۔ مستدرک الوسائل آغائی نوری طبرسیؒ ج ۱ ص ۱۹۲ بحوالہ عوالی اللئالی۔

۱۴، ۱۱۳ . ۳، ۴ مستدرک ایضاً میں ابواب الاذان والاقامة باب ۲۸ استحباب الجمع بین الظهری عرفة و ظهری الجمعه وعشائی المزدلفه وهی الجمع صليت بها المغرب و اللعشا

باذان واحد واقامتین وجواز ذالک فی کل فریضین (یہ تمام فریضہ نمازوں میں ایک اذان دو اقامتوں کا جواز ہے) اس باب میں دو حدیثیں ہیں ایک بحوالہ فقہ الرضا ع اور ایک بحوالہ دعائم الاسلام عن امیر المومنین علیہ السلام ان دونوں حدیثوں میں ایک اذان اور دو اقامتوں کا ذکر ہے۔

اب فیصلہ کرنا قارئین کا کام ہے۔ ہمارا فریضہ فقط اور فقط یہ ہے کہ چھپے ہوئے حقائق کو ظاہر کردیں۔

باب پنجم ''ارسال یدین'' (ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا)

فصل اول ''نماز تبدیل ہوگئی''

قارئین کرام نماز دین کا ستون ہے۔ احادیث رسول (ص) میں تارک الصلاۃ کفر کے فعل کا مرتکب ہے۔ عمداً نماز ترک کرنا کفر ہے۔ اہل سنت حضرات کے نزدیک نماز سب سے پہلے نمبر پر ہے ملت جعفریہ میں فروع دین میں پہلی نماز ہے۔

مقام افسوس یہ ہے کہ ہم مسلمان نماز پہ بھی متفق نہیں ہیں۔ ہر ایک کا اپنا طریقہ ہے۔ کسی نے اپنے ہاتھ سینہ پہ باندھے۔ کسی نے ناف پر کسی نے زیر ناف کسی نے کسی ہاتھ باندھ کر قرأۃ کی پھر رکوع سے کھڑے ہو کر ہاتھ باندھے پھر اللہ اکبر کی اور کسی نے ہاتھ کھول کر نماز پڑھی۔

کسی نے رفع الیدین صرف تکبیرۃ الاحرام کے وقت کی، کسی نے رکوع سے اٹھنے تک، کسی نے رکوع اور سجود میں جانے اور اٹھنے تک رفع یدین کی، کسی نے رفع یدین کو منسوخ کہا۔ کسی نے قنوت کیا کسی نے نہیں کیا۔ کسی نے نوافل میں کیا کسی نے فرائض میں کیا کسی نے تمام نمازوں میں کیا۔ کسی نے جمع بین الصلاتین کی تو کسی نے اسے غلط کہا۔ حتیٰ کہ جمع بین الصلاتین کو بدعت کہہ دیا۔

اللہ اکبر!!! ۔کسی نے سلام ادھر ادھر کاندھے کو موڑ کر کیا۔ کسی نے آنکھ سے اشارہ کر کے کیا۔ کسی نے سلام سے نماز ختم کر دی، کسی نے سلام کے بعد تکبیر سے نماز ختم کی۔ کسی نے بسم اللہ کو ہر سورۃ کا جز جانا اور کسی نے نماز میں قرأۃ بسم اللہ ہی چھوڑ دی۔

ایک متلاشی حق تو یہ کہے گا کہ مسلمانوں رسول اللہ (ص) نے ۲۳ برس تک نماز پڑھی۔ اہلبیت عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے گھر کے اندر اور باہر، سفر میں اور حضر میں ہر جگہ دیکھا کہ آپ (ص) نماز اس طریقہ سے ادا فرما رہے ہیں۔ ازواج رسول رضوان اللہ علیھن نے گھر میں دیکھا صحابہ کرامؓ نے دیکھا کہ آپ (ص) اس طرح پڑھ رہے ہیں۔ طریقہ نماز آنکھوں سے دیکھا قرأۃ کو کانوں سے سنا۔ دل نے تسلیم کیا کہ یہ بانئ شریعت (ص) ہے یہی رسول اللہ اعظم (ص) ہے۔ طریقہ وہی صحیح جو آپ (ص) نے بجالایا ہے۔ آنکھوں نے دیکھا کانوں نے سنا اور دل نے تسلیم کیا اور ایک دو مرتبہ نہیں بلکہ ۲۳ برس تک ۔اب حضور (ص) نے نماز تو ایک طریقہ سے پڑھی ہوگی نہ؟ کبھی ایسے کبھی ویسے کبھی ویسے تو نہیں۔ پھر دیکھتے ہیں کہ نماز کی حالت بدل گئی۔ آخر کیوں بدلی اور کس نے بدلی؟ یہی مقام غور و فکر ہے۔

تو آیئے اس مسئلہ پر غیر متعصبانہ اور محققانہ طریق سے تحقیق کرتے ہیں۔

۱۱۵۔ عن انسؓ قال ما اعرف شیئاً مما کان علیٰ عھد النبی (ص) قیل الصلوٰۃ؟ قال الیس ضیعتم ما ضیعتم فیھا۔ صحیح بخاری طبع مصر کتاب مواقیت الصلاۃ باب تضییع الصلاۃ عن وقتھا ص ۶۵۔ اس حدیث کا ترجمہ جناب مسعود احمد صاحب امیر جماعت المسلمین کتاب صلوٰۃ المسلمین ص ۴۳۹ پر یوں کرتے ہیں: (ایک دن) حضرت انسؓ نے لوگوں سے فرمایا جو چیزیں رسول اللہ (ص) کے زمانے میں تھیں ان میں سے مجھے اب کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ لوگوں نے پوچھا ''کیا صلوٰۃ بھی اسی طریقہ پر نہیں ہے؟'' حضرت انسؓ نے فرمایا ''صلوٰۃ میں بھی تو تم لوگوں نے کیا کیا تغیر وتبدل کر دیا۔

۱۱۶۔۲ اسی صحیح بخاری کے باب مذکورہ میں دوسری حدیث یہ ہے: عن عثمان بن ابی رواد اخی عبد العزیز قال سمعت الزھری یقول دخلت علی انس ابن مالک بدمشق وھو یبکی فقلت لہ ما یبکیک؟ فقال لا اعرف شیئاً مما ادرکت الا ھذا الصلوٰۃ قد ضیعۃ. اور جناب مسعود احمد کتاب صلوٰۃ المسلمین ص ۴۴۰ پر اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں: حضرت عثمان بن ابی رواہ کہتے ہیں میں نے امام زہری سے سنا وہ فرماتے تھے ''میں ایک دن، دمشق میں حضرت انسؓ سے ملنے گیا میں نے دیکھا کہ'' وہ رو رہے تھے۔ میں نے پوچھا کہ کس چیز نے آپ کو رلایا ہے؟ حضرت انسؓ نے فرمایا'' جو باتیں میں نے

رسول اللہ ص کے زمانے میں دیکھی تھیں ان میں سے اب کوئی بات مجھے نظر نہیں آتی سواء صلوٰۃ کے اور حقیقت یہ ہے کہ صلوٰۃ بھی ضایع کردی گئی۔(مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں: یعنی وہ بھی اصلی حالت پر باقی نہیں رہی)۔ اور یہ احادیث علامہ موصوف نے زیر عنوان ''سنتوں کا ترک'' اپنی اثبات میں بیان کی ہیں۔ یعنی موصوف نے انکو صحیح مانا ہے۔ تب تو اثبات میں پیش کی ہیں۔

۳.۱۱۶ ایک اور حدیث صلوٰۃ المسلمین ص ۳۴۱ پر بحوالہ ''صحیح بخاری کتاب الاذان باب فصل صلوٰۃ الفجر فی جماعۃ لکھی ھے جو یہ ھے. ''حضرت ام درداء کھتی ھیں'': دخل علی ابو درداء وھو مغضب فقلت ما اغضبک؟ فقال واللّٰہ ما اعرف من امۃ محمد ص شینا الا انھم یصلون جمیعا''. (ایک دن) ابو درداءؓ غصہ کی حالت میں میرے پاس آئے میں نے کہا کس چیز نے آپ کو غصہ دلایا ہے؟ ابو درداءؓ نے فرمایا اللہ کی قسم میں محمد ص کی امت میں کوئی بات (اصلی حالت پر) نہیں پاتا سوائے اس کے کہ یہ لوگ جماعت سے نماز ادا کرتے ہیں۔

۴.۱۱۷ عن ابی سعید الخدریؓ ان رسول اللّٰہ ص قام خطیبا. فکان فیھا قال الا لا یمنعن رجلا ھیبۃ الناس ان یقول بحق اذا علمہ قال فبکیٰ ابو سعید وقال قد واللّٰہ رأینا اشیا فھبنا.

(رفع الحاجۃ عن سنن ابن ماجہ طبع لاہور ج ۳ باب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بیان ص ۲۹۱) اور اسی حدیث کا ترجمہ اور شرح اسی رفع الحاجہ میں یوں کیا گیا ہے۔ ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ص خطبہ پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے تو خطبہ میں فرمایا آگاہ ہو کسی آدمی کو حق کہنے سے لوگوں کی ہیبت نہ ہونی چاہیے جب وہ حق کو جانتا ہو۔ یہ حدیث بیان کر ابو سعیدؓ روئے اور کہنے لگے قسم خدا کی ہم نے تو کئی چیزیں (شرع کے خلاف) دیکھیں لیکن ہم کو ہیبت آ گئی۔ (بر حاشہ) اور ان سے منع نہ کر سکے۔ جب جان یا مال کے تلف ہونے کا اندیشہ ہو تو اس وقت یہ حکم بطور فضیلت کے ہے نہ وجوب کے کیونکہ اجماع ہے کہ ایسی حالت میں امر بالمعروف کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے بلکہ کلمہ کفر بھی زبان سے نکالنا جائز ہے۔

۱۱۸۔۵ جناب انسؓ بن مالک بن نضر نے باختلاف روایت سن ۹۰ ھجری میں یک سوتین برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔ (رقم ۱) حوالہ بعد میں آتا ہے۔

۱۱۶۔۵ جناب ابو درداءؓ بن عامر انصاری خزرجی۔۔۔ دمشق میں سنہ ۳۲ ھ میں انتقال فرمایا۔ رقم ۲۲۳ حوالہ بعد میں۔

۱۲۰۔۷ جناب ابو سعید الخدریؓ ۸۴ برس کی عمر میں سنہ ۷۴ھ میں فوت ہوئے۔ رقم ۳۵۰۔ تینوں حوالوں کے لیے دیکھیے اکمال فی اسماء الرجال شیخ ولی الدین یعنی جناب انسؓ کی عمر ہجرت مدینہ کے وقت "۲۰" برس تھی اور ابو سعید خدریؓ

کے وقت انس کی عمر پچاس سال "۱۰" برس کے تھے۔ اور وفات رسول اللہ (ص) کے وقت انس کی عمر پچاس سال دو ماہ تھی اور ابو سعیدؓ بیس سال کے اور جناب ابو درداء بہت عاقل عالم صالح اور صاحب حکمت بزرگ تھے۔ الاکمال فی اسماء الرجال رقم ۲۲۳، یعنی تینوں صحابہ عاقل بھی تھے بالغ بھی تھے۔ اور عالم بھی بھی، نہ جانے انکی کتنی عظمت تھی۔ اتنی عظمت والوں نے حضور (ص) کا ہر عمر دور سے اور قریب سے اچھے طریقے سے دیکھ لیا تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہر چیز تبدیل ہوگئی۔ ابوداؤد کی وفات ۳۲ھ میں ہوئی۔ اور انس اور ابو درداء کی روایات تو صحیح بخاری میں ہیں۔ آئیے ذرا صحیح بخاری کا معیار دیکھیں۔

علامہ محمد اکرم حجہ صاحب "اختلافی مسائل ص ۱۵" پر تحریر فرماتے ہیں "محدثین کا اتفاق ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں جو کچھ متصل اور مرفوع ہے قطعی طور پر صحیح ہے۔ انکے مصنفین تک تواتر کے ساتھ پہنچا ہے جو کوئی ان پر انگشت نمائی کریگا فھو مبتدع غیل سبیل المومنین۔

(بحوالہ حجۃ البالغہ ج ۱ ص ۱۳۴) یعنی وہ بدعتی ہے اور مومنین کی راہ کو چھوڑنے والا ہے بحکم حدیث بدعتی گمراہ اور جہنمی ہے۔

اور اسی طرح علامہ گوندلوی نے "التحقیق الراسخ" میں لکھا ہے۔ اور جناب محدث کھندیلوی صاحب کتاب "خاتمہ اختلاف ص ۹۴" پر تحریر فرماتے ہیں۔ اتفق علماء الشرق والمغرب علی انہ لیس بعد کتاب اللہ اصح من صحیح بخاری والمسلم۔ بحوالہ عمدۃ

القاری ج ۱ ص ۸۔ مشرق ومغرب کے تمام علما (اہل سنت) اس بات پر متفق ہیں کہ کتاب اللہ کے بعد بخاری ومسلم سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں۔

تو اسی صحیح بخاری شریف میں حضرت انسؓ اور ابودرداءؓ کی روایات موجود ہیں۔ جن کو صحیح مان کر جناب مسعود احمد صاحب نے اپنے عنوان تحت بطور دلیل پیش کیا ہے۔

ہائے افسوس صد افسوس امت رسول ص نے دین سے کیا برتاؤ کیا!!!

قارئین محترم یہ تو دور صحابہؓ کی بات تھی ائمۃ اربعۃ تو بعد میں آئے جو اس طرح ہے۔

۱۔ امام ابوحنیفہؒ: آپ کا نام نعمان بن ثابت اور کنیت ابوحنیفہ ہے آپ کی پیدائش سن ۸۰ ھ میں کوفہ شہر میں ہوئی۔۔۔۔سن وفات ۱۵۰ھ دیکھیے فقہ الحدیث امام البانی ج اول ص ۸۱ تا ۸۳۔ الامام الصادق عد والمذاہب اربعہ ص ۲۹۰، علامہ محمد اسحاق صاحب۔ اتباع محمد ص ۴۵۔

۲۔ امام مالکؒ: آپ کا نام مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر اور کنیت ابوعبداللہ ہے۔ آپ سنہ ۹۳ ھ میں مدینہ میں پیدا ہوئے۔ سن ۱۷۹ ھ میں فوت ہوئے۔ (فقہ الحدیث ص ۸۳، ۸۴، اتباع محمد ص ۴۵، ۴۶ الامام الصادق عد والمذاہب اربعہ امام مالک کی وفات سن ۱۷۱ھ لکھی ہے۔)

۳۔ امام شافعیؒ: آپ کا نام محمد بن ادریس شافعی اور کنیت ابوعبداللہ

ہے آپ ۱۵۰ھ میں غزہ میں پیدا ہوئے۔ اور ۲۰۴ھ میں فوت ہوئے۔ فقہ الحدیث ص ۸۴، ۸۵، اجماع محمد ص ۴۶، ۴۷، کتاب الامام الصادق عہ میں شافعیؒ کی وفات سن ۱۹۸ھ ہے۔

۴۔ امام حنبلؒ: آپ کا نام احمد بن محمد حنبل اور کنیت ابو عبداللہ ہے آپ کی پیدائش سنہ ۱۶۴ھ میں اور وفات ۲۴۱ھ میں ہوئی۔ فقہ الحدیث ص ۸۵۔۸۶ اجماع محمد ص ص ۴۶، ۴۷۔ امام الصادق والمذاہب اربعہ ص ۲۹۰۔

حکم تو حزب اقتدار کا چلتا ہے نہ کہ حزب اختلاف کا۔ آل محمد علیہم السلام تو حکومت میں نہیں تھے۔ مولائے متقیان امیر المومنین صلوۃ اللہ علیہ سے لے کر امام حسن عسکری علیہ السلام تک آئمۃ الھدیٰ علیہم السلام کی زندگانی کا مطالعہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کو اپنا دین باقی رکھنا تھا۔ قائم الحجۃ عجل اللہ فرجہ الشریف کو پردہ غیبت میں رکھا تا کہ "لیظھرہ علی الدین کلہ" کی تفسیر مکمل ہو جائے۔ باقی گیارہ تو سارے شہید کر دیے گئے۔ انہوں نے تو دین میں تبدیلی نہیں کی۔ وہ تو دین بچاتے رہے۔ نوک نیزہ پر، قید شام میں اموی عباسیوں کے مظالم میں ہر جگہ دین اسلام بچایا۔

آئمۃ الھدیٰ علیہم السلام کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ جو پہلے نے فرمایا وہی سب نے قبول کیا اور فرمایا حلال محمد (ص) حلال الی یوم القیامۃ و حرامہ حرام الی یوم القیامۃ (کافی شرف) سوچنے کا مقام ہے۔ غور و فکر کرنے

کا مقام ہے۔ موت یقیناً آئے گی۔ مرنے سے پہلے سوچا جائے۔ حکم کن کا چلتا تھا۔ صاحبان اقتدار کون تھے۔ مظلوم کون تھے۔ نماز کو کس نے تبدیل کر دیا۔ پورے دین میں اپنی رائے اپنا قیاس اپنی اپنی فتویٰ کس کس نے ٹھونس دی اسی پر ہی غور کرنا ہو گا۔ پھر دین کی مظلومی سمجھ میں آئے گی۔

فصل دوم

"نماز میں ہاتھ باندھنے کی روایات اور ان کا ضعف"

اس فصل میں ہم حضرات اہل سنت والجماعت کے کتب سے نماز میں ہاتھ باندھنے کی روایات واحادیث پیش کرکے اور انہی حضرات کے آئمۃ اور علماء کے فتووں کے مطابق ان کا ضعف پیش کرتے ہیں۔ تو لیجیے

۳۱۔ ان علیاً قال السنة وضع الکف علی الکف فی الصلوٰۃ تحت السرۃ (سنن ابوداؤد کتاب الصلاۃ باب ۲۶۹ ح ۷۵۱۔ ج ۳ ص ۱۰۵۔ بعض نے اسکو بیہقی ج ۲ ص ۳۱ سے بھی نقل کیا ہے) (مولائے متقیان) علی علیہ السلام نے فرمایا کہ نماز میں ایک ہتھیلی کا دوسری پر ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے۔

لطف کی بات یہ ہے کہ اسی امام بیہقی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے ملاحظہ فرمائیں:

جرح: (الف) علامہ ڈاکٹر شفیق الرحمن اپنی کتاب نماز نبوی صحیح احادیث

کی روشنی میں (دارالسلام) ص ۱۳۵ پر لکھتے ہیں۔ رہی حضرت علی کی روایت ''سنت ہے۔۔۔۔۔'' تو اسے امام بیہقی اور حافظ ابن حجر نے ضعیف قرار دیا ہے۔

ب: اس حدیث کے متعلق شارح صحیح مسلم امام نووی اپنی شرح مسلم ج اول ص ۱۷۳ پر یوں لکھتے ہیں واما حدیث علیؓ انه قال من فی الصلوٰۃ وضع الکف علی الکف تحت السرۃ ضعیف متفق علی تضعیفه رواه دارقطنی والبیهقی من روایة ابی شیبة عبدالرحمان بن اسحاق الواسطی وهو ضعیف بالاتفاق.

یعنی امام نووی کہتے ہیں کہ (امیر المومنین) علی (ابن ابی طالب علیهما السلام) کی (طرف منسوب) یہ ہاتھ باندھنے والی حدیث ضعیف ہے اور اس کے ضعف پر سب متفق ہیں۔ اور اسکو دارقطنی بیہقی نے ابی شیبہ عبدالرحمن بن اسحاق الواسطی کی روایت سے لکھا ہے جو بالاتفاق ضعیف ہے۔

''ت'' تقریب التہذیب ص ۲۲۵ پر ہے عبدالرحمن ابن اسحٰق بن حارث واسطی ابوشیبہ ویقال کوفی قال الاحمد ضعیف من السابعۃ۔

''ج'' امام عینی شرح ج ۱۵۳ میں لکھتے ہیں ''قلت هذا قول علی ابن ابی طالب واسناده الی النبی ص غلط'' اسکے اسناد غلط ہیں۔ پھر لکھتے ہیں ولکن الذی روی عن علی فیه مقال لان فی سنده عبدالرحمن بن

اسحق الکوفی قال الاحمد لیس بشیء امام احمد کہتے ہیں وہ لاشیء (کچھ بھی نہیں) ہے۔

"ح" علامہ محمد داؤد راغب رحمانی مترجم منتقی الاخبار للامام ابن تمیمہ اسی ترجمہ میں اس حدیث کی شرح میں ص ۳۶۹ پہ لکھتے ہیں "اس حدیث کی اسناد کا مدار عبدالرحمن ابن اسحق کوفی پر ہے جو منکر و ضعیف راوی ہے۔۔۔۔ علاوہ ازیں ابو جریر ضبی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کو دیکھا دائیں ہاتھ سے بائیں پہونچے کو ناف کے اوپر پکڑے ہوئے تھے۔ اس کی سند میں ابوطالوت عبدالسلام بن ابن حازم ہیں۔ امام داؤد نے فرمایا ان کی حدیثیں لکھی جاتی تھیں۔ یعنی بنائی جاتی تھیں۔ اور علی علیہ السلام کی طرف منسوب یہ دوسری حدیث بھی غلط ہوئی۔

ابوداؤد کی ابوہریرہ والی حدیث میں ہے ناف کے نیچے ہاتھوں پہ رکھنا (جو کہ اس کتاب میں ح ۱۲۵۔۵ میں لکھی ہے رضا عفی عنہ) اس کی سند میں وہی عبدالرحمن بن اسحق ہے جو ضعیف ہے۔

"خ" فقہ الحدیث للمحدث علامہ ناصر الدین البانی ترتیب عمران ایوب لاہوری ج اول ص ۳۰۶ پر مولائے متقیان امیرالمومنین صلوٰۃ اللہ علیہ کی طرف اس منسوب غلط حدیث کو ان حوالہ جات سے ضعیف لکھا ہے۔

امام احمد (۱۱۰،۱) امام بیہقی (۳۱،۲) امام نووی: الخلاصہ ۳۵۹،۱ نیل الاوطار (۲۰۷،۱) شرح مسلم للنووی (۱۰۵،۳)۔

اب اس کمزور ترین حدیث کو ماننا ہے یا نہیں یہ قارئین کرام کا کام ہے، ہمارا نہیں، ہم نے حقیقت کو ظاہر کر دیا اور بس۔

۱۲۲۔۲ عن قبیصه بن هلب عن ابیه قال کان رسول الله (ص) یومنا فیاخذ شماله بیمینه. رسول اللہ (ص) ہماری امامت فرماتے اور بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے پکڑتے۔ جامع ترمذی باب ۱۸۵ ح ۲۳۹ ص ۱۹۰۔

جرح: (الف): اس میں یہ کہاں لکھا ہے کہ سینہ پر، ناف پر یا زیر ناف، اول تو یہ طے کرنا چاہیئے کہ یہ کس جگہ کے لیئے ہے؟ نہ سینہ ثابت نہ ناف نہ زیر ناف، تو یہ کس کے کھاتہ میں لکھی جائے؟

"ب" اسم هلب یزید بن قنانۃ الطائی (ترمذی شریف) اسی هلب سے سند احمد میں ایک اور روایت بھی ہے جس میں سینہ پہ ہاتھ رکھنے کا ذکر ہے۔

(ت) علامہ علی محمد حقانی صاحب کتاب "نبوی نماز ج ا ص ۲۳۱۔۲۳۲ پہ لکھتے ہیں" اس کی روایت میں سماک بن حرب نے تفرد اختیار کیا ہے اور بہت محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ امام نسائی کہتے ہیں کہ یہ سماک جب تفرد اختیار کرے تو اسکی روایت قابل دلیل نہیں ہوتی۔ دوسرا یہ کہ اس روایت کی سند میں حضرت سفیان ثوری

ہے۔ اگر یہ روایت قابل استدلال اور عمل ہوتی تو وہ خود بھی اس پہ عمل کرتا۔ وہ تو زیر ناف باندھنے کا قائل ہے۔

"ث" جناب حقانی صاحب کا حوالہ آپ نے پڑھا دیکھیئے کیسے حق ظاہر ہوگیا۔ وہی راوی کہتا ہے سینہ پر اور وہی کہتا ہے زیر ناف۔ اسی ہی کو دربار شام کی بناوٹ کہتے ہیں۔ ثابت ہوا کہ یہ حدیث بھی قابل اعتماد نہیں۔

۱۲۳۔۳ قال سمعت ابن زبیر یقول صف القدمین ووضع الید علی الید من السنة. ابن زبیر کو کہتے سنا کہ قدموں کو برابر رکھنا اور ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھنا سنت ہے۔ (سنن ابن داؤد باب ۲۶۹ ح ۴۹۲)۔

جرح: یہ قول ابن زبیر بھی قابل اعتماد نہیں۔ کیوں؟

اسلیئے کہ اس کا راوی نصر بن علی متہم ہے (ابوداؤد میں اسناد اس طرح ہیں: نصر بن علی عن ابواحمد عن العلاء بن صالح عن زرعة بن عبدالرحمن قال سمعت ابن زبیر ۔۔۔) ابو محمد مجہول ہے اور ناپسندیدہ حدیثیں بیان کرتا تھا اور زرعہ سے لوگ حدیثیں نہیں لیتے تھے۔ اور اسکی حدیثیں باطل ہوتی تھیں۔ (میزان الاعتدال)۔

"ب" یہ حدیث نبوی ص نہیں ہے۔ بلکہ ابن زبیر کی اپنی راہ ہے وہ بھی ابن زبیر کی راہ نہیں کہہ سکتے کیونکہ بروایت صحیح "کان ابن زبیر اذا صلی یرسل یدیه" ابن زبیر نماز پڑھتے تو ہاتھوں کو کھول دیتے تھے۔ ابن زبیر کے ارسال یدین

کے لیئے دیکھیے کتاب ''ارسال یدین'' مصنف سید اظہر علی طبع لاہور ص ۴۲ بحوالہ دراسات للبیت طبع لاہور ۱۸٦۸ ع ص ۳۴۰۔

صاف ظاہر ہے کہ یہ ابن زبیر کی طرف غلط بات منسوب کی گئی ہے اور جواہر مضیعۃ ج ۲ ص ۴۲۷ طبع حیدرآباد دکن میں ہے جب راوی کا عمل اسکی روایت کے مخالف ہو تو عمل ہی معتبر سمجھا جاتا ہے نہ کہ روایت۔

۱۴۴۔۴ حدثنامحمد بن بکار بن ریان عن ھشیم بن بشیر عن الحاج ابن ابی زینب عن ابی عثمان النھدی عن ابن مسعود انه کان یصلی فوضع یده الیسری علی الیمینی فرآه النبی (ص) فوضع یده الیمنی علی الیسری۔ ابن مسعود نماز پڑھ رہے تھے بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ پہ رکھے ہوئے۔ سنن ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب ۲۶۹۔ ح ۷۵۰۔

جرح الف: یہ کس جگہ ہاتھ باندھے جائیں؟ سینہ پہ، ناف پہ یا زیر ناف، یہ کس کے کھاتہ میں جائے؟

(ب): اسناد میں اس کا راوی محمد بن بکار مجہول ہے۔ سفیان ثوری نے کہا ان سے حدیثیں نہ لی جائیں یہ لوگوں کی طرف غلط نسبت دیکر حدیثیں بیان کرتے تھے۔ ایک راوی حجاج ہے حجاج کو امام احمد بن حنبل اور امام ابن مدینی اور امام نسائی اور دار قطنی نے غیر معتبر کہا ہے۔ (المیزان)

۱۲۵۔۵ عبدالواحد بن زیاد نے عبدالرحمن بن اسحاق سے، اس نے سیار ابوالحکم سے اسنے ابی وائل سے اس نے کہا کہ ابوہریرہ نے کہا کہ ہاتھ کو ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا چاہیے۔ (کہتے ہیں کہ یہ سنن ابوداؤد میں ہے)۔

جرح: الف یہ سنن ابوداؤد عربی اردو مترجم علامہ عبدالحکیم خان طبع لاہور میرے سامنے موجود ہے اسکے ج اول باب وضع الیمنی علی الیسری فی الصلوٰۃ میں عن ابی ہریرہ ہے ہی نہیں۔

"ب" یہ روایت علامہ محمد داؤد راغب رحمانی نے حدیقۃ الاظہار ترجمہ منتقی الاخبار للامام ابن تمیمہ ج اول ص ۳۶۹ بر حاشیہ لکھی ہے۔ جس کے متعلق انہوں نے لکھا ہے۔ اس کی سند میں عبدالرحمن بن اسحٰق ہے جو ضعیف ہے۔

"ت" ابوہریرہ کا یہ قول میزان الاعتدال میں بھی ہے۔ اور صاحب میزان تحریر فرماتے ہیں کہ یہ کچھ بھی نہیں ہے۔

عبدالرحمن کے متعلق مکمل جرح گذر چکی ہے۔

"ث" یہ حدیث نبوی (ص) نہیں اور ابوہریرہ کا اپنا قول ہے جو قابل حجۃ نہیں۔

اب جو روایت ضعیف بھی ہے، کچھ بھی نہیں اور حجۃ بھی نہیں اس پے دین کے ستون نماز کی بنیاد کیسے رکھی جائیگی؟

۱۲۶۔ صحیح بخاری طبع مصر باب وضع الیمنی علی الیسری ج ا ص ۸۷ میں ہے: (عبداللہ بن مسلمہ عن مالک عن ابی حازم عن سھیل بن سعد) لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ نمازی نماز میں داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا کریں۔

جرح: "الف" یہ روایت قابل حجۃ نہیں کیونکہ یہ حدیث نبوی (ص) نہیں اور قول سھل ہے۔ جو حجۃ نہیں۔

"ب" یہ اس لیئے بھی قابل حجت نہیں کہ اس کے راوی امام مالک خود اس کے خلاف عمل کرتے تھے۔ ملاحظہ فرمائیں:

(امام مالک کہتے ہیں کہ نماز میں) اپنے ہاتھوں کو کھلا چھوڑ دیا جائے یہی زیادہ مشہور ہے۔ دیکھیئے فقہ الحدیث تحقیق محدث علامہ ناصر الدین البانی ج اول باب ۲۴۳ ص ۲۰۵۔ اسی کتاب کے اسی صفحے کی سطر پہلی میں ہے۔ مالکؒ ہاتھ چھوڑنے کے قائل ہیں۔

۲ امام مالکؒ سے ارسال (ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے) کے بارے میں بھی روایت کی گئی ہے۔ امام مالکؒ کے مقلدین انہی کی تقلید میں ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں۔ دیکھیے بلوغ المرام اللامام ابن حجر عسقلانی مترجم اردو ترجمہ ابوانس محمد سرور گوہر۔ شرح علامہ احمد حسن دہلوی زیر شرح۔

"ت" علامہ محدث عبدالقادر قریشی حنفی لکھتے ہیں جب راوی کا عمل اسکی

روایت کے خلاف ہو تو عمل ہی معتبر سمجھا جاتا ہے۔ نہ کہ روایت (جواہر مضیہ ج ۲ ص ۳۲۷ چھاپہ حیدر آباد دکن)۔

"ث" اس باب میں دی گئی حدیث نمبر ۱۲۲۔۲ کے تحت حنفی حضرات کے علامہ علی محمد صاحب کا حوالہ پڑھیں وہ صاحب بھی اسی بات کے قائل ہیں کہ جب راوی کا عمل اسکی روایت کے خلاف ہو تو عمل کو معتبر سمجھا جائیگا نہ کہ روایت کو۔

تو اب یہ روایت تو کسی کام کی نہ رہی کیونکہ امام مالک راوی ہے اور اس کا عمل روایت کے خلاف ہے۔

"ج" حدیث نبوی ص نہیں بلکہ کسی دوسرے کا حکم ہے جو لوگوں کو دیا جاتا تھا اور سہل نے بیان کیا ہے اور دین جبر سے نہیں چلتا "لا اکراہ فی الدین" اب یہ قول بھی حجۃ نہیں۔

"ح" ہاں اب معترضین حضرات یہ کہینگے کہ اس روایت کے بعد ہے کہ (ابو حازم کہتے ہیں) جہاں تک ہم جانتے ہیں اسی میں رسول اللہ ص کی طرف ارشاد کیا گیا ہے۔

تو ہم گذارش کریں گے کہ ابو حاتم کی حدیث وتخمین کہ سہل نے غالباً حضور ص کی طرف نسبت دی ہے۔ یہ حدیث حجۃ نہیں ہے کیونکہ حدیث کو حسی ہونا چاہیئے نہ کہ حدثی۔

۱۲۷۔ عن وائل بن حجر قال صلیت "مع النبی ص فوضع یدہ الیمنیٰ علی الیسری علی صدرہ (بحوالہ ابن خزیمہ ا، ۲۴۳۔ ۴۰۷) وائل بن حجرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ص کے ساتھ نماز پڑھی آپ ص نے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینہ پہ رکھا۔

جناب علی محمد صاحب نے کتاب نبوی نماز ج اول ۲۴۰۔۲۴۱ پر اس حدیث کا جواب دیا ہے جو ہم حوالہ قلم کرتے ہیں:

یہ حدیث تین طریقوں سے نقل کی گئی ہے:

ا۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں وائل بن حجر کی اس روایت میں ''علی صدرہ'' کے الفاظ ہیں۔ لیکن ابن قیمؒ نے اعلام الموقعین ج ۳ ص ۹ پہ فرمایا ہے انہ لم یقل علیٰ صدرہ غیر مئومل بن اسماعیل۔ یعنی اس حدیث کو نقل کرنے والوں میں مئومن بن اسماعیل کے سواء کسی نے بھی ''علی صدرہ'' کے الفاظ نقل نہیں کیئے۔ اس کے متعلق امام بخاریؒ فرماتا ہے کہ یہ منکر الحدیث ہے۔ یعنی اس (مئومل) کی بیان کی ہوئی احادیث منکر ہیں۔

امام ابوزرعہؒ کہتے ہیں کہ وہ (مئومل) آخر میں بہت غلطیاں (غلط بیانی) کرتے تھے۔ اور اسی روایت میں ایک راوی سفیان ثوری ہے۔ جس کا مسلک زیر ناف باندھنے کا ہے۔ تو پھر اگر یہ وائل کی روایت قابل اعتماد ہوتی تو سفیان ثوری بھی

اس پہ عمل کرتے۔

وائل بن حجر کی روایت کو بزاز نے بھی نقل کیا ہے۔ اسمیں علیٰ صدرہ کے بجاء عند صدرہ کے الفاظ ہیں۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ اسمیں ایک راوی محمد بن حجر بھی ہے۔ "لــہ مــنــاکــیــر" یعنی وہ بہت منکر روایات کا راوی ہے۔ بہرحال یہ روایت تین طریقوں سے نقل کی گئی ہے۔

ایک میں زیر ناف کا ذکر ہے۔ دوسری میں مئومل بن اسماعیل اور تیسری میں محمد بن حجر جیسے راوی ہیں۔ پھر اس سے کیسے دلیل لیا جائے گا۔ اب یہ حدیث بھی نا قابل اعتماد ثابت ہوئی۔

قارئین کرام جناب علامہ علی محمد صاحب نہ صرف اپنے مکتبہ فکر کے عالم ہیں بلکہ انکے استاد العلماءً بھی ہیں۔ اب ہم اس صاحب کے اسی کتاب نبوی نماز ج اول ص ۲۲۱،۲۲۲ سے سینہ پہ ہاتھ باندھنے کی تین روایتیں حوالہ قلم کرتے ہیں اور انہیں کی تحریر سے تینوں کو نا قابل اعتماد ثابت کرتے ہیں۔ تو لیجیے:

۸۔۱۲۸ علامہ موصوف لکھتے ہیں: عن ھلب قال رایت النبی ص یضع یدہ علیٰ صدرہ. (بحوالہ مسند احمد) ہلب کہتے ہیں میں نے نبی ص کو دیکھا کہ آپ نے سینہ پہ ہاتھ رکھے۔

ا۔ اس روایت میں سماک بن حرب نے تفرد اختیار کیا ہے اور اس کو بہت

سارے محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ امام نسائی کہتے ہیں کہ یہ سماک جب تفرد اختیار کرے تو اسکی روایت قابل دلیل نہیں ہوتی۔

۲۔ اسی روایت کی سند میں سفیان ثوری ہے اگر یہ روایت قابل اعتماد ہوتی تو وہ خود اس پہ عمل کرتا۔

یعنی علامہ صاحب کی تحقیق سے ثابت ہوا کہ یہ روایت قابل اعتماد نہیں۔

۱۲۹۔۹ موصوف لکھتے ہیں: عن طاؤس قال کان النبی یضع یدہ الیمنیٰ علیٰ یدہ الیسری ثم یشد بینھما علیٰ صدرہ وھو فی الصلوٰۃ (بحوالہ مراسیل ابوداؤد) حضرت طاؤس نے کہا کہ نماز میں رسول اللہ ص نے دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھ کر سینہ پہ رکھا۔

علامہ موصوف لکھتے ہیں، ۱۔ علامہ نیموریؒ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ۲۔ یہ روایت مرسل ہے۔ بحوالہ معارف السنن ص ۲۳۵ تا ۲۴۵، ۱۳۰۔۱۰ موصوف لکھتے ہیں: عن ابن عباسؓ قال ضع یدک الیمنیٰ علی الشمال عند النحر (بغیر حوالہ) دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پہ سینہ پہ رکھا کرو۔

علامہ موصوف یوں جرح کرتے ہیں: اسکی سند میں یحیٰ ہے جس کے متعلق موسیٰ بن ہارونؒ فرماتے ہیں "اشھد انہ کاذب" میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ کاذب ہے۔" وخط ابوداؤد علی حدیثہ" اور ابوداؤد نے اسکی نقل کی ہوئی حدیث کو

حذف کردیا ہے۔

اور اس روایت میں ''عمرو'' راوی ہے۔ اس کے متعلق علامہ ابن عدیؒ نے کہا ہے ''منکر الحدیث'' (بحوالہ جوہر النقی ج ۲ ص ۳۰) یعنی اس کی بیان کی ہوئی روایات منکر ہیں۔

اور اسی روایت کی سند میں ''روح'' ہے۔ اسکے متعلق ابن حبان فرماتے ہیں ''یروی الموضوعات ولاتحل الروایۃ عنہ۔ یعنی وہ بناوٹی احادیث نقل کرتا ہے۔ امام حاکم کہتے ہیں ''لیس بالقوی'' یعنی وہ قوی نہیں۔

حوالہ نبوی نماز ختم ہوا۔

یہ طاؤس کی روایت کو علامہ راغب رحمانی نے حدیقۃ الاظہار ترجمہ منتقی الاخبار ج اول ص ۳۶۹ کے حاشیہ میں لکھا ہے اور لکھا ہے کہ یہ روایت مرسل ہے۔

آیئے اب دیکھیں کہ ''مرسل'' کس کو کہتے ہیں؟

کتاب فقہ الحدیث کے ''اصطلاحات'' کے نمبر ۵۴ میں۔ ہے ''مرسل ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں کوئی تابعی ''صحابی'' کے واسطے کے بغیر رسول اللہ ص سے روایت کرے۔ اور کتاب جامع ترمذی شریف مترجم علامہ غلام محمد صدیق ناشر فرید بک اسٹال لاہور ج ا ص ۱۴ پر ہے: مرسل۔ جس حدیث کی سند کے راوی کو ساقط کیا جائے۔ مثلاً تابعی حضور ص سے روایت کرے اور صحابی کو چھوڑ دے۔

اب ان دونوں حوالوں سے ثابت ہوا کہ تابعی یعنی جس شخص نے حضورؐ کو دیکھا بھی نہیں وہ کہہ دے کہ حضورؐ نے یوں کیا یوں فرمایا۔ کچھ عقل سے کام لیا جائے کچھ ہوش سنبھالا جائے۔ جس نے دیکھا تک نہیں وہ کہتا ہے ''حضورؐ نے یوں کیا یوں فرمایا'' اور ہم کہہ دیں سبحان اللہ ثابت ہو گیا!!! بس اور بس فیصلہ خود کریں۔

یہ تھیں وہ روایات جو نماز میں ہاتھ باندھنے کے لیئے پیش کی جاتی ہیں۔ جو ہم نے حضرات اہل سنت والجماعت کے کتب سے پیش کیں اور ان پر جرح (تبصرہ) بھی انہی حضرات کے آئمہ اور علما کے حوالوں سے پیش کیئے۔ اب ہم اس فصل کو ختم کرنے سے پہلے دو ناقابل تردید حوالوں کو حوالہ قلم کرتے ہیں۔ جن پر فیصلہ ہو جائیگا۔

''فیصلہ ناطق''

عدلیہ کے جج صاحبان جب بھی کوئی فتویٰ صادر فرماتے ہیں تو وہ حضرات پورے کیس کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اگر کہیں نص (ناقابل انکار ثبوت) مل جائے تو باقی کو چھوڑ کر نص کے تحت اپنی فتوئی دیتے ہیں۔ نص کی اتنی اہمیت ہے کہ باقی کتنی بھی باتیں ہوں وہ نص کے سامنے کچھ نہیں ہوتیں۔ آخر نص، نص ہے۔ آیئے اس نص پر دو حوالوں کا مطالعہ کریں۔

۱۳۰۔۱۰ یہ پہلا حوالہ ہم کتاب ''شیعہ کا مقدمہ'' مؤلفہ حسین الامینی ناشر

المصطفیٰ پبلشر راولپنڈی ص ۱۹۷۔۱۸۶ سے نقل کر رہے ہیں:۔ ہاتھ باندھ کر پڑھنے والی احادیث کے متعلق سعودی عرب کے ایک عالم اہلسنت کی تحریر:۔

اہل سنت اسکالر شیخ محمد الیاس فیصل اپنی کتاب (نماز پیغمبری) میں لکھتے ہیں۔ ناف کے نیچے باندھے جائیں یا سینہ پر؟ اس پر قطعی اور یقینی نص موجود نہیں۔ البتہ دونوں طرف ایسی روایات موجود ہیں جن پر علماً سند نے کلام کیا ہے۔ تاہم ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی روایات نسبتاً زیادہ واضح اور ثابت ہیں۔ نماز پیغمبر ص ۱۲۰۔

اب جناب حسین الامینی لکھتے ہیں مندرجہ بالا الفاظ سے اتنی بات ثابت ہوگئی کہ نماز میں زیر ناف یا سینہ پر ہاتھ باندھنے کے بارے میں برادران اہل سنت کے پاس کوئی قطعی اور یقینی بات موجود نہیں اور دونوں طرف والی روایات کمزور ہیں۔ باقی رہا شیخ محمد الیاس فیصل کا یہ کہنا کہ زیر ناف والی احادیث نسبتاً زیادہ ثابت ہیں تو یہی جماعت اہل حدیث کہتے ہیں کہ زیر ناف والی احادیث کمزور ہیں اور سینہ پر ہاتھ باندھنے والی احادیث نسبتاً زیادہ ثابت ہیں۔

جناب حسین الامینی حاشیہ ص ۱۹۷ پر لکھتے ہیں: واضح رہے کہ کتاب "نماز پیغمبری" مئولفہ علامہ محمد الیاس فیصل پر مولانا محمد اسعد مدنی جانشین شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی، ڈاکٹر سید شیر علی پی ایچ ڈی مدینہ یونیورسٹی سابق مدرس مسجد

نبوی ص شریف، مولانا محمد مالک کاندھلوی، شیخ الحدیث جامع اشرفیہ لاہور، مولانا محمد عبداللہ خطیب مرکزی مسجد اسلام آباد اور دیگر علماً کے تائیدی کلمات بھی درج ہیں۔ ملاحظہ ہو ص ۱۳ تا ۲۳ کتاب مذکور۔

۱۱۔۱۳۰ اور یہ ہیں دیوبندی حضرات کے استاذ العلماً محترم علی محمد صاحب لکھتے ہیں "ناف کے نیچے ہاتھ باندھے جائیں یا سینہ پر۔ انکے لیئے کوئی بھی قطعی یا یقینی نص موجود نہیں ہے۔ البتہ فریقین سے ایسی روایات موجود ہیں جن پر علماً نے کلام کیا ہے۔ لیکن زیر ناف ہاتھ باندھنے کی روایات قدرے (کچھ) واضح اور ثابت ہیں۔ (نبوی نماز ج ۱ ص ۲۴۰)۔

قارئین کرام ہم نے حوالے نقل کر دیئے ہیں۔ اب آیئے قطعی یا یقینی نص کے معنی دیکھتے ہیں۔

۱۔ النص مصدر۔ مصرح کلام۔ ج۔ نصوص۔ والنص من کل شیء انجام انتہا۔ النص من الکلام ایسا کلام جس میں تاویل کی گنجائش نہ ہو۔ (المنجد ص ۱۲۸۲) ثابت ہوا کہ "نص" ملنے کے بعد تاویل کی گنجائش نہیں ہوتی۔ تو پھر "پھر" "قدرے واضح اور ثابت ہیں" کی گنجائش کہاں سے آ گئی۔ بس نہیں تو کچھ بھی نہیں)۔

۲۔ نص۔ اصل۔ متن۔ حدیث۔ خبر۔ نص صریح۔ عیاں اور واضح جو شرح و تفسیر کی محتاج نہ ہو (لغت فرہنگ فارسی ص ۹۴۹) اب نص صریح۔ عیاں وہی ہے جس

کو موصوف نے ''قطعی یا یقینی نص'' لکھا ہے۔ اور یہ نص کسی شرح اور تفسیر کی محتاج نہیں ہوتی۔

۳: نص۔ زع۔ ا۔ مونث۔ ا۔ قطعی حکم ۲۔ قرآن پاک کی وہ آیتیں جو صاف اور صریح ہوں۔ نص قرآنی۔ قرآن مجید کے واضح احکام۔ نص ناطق۔ ایسا کلام جس میں شک وشبہ کی گنجائش نہ ہو (فیروز لغات اردو جدید ص ۱۳۸۱)۔

اب جبکہ اہل سنت والجماعت حضرات کے پاس ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کے لیے کوئی قطعی اور یقینی نص موجود نہیں۔ تو جھگڑتے کیوں ہیں الجھتے کیوں ہیں؟ چھوڑیں ضد کو مانیں ولایت علی وآل علی علیہم الصلوٰۃ والسلام کو۔ آیئے کہ آیہ مبارکہ واعتصمو بحبل اللہ جمعا ولا تفرقو کی تفسیر کو پورا کریں اور نماز میں ہاتھ کھول کر ایک ہو جائیں۔

''ایک اور ثبوت''

۱۳۲۔۱۲ قال ابن منذر فی بعض تصانیفہ لم یثبت علی ذالک شی ءفھو مخیر۔ یعنی امام ابن منذر نے اپنی بعض کتب میں لکھا ہے کہ ہاتھ باندھنے کے متعلق رسول اللہ ص کی کوئی حدیث ثابت نہیں ہوئی۔ اس لیے نمازی کو اختیار ہے چاہے باندھے چاہے کھولے۔ دیکھیے اسلامی نماز چاپ ۱۹۴۰ع ص ۲۲۱۔۲۲۲ بحوالہ حاشیہ سنن ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ ۶۷۔

تو اب ہم گذارش کرینگے کہ محترم میں اگر آپ کے پاس کوئی صحیح حدیث ثابت نہیں تو یہ لفظ "مخیّر" کی کیا ضرورت؟

بس ثبوت نہیں تو نہیں اور بس

فصل معصوم "ہاتھ کھول کر پڑھنے والے حضرات"

اس فصل میں آئمۃ الھدیٰ صلوٰۃ اللہ علیہم کا ذکر نہیں آئے گا وہ معصومین علیہم السلام تو اس بات پہ متفق ہیں کہ نماز میں ہاتھ کھولتے ہیں۔ اس بات کے لیئے علیحدہ فصل آئیگا۔ اس فصل میں اثبات کی خاطر بات ہوگی اوروں کی۔ تو لیجئے:

یہ آنے والی پانچ دلیلیں ہم کتاب "اسلامی نماز" چاپ ۱۹۲۰ء ص ۲۳۴ تا ۲۳۶ سے نقل کرتے ہیں۔ اور رجال پر بحث بھی اسی کتاب کے ص ۲۳۵۔۲۳۶ پر موجود ہے۔ تو پیش خدمت ہے۔

۳۳۔ ۱ چوتھی دلیل حدیثیں ہیں نمبر ۱۔ ابن ابی شیبہ ہشم سے وہ یونس سے وہ معرہ اور ابراہیم سے نقل کرتے ہیں کہ یہ دونوں ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے۔

۳۴۔ ۲ نمبر ۲ ابن ابی شیبہ، غصان سے وہ یزید بن ابراہیم سے نقل کرتے ہیں کہ ہم نے عمرو بن دینار کو کہتے ہوئے سنا کہ عبداللہ بن زبیرؓ ہاتھ کھول کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور علامہ زمان اور بحر العلوم اور صحابی مشہور یعنی عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں کہ اگر تم رسول اللہ ص کی نماز دیکھنا چاہتے ہو تو عبداللہ ابن زبیرؓ کی نماز کو دیکھ لو۔

(بحوالہ تیسر الوصول ج اص ۳۹۹ باب خامس کیفیت نماز) اس سے معلوم ہوا کہ سرکار دو عالم ص بھی ہاتھ کھول کر ہی نماز پڑھتے تھے۔

برحاشیہ: عبداللہ ابن زبیرؓ خود اصحابی اور صحابی کے فرزند، حضرت ابوبکرؓ کے نواسے اور جناب عائشہؓ کی گود میں پرورش پائی تھی۔ اور مشہور عابد وزاہد تھے۔ حضرت رسول اللہ ص اور اپنے باپ اور اپنے نانا کی نمازیں دیکھے ہوئے تھے۔ زہد وعبادت مخالفت حکم خدا ورسول ص سے روکنے والی چیز تھی۔ اسی وجہ سے ابن عباسؓ نے انکی نماز کو پیغمبر ص کی نماز کا فوٹو قرار دیا۔ اس لیئے یہ ہی ایک حدیث ہماری مدعا کے لیئے کافی ہے۔

۱۳۵۔ ۳ نمبر ۳۔ ابن ابی شیبہ ابن علیہ سے وابن عون سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ محمد بن سیرین سے کسی شخص کے متعلق سوال کیا کہ اس نے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھی تو انہوں نے جواب دیا کہ انہوں نے خوف کی وجہ سے ایسا کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ محمد بن سیرین کے وقت عام طور ہاتھ کھول کر نماز پڑھی جاتی تھی اسی وجہ سے سائل کو مسئول عنہ کے ہاتھ باندھ کر پڑھنے سے تعجب ہوا۔ اور ابن سیرین سے جو فقیہ وقت تھے اس کا حکم پوچھا اور انہوں نے عذر بیان کیا۔

۱۳۶۔ ۴ نمبر ۴۔ ابن ابی شیبہ عمر بن ہارون سے وہ عبداللہ بن یزید سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ہم نے ابن مسیب کو کبھی ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے نہیں

دیکھا بلکہ وہ ہاتھ کھول کر پڑھا کرتے تھے۔

۱۳۷۔۵۔نمبر ۵۔ابن شیبہ۔یحیٰ بن سعید سے وہ عبداللہ بن غنفار سے نقل کرتے ہیں ہم سعید بن جبیر کے ساتھ طواف کررہے تھے کہ انہوں نے ایک شخص کو ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے دیکھا تو وہ آگئے اور اس کے ہاتھوں کو جدا کر کے واپس آئے۔

ان تمام احادیث کو ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب میں جو مصنف ابن ابی شیبہ کے نام مشہور ہے میں اپنی سند سے لکھا ہے۔امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ ابوبکر عثمان بن ابی شیبہ کوفی ''ثقہ'' اور حافظ تھے اور سنہ ۲۳۵ھ میں فوت ہوئے (تقریب التھذیب) پہلی حدیث میں ہشیم بغدادی معتبر ثقہ تھے اور یونس بن خباب کوفی ثقہ تھے سنہ ۱۰۰ کے بعد فوت ہوئے اور ابراہیم بن محمد کوفی ثقہ تھے اور حسن بصری مشہور امام اہل سنت تھے۔اور لفظ حسن جب بے قید بولا جاتا ہے تو یہی مراد ہوتے ہیں اور حسن کے بعد اگرچہ روایت میں مصرہ لکھا ہوا ہے۔لیکن یہ لفظ غلط ہے۔کیونکہ کتابوں میں اس نام کا کوئی راوی ہے نہ عالم۔یہ نام درحقیقت مغیرہ ہے جو بگاڑ کر مصرہ لکھا گیا ہے۔اور طبقہ کی مخالفت بتاتی ہے کہ یہ مغیرہ بن شبل کوفی ہے اور سنہ ۱۰۰ھ کے بعد فوت ہوئے اور اگر صحیح مصرہ ہی ہو جب بھی ان کی جلالت قدر ظاہر ہے کیونکہ ایسے ہی جلیل القدر تھے کہ انکے عمل کو حسن بصری جیسے بزرگ نے مذہبی حکم کی سند قرار دیا ہے۔

دوسری حدیث کی اسناد میں غصان بصری یزید بن ابراہیم اور عمرو بن دینار تینوں ثقہ تھے۔ اور عبداللہ بن زبیر صحابی جلیل تھے۔

تیسری حدیث میں ابن عبد یعنی اسماعیل بن ابراہیم بن قصم ثقہ حافظ تھے اور عون فقیہ مشہور ثقہ جلیل القدر تھے اور محمد ابن سیرین امام وقت اور تابعی شاگرد اور جلیل القدر تھے۔

چوتھی روایت میں عمر بن ہارون حافظ اور بزرگان اہلعت سے تھے۔ اور عبداللہ بن یزید مقری استاد امام بخاری ثقہ فضل تھے اور سعید بن مسیبہ اپنے وقت کے پیشوائے اہل سنت تابعی تھے۔ پانچویں حدیث میں یحیٰی بن سعید بن فروخ ثقہ اور پیشوائے اہل سنت تھے۔ اور عبداللہ بن زعزار یا عرار یا عزار کسی نام سے کوئی راوی کتابوں میں نہیں ہے۔ یہ غلط ہے۔ صحیح عبداللہ عبسی ہے کیونکہ سعید بن جبیر سے یہ ہی روایت کرتے ہیں۔ اور یہ ثقہ تھے۔ اور سعید بن جبیر تابعی مشہور شاگرد صحابہ اور فقیہ و پیشوائے اہل سنت تھے۔ ان روایتوں میں ایک صحابی یعنی عبداللہ ابن زبیرؓ اور پانچ تابعی یعنی حسن بصری اور مصرہ یا مغیرہ اور محمد بن سیرین اور سعید بن مسیب اور سعید بن جبیر کا عمل ذکر کیا گیا ہے۔

نوٹ: ایسی ہی روایات جناب سید اظہر علیؒ نے اپنی کتاب ”ارسال یدین“ میں لکھی ہیں۔ رجوع فرمائیں۔

۱۳۸۔۶ امام مالک سے دو روایتیں ہیں: ان دونوں میں ایک یہ ہے کہ نماز میں سینہ پہ ہاتھ باندھے جائیں۔ دوسری یہ ہے کہ نماز میں ہاتھ کھولے جائیں۔۔۔اور یہ ہی ارسال والی روایت مالکیوں کے جمہور کے پاس ہے۔اور یہ ہی ان میں مشہور ہے۔اور یہ ہی ان کا مذہب ہے۔دیکھیے شرح مسلم شریف امام نووی ج اص ۱۷۳۔

۱۳۹۔۷ امام مالک کی تین روایات میں (ایک روایت ہے) اپنے ہاتھوں کو کھولا جائے یہی زیادہ مشہور ہے۔۔۔(فقہ الحدیث کی کتاب الصلاۃ ج اول ص ۴۰۵)۔

۱۴۰۔۸ امام مالکؒ سے ارسال یعنی ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے کے بارے میں بھی روایات کیا گیا ہے۔۔۔ امام مالکؒ کے مقلدین انہی کی تقلید میں ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں۔ دیکھیے امام ابن حجر عسقلانی۔ بلوغ المرام اردو مترجم فضیلۃ الشیخ احمد حسن دہلوی ص ۹۸۔

فصل چہارم

”محمد وآل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم نماز میں ہاتھ کھولتے تھے“

۱۴۱۔۱ عن معاذؓ ان رسول اللہ ص کان اذا قام فی الصلاۃ رفع یدیہ قبال اذنیہ فاذا کبر ارسلھما (رواہ الطبرانی) حضرت

معاذؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ص جب نماز پڑھنے کے لیئے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے وقت ہاتھوں کو کانوں تک بلند کرتے اور پھر انکو کھلا چھوڑ دیتے۔ (فتویٰ عبدالحی لکھنوی ج ۱ ص ۳۲۶)۔

۲.۱۴۲ لان النبی ص کان یفعل کذالک و کذا اصحابہ حتیٰ ینزل الدم من رئوس اصابعھم. آنحضرت ص اور انکے اصحاب اسی طرح (ہاتھ کھول کر) نماز پڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ انکی انگلیوں کے سروں میں خون اتر آتا۔ (امام عینی شرح کنز الدقائق طبع نول کشور ص ۱۲۵ اور پر حاشیہ ص ۵۶۲)۔

۳.۱۴۳ امام شوکانی نے نیل الاوطار طبع مصر ج ۲ ص ۶۷ پر اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ عترت رسول ص ہاتھ کھول نماز پڑھنے کی قائل ہے۔

قارئین کرام یہاں تک ہم نے حضرات اہل سنت والجماعت کی کتب سے نماز میں ہاتھ باندھنے اور کھولنے پہ بحث کی ہے۔ اب محققانہ اور غیر جانبدارنہ تحقیق کے لیئے لازم ہے کہ با ادب واحترام دہلیز سیدہ عالم علیھا سلام پہ جبین عقیدۃ خم کرکے احادیث آئمۃ الھدیٰ علیھم السلام کی تلاوت کریں۔ تو پیش خدمت ہے۔

۱.۱۴۴ فقام ابو عبداللہ علیہ السلام مستقبل القبلۃ منتصباً فارسل یدیہ جمیعا علی فخذیہ قد ختم اصابع مفرجات و استقبل باصابع رجلیہ جمیعا القبلۃ لم یحرفھما عن القبلۃ قال بخشوع اللہ

اکبر ثم قرأ الحمد بترتیل وقل ھو اللہ احد ثم صبر نھیۃ بمقدار ما یتنفس وھو قایم ثم رفع یدیہ حیال وجھہ ثم قال اللہ اکبر .... امام جعفر صادق علیہ السلام (حماد کو نماز سکھانے کے لیئے) کھڑے ہوئے اور اپنے دونوں ہاتھ چھوڑ کر دونوں رانوں پہ رکھے اور اپنی انگلیاں ملالیں اور اپنے دونوں پاؤں قریب قرب رکھے اور ان کے درمیان تین کھلی انگلیوں کا فاصلہ رکھا اور بخشوع کہا ''اللہ اکبر'' پھر ترتیل سے سورۃ الحمد اور سورۃ قل ھو اللہ احد پڑھا۔ پھر دیر بقدر سانس کے توقف کیا۔ دراں حالیکہ آپ کھڑے، تھے پھر آپ نے چہرے تک ہاتھ اٹھائے۔ اور بحالت قیام اللہ اکبر کہا۔ (اسی حدیث میں مکمل نماز لکھی ہے) آخر میں تشھد اور سلام پڑھنے کے بعد فرمایا اے حماد اس طرح پڑھ۔ (فروع کافی شریف ج ۱ کتاب الصلاۃ باب ۱۹ ح ۶)

۱۳۵۔۲ اسی فروع کافی شریف کتاب الصلوۃ میں باب ۲۷ ح ۱ میں ہے

عن ابی جعفر ع قال اذا قمت فی الصلاۃ فلا تلصق قدمک بالاخری دع بینھما فصلا اصبع اقل ذلک شبر واکثر واسدل منکبیک وارسل یدیک ولا تشبک اصابعک ولیکونا علی فخذیک قبالۃ رکبیک۔۔ الحدیث فرمایا باقر العلوم علیہ السلام نے جب نماز پڑھنے کے لیئے کھڑے ہو تو ایک قدم کو دوسرے سے نہ ملا اور انکے درمیان فاصلہ دو چند انگلیوں کا کم

سے کم ایک بالشت یا کچھ زیادہ اور اپنے دونوں کندھے سیدھے برابر رکھو اور اپنے دونوں ہاتھ کھلے چھوڑ دو اور اپنی انگلیاں مت کھولو اور دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر رکھو مقابل میں اپنے دونوں گھٹنوں کے۔

۱۳۶۔۳ اور اسی طرح تہذیب الاحکام میں اور دعائم الاسلام میں عن امیر المومنین صلوٰۃ اللہ علیہ ہے۔

۱۳۷۔۴ اور صادق العترۃ علیہ السلام کی ہاتھ کھول کر نماز کتاب من لایحضرہ الفقیہ باب کیفیۃ الصلاۃ ج ۹۵ میں موجود ہے۔

۱۳۸۔۵ نیز امام جعفر الصادق علیہ السلام کی ہاتھ کھول کر نماز مستدرک الوسائل آغائی نوری طبرسیؒ ج ا کتاب الصلوۃ باب کیفیتھا وجملہ من احکامھا و آدابھا ج ا میں موجود ہے۔

۱۳۹۔۶ عن جابر الجعفی قال سمعت ابا جعفر محمد بن علی الباقر (صلوٰۃ اللہ علیہم) لیس علی النسآء اذان الی ان قال فاذا قامت فی صلاتھا ضمت رجلیھا ووضعت یدیھا علی صدرھا۔امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا عورت کے اذان نہیں۔جب نماز کیلئے کھڑی ہو تو اپنی دونوں ٹانگوں کو آپس میں ملائے اور ہاتھ اپنے سینہ (پستانوں) پر رکھے۔(مستدرک الوسائل ایضا باب ایضا ج ۴ بحوالہ خصال صدوقؒ)۔

۷۔ ۱۵۰ اور اسی حدیث کی مزید وضاحت فروع کافی ج اول ب ۲۷ ح ۲ میں عن ابی جعفرؑ اس طرح کی گئی ہے۔ جب عورت نماز کیلئے کھڑی ہو تو اپنے دونوں قدم ملا کر رکھا کرے، درمیان کشادگی نہ کرے اور "تضم یدیھا الی صدرھا لمکان ثدییھا" اپنے ہاتھ اپنے سینہ پر پستانوں کی جگہ پر رکھے۔

باب ششم "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم"

بسم اللہ کا پڑھنا بھی فریقین میں ایک اہم اختلافی مسئلہ ہے۔ کئی سورۃ کے شروع میں سورۃ کا جز نہیں مانتے، کئی بطور ثواب پڑھتے ہیں کئی فقط شروع میں بلا آواز آہستہ پڑھتے ہیں اور کئی پڑھتے ہی نہیں۔ غلامان معصومین ع (شیعہ اثنا عشریہ) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ کو سواء سورۃ توبہ کے تمام سورتوں کا جز مانتے ہیں۔ اور نماز میں بسم اللہ کو جہریہ (آواز سے) پڑھتے ہیں۔ آئیے اس مسئلہ پر بھی کتب فریقین سے تحقیق کرتے ہیں۔

فصل اول "بسم اللہ سورۃ کا جز ہے"

کتب اہل سنت والجماعت

۱۵۱۔۱ تمام کوفی قاری اور صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت اور پچھلے بہت سے بزرگ تو اسے سورۃ فاتحہ کے اول کی ایک پوری اور مستقل آیۃ کہتے ہیں۔ اور بعض اسے اس کا جز مانتے ہیں۔ (امام ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر تفسیر ابن کثیر (اردو) مترجم علامہ محمد صاحب جونا گڑھی ج اول ص ۲۷)۔

۱۵۲۔۲ حضرت علی ع ابن عباسؓ اور ابو ہریرہ نے سبع مثانی کی تفسیر میں یہ

ہی کہا ہے کہ یہ سورۃ فاتحہ ہے۔اور بسم اللہ اسکی ساتویں آیۃ ہے۔(ایضاص ۲۸)۔

۱۵۳۔۳ سنن ابوداؤد میں صحیح سند کے ساتھ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ص سورتوں کی جدائی تصور نہیں کرتے تھے جب تک آپ ص پر بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔نازل نہیں ہوتی۔ یہ حدیث مستدرک حاکم میں بھی ہے۔ایک اور مرسل حدیث میں یہ روایت سعید بن جبیرؓ سے بھی مروی ہے۔ (حوالہ بعد میں)۔

۱۵۴۔۴ صحیح ابن خزیمہ میں (ام المومنین) ام سلمہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ص نے بسم اللہ کو سورۃ الفاتحہ کے شروع میں نماز میں پڑھا اور اسے ایک آیہ شمار کیا۔(حوالہ بعد میں)۔

۱۵۵۔۵ حضرت علی ع۔ابن عباس، عبداللہ ابن عمر، عبداللہ ابن زبیر، ابو ہریرۃ عنھم حضرت عطا، حضرت طاؤس، حضرت سعید بن جبیر حضرت مکحول اور حضرت زہری رحمھم اللہ کا یہی مذہب ہے کہ بسم اللہ ہر سورت کے آغاز میں ایک مستقل آیۃ ہے سواء سورہ براۃ کے۔ان صحابہ اور تابعین کے علاوہ حضرت عبداللہ بن مبارک، امام شافعی امام احمد اور امام اسحق بن راہویہ اور ابو عبیدہ قاسم بن سلام رحمھم اللہ کا بھی یہ مذہب ہے۔(امام) داؤد کہتے ہیں کہ ہر سورت کے اول میں بسم اللہ ایک مستقل آیت ہے۔ اب جناب ابن کثیر اپنا فیصلہ دیتے ہیں: صحیح مذہب یہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ جہاں کہیں قرآن پاک میں یہ آیہ شریف (بسم اللہ۔۔۔) ہے وہاں مستقل

آیۃ ہے، نمبر ۱۵۳-۳ سے اب تک کے لیئے دیکھیے تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۶-۳۷ (اردو)۔

۱۵۶-۶ تفسیر ابن کثیر ج اول ص ۳۷ پر آگے اس طرح لکھا ہے۔ شافعیؒ کا مذہب ہے کہ سورہ فاتحہ اور ہر سورۃ سے پہلے (بسم اللہ) کو اونچے آواز سے پڑھنا چاہیئے۔ صحابہؓ اور مسلمانوں کے مقدم و متاخر امامین کی جماعتوں کا یہی مذہب ہے۔

۱۵۷-۷ مزید ابن کثیر (حوالہ ایضا) لکھتا ہے: مستدرک حاکم میں انہی (ابن عباسؓ) سے روایت ہے کہ حضورص بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ کو اونچی آواز سے پڑھتے تھے۔ امام حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔

۱۵۸-۸ تفسیر ابن کثیر ج اول ص ۳۸ پر ہے: حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ نبی ص ہر آیت پر رکتے تھے اور آپ کی قرأۃ الگ الگ ہوتی تھی جیسے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پھر ٹھر کر الحمد اللہ رب العالمین پھر ٹھر کر الرحمٰن الرحیم پھر ٹھر کر مالک یوم الدین (امام) دارقطنی اسے صحیح بتاتے ہیں۔

امام ابوالفداء ابن کثیر اپنی اسی تفسیر میں ج ۱ ص ۳۸ پر احادیث فی اثبات بسم اللہ۔۔۔ لکھنے کے بعد پھر دوسری مرتبہ اپنا فیصلہ دیتے ہیں۔ "لکھتے ہیں غالباً اتنی ہی احادیث و آثار اس مذہب کی حجۃ کے لئے کافی ہیں"۔

۱۵۹-۹ واخرج الدار قطنی وصححه والبیهقی فی السنن

عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللہ ص اذا قراتم (الحمد) فاقرئوا بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ انھا ام القرآن وام الکتب والسبع المثانی و بسم اللہ الرحمن الرحیم احد آیا تھا۔ رسول اللہ ص نے فرمایا جب بھی تم الحمد کی تلاوت کرو تو فوراً بسم اللہ ۔۔۔۔۔۔ پڑھا کرو۔ تحقیق وہ ام القرآن وام الکتب ہے اور سبع المثانی ہے اور بسم اللہ ۔۔۔۔۔۔ فاتحہ کی ایک آیۃ ہے۔ (دارقطنی نے اس صحیح کہا ہے) دیکھیے تفسیر الدار المنثور للامام سیوطی ج اول ص ۱۲۔۱۱۔

۱۶۰۔۱۰ تفسیر تبیان القرآن للعلامہ غلام رسول سعیدی طبع الرابع سنہ ۲۰۰۲ ع ج اول ص ۱۵۸ میں ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک بسم الفاتحہ کی جز ہے۔

۱۶۱۔۱۱۔ اور اسی تبیان کے ج ا ص ۱۶۰ پر ہے۔ ''امام شافعی کے نزدیک چونکہ ہر سورۃ کے اول میں بسم اللہ ۔۔۔ اس سورۃ کا جز ہے۔ اس لیئے ان کے نزدیک ہر رکعت میں فاتحہ اور سورۃ سے پہلے بسم اللہ ۔۔ پڑھی جائے گی۔

۱۶۲۔۱۲۔ امام نووی شرح مسلم ج اول ص ۱۷۲ میں ہے ''ومذھب الشافعی وطوائف من السلف والخلف ان البسملة اية من الفاتحه''
تحقیق بسم اللہ ۔۔۔۔ فاتحہ کی آیۃ ہے۔

۱۶۳۔۱۳ مذکورہ تفسیر تبیان القرآن ج ا ص ۱۶۱ میں بحوالہ امام نووی لکھا

ہے "سنت یہ ہے کہ جہری نماز میں سورۃ الفاتحہ اور سورۃ سے پہلے بسم اللہ۔۔۔ کو جہراً پڑھا جائے۔"

۱۶۴۔ ۱۴ عن عبد خیر قال سئل علی عن السبع المثانی فقال "الحمد للّٰہ رب العالمین" سبع آیات "بسم اللّٰہ الرحمٰن لرحیم" احداھن . (اخرج الدار قطنی و البیھقی فی السنن بسند الصحیح) مولائے متقیان علی علیہ السلام کی خدمت اقدس میں عرض کیا گیا کہ سبع المثانی (کیا ہے) ارشاد فرمایا یہ الحمد ہے۔ سات آیات ہیں۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم انھیں سے ایک آیۃ ہے۔ (یہ صحیح حدیث ہے) حوالہ بعد میں۔

۱۶۵۔۱۵ و اخرج ابن الانباری فی المصاحف عن ام سلمہ قالت قرأ رسول اللہ ص بسم اللہ الرحمٰن الرحیم. الحمدللہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین... ولا الضالین. و قال ھی سبع یا ام سلمۃ.

ام المؤمنین جناب ام سلمہ علیھا سلام نے فرمایا کہ رسول اللہ (ص) نے قرأۃ کی بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم الحمد للّٰہ رب العالمین......... ولا الضالین اور فرمایا اے ام سلمہ یہ ہی سات ہیں۔ (حوالہ بعد میں)

۱۶۶۔ ۱۶ واخرج الواحدی عن ابن عمر قال نزلت بسم

اللّٰہ الرحمٰن الرحیم فی کل سورۃ ۔ ابن عمرؓ نے کہا ہے کہ بسم اللہ ---------- ہر ایک سورۃ میں نازل ہوئی ہے۔ (حوالہ بعد میں)۔

۱۶۷۔۱۷ واخرج الطبرانی والحاکم وصححہ والبیھقی فی شعب الایمان عن ابن عباسؓ ان النبی ص کان اذا جاءہ جبریل فقرأ (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) علم انہا سورہ ۔ جبریلؑ جب خدمت رسول ص میں حاضر ہو کر جب بسم اللہ --- تلاوت کرتے تو پتہ چلتا تھا کہ یہ سورہ ہے۔ (امام طبرانی اور امام حاکم نے اسکو صحیح کہا ہے) (حوالہ بعد میں)۔

۱۶۸۔۱۸ واخرج البیھقی فی شعب الایمان والواحدی عن ابن مسعود قال کنا لا نعلم فصل مابین سورتین حتی تنزل بسم اللہ الرحمٰن لرحیم امام بیہقی اور امام واحدی نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ ہمیں دو سورتوں کے درمیان پتہ نہ چلتا تھا جب تک بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نازل ہوتی (حوالہ بعد میں)۔

۱۶۹۔۱۹ واخرج الثعلبی عن طلحہ بن عبید اللہ قال قال رسول اللّٰہ ص من ترک بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فقد ترک آیۃ من کتاب اللّٰہ ۔ فرمایا رسول اللہ نے کہ جس نے بسم اللہ ---------- کو ترک کیا اس نے قرآن مجید کی ایک آیۃ کو ترک کیا۔ (حوالہ بعد میں)۔

۱۷۰۔۲۰ واخرج البراز والدار قطنی والبیھقی فی شعب

الایمان من طریق ابی طفیل قال سمعت علی ابن ابی طالب (ع) وعمار یقولان ان رسول اللہ ص کان یجھر فی المکتوبات بہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فی فاتحہ الکتٰب۔

مولائے متقیان امیر المؤمنین صلوٰۃ اللہ علیہ علی ابن ابی طالب اور جناب عمارؓ بن یاسرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ص تمام واجب نمازوں میں آواز کے ساتھ بسم اللہ۔۔۔فاتحہ کے ساتھ پڑھتے (بسم اللہ۔۔۔کی جز ہے) (حوالہ بعد میں)۔

۱۷۱۔۲۱اخرج الدار قطنی عن عائشہ "رسول اللہ ص کان یجھر بہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔تحقیق رسول اللہ ص آواز سے بسم اللہ ۔۔۔۔۔پڑھتے تھے۔(حوالہ بعد میں)۔

۲۲.۱۷۲ واخرج الشافعی فی الام والدار قطنی والحاکم وصححہ والبھیقی عن معاویہ انہ قدم المدینۃ فصلی بھم ولم یقرأ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ولم یکبر اذا خفض واذا رفع. فناداہ المھاجرون والانصار حین سلم " یا معایہ اسرقت صلاتک این بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؟ واین تکبیر ؟ فلما صلی بعد ذالک قرأ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لام القرآن وللسورۃ التی بعد ھا وکبر حین یھوی ساجداً. معاویہ بن ابی سفیان مدینہ آئے لوگوں میں نماز پڑھی اور

بسم اللہ۔۔۔۔نہیں پڑھی اور نماز میں جھکنے اور اٹھنے پہ تکبیر نہیں کہی۔ جب سلام پڑھا تو مہاجرین اور انصار (صحابہ کرامؓ) نے اسکو آوازیں دے کر کہا" اے معاویہ کیا نماز میں کمی کردی؟ بسم اللہ۔۔۔۔۔۔۔۔اور تکبیر کہاں گئی؟ اسکے بعد اس (معاویہ) نے جب (بھی) نماز پڑھی تو بسم اللہ۔۔۔۔۔کو الحمد کے ساتھ دوسری بعد والی سورۃ کے ساتھ پڑھتے تھے اور سجود میں جھکتے اور اٹھتے وقت تکبیر کہتے۔ (امام شافعی امام دار قطنی اور امام حاکم نے اسکو صحیح کہا ہے)۔

اس باب کے اس فصل کی ح ۱۶۳۔۱۳ سے ۱۷۲۔۲۲ تک کے لیے دیکھیے تفسیر الدر المنثور سیوطی طبع لبنان ج اتفسیر س الفاتحہ۔

اور امیر شام کی نماز کی روایت تفسیر کبیر (اردو) ج اول ص ۳۸ پہ بھی موجود ہے۔

۱۷۳۔۲۳ المسئلۃ الرابعۃ قال الشافعی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آیۃ من اول سورۃ الفاتحہ و تجب قرأتھا مع الفاتحہ۔ بسم اللہ۔۔۔۔س الفاتحہ کی پہلی آیۃ ہے اور فاتحہ کے ساتھ اسکی قرأۃ واجب ہے۔ (تفسیر کبیر)۔

۱۷۴۔۲۴ والذی عندی فیہ ان النقل المتواتر ثابت بان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کلام انزل اللہ علی محمد(ص)۔ (امام فخر الدین

رازی اپنا فیصلہ دیتے ہیں کہ) ہمارے نزدیک جو کچھ ہے وہ یہ ہے کہ حد تواتر سے ثابت ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم وہ کلام ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ص پہ نازل کیا ہے۔ تفسیر کبیر۔

۱۷۵۔۲۵ الحجة الاولی: روی الشافعی عن ابن جریح عن ابن ابی ملیکه عن ام سلمه انها قالت قرأ رسول اللّٰہ ص فاتحه الکتٰب فعد بسم الله الرحمٰن الرحیم آیة الحمد اللّٰه رب العالمین آیه الرحمٰن الرحیم آیة مالک یوم الدین آیةایاک نعبد وایاک نستعین آیة اهدنا الصراط المستقیم آیة صراط الذین انعمت علیهم غیر المغضوب علیهم ولا الضالین آیة وهذا نص صریح (تفسیر کبیر) یہ نص صریح ہے کہ بسم اللہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ الحمد کا جز ہے۔ (ترجمہ گذر چکا ہے)۔

۱۷۶۔۲۶ الحجة الرابعه روی الثعلبی باسناده عن جعفر ع بن محمد ع عن ابیه ع عن جابر بن عبداللّٰہؓ ان النبی قال له کیف تقول اذا قمت الی الصلوٰة قال اقول الحمد للّٰه رب العالمین قال قل بسم الله الرحمٰن الرحیم (اسناد عربی میں دیکھو) رسول اللہ ص نے فرمایا جب تم نماز میں کھڑے ہوتے ہو تو کیسے پڑھتے ہو۔ جابر نے عرض کیا میں پڑھتا ہوں ”الحمد للہ رب العالمین“ تو حضور ص نے فرمایا (نہیں بلکہ الحمد شروع کرنے سے

پہلے) پڑھو "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم"۔ (تفسیر کبیر)۔

۱۷۷۔۲۷ روی الثعلبی باسنادہ عن علی ابن ابی طالب انہ کان اذا افتتح السورۃ فی الصلاۃ یقرأ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم. وکان یقول من ترک قرأتہا فقد نقص۔ امیرالمؤمنین علیہ السلام جب بھی نماز پڑھتے تو سورۃ کے شروع میں بسم اللہ۔۔۔۔۔۔ پڑھتے اور فرماتے تھے کہ جس نے بھی بسم اللہ۔۔۔۔۔۔ کی قرأۃ کو ترک کیا اس نے نقص کیا (تفسیر کبیر)۔

۱۷۸۔۲۸ امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں پدر یزید معاویہ بن ابوسفیان کی اوپر گذری ہوئی نماز کا ذکر بھی کیا ہے۔ جو کہ بحوالہ الدر المنثور لکھی گئی ہے۔ اس کے بعد امام رازی لکھتے ہیں" اور یہ خبر دلیل ہے" علی اجماع صحابہ کہ صحابہ کرام کا اس پہ اجماع ہے کہ "علی انہ من القرآن" بسم اللہ۔۔۔۔۔۔ قرآن میں سے ہے "ومن الفاتحہ" اور فاتحہ میں سے ہے "وعلی ان الاولی الجھر بقرأتہا" اور یہ کہ وہ آواز سے پڑھی جائے۔

۱۷۸۔۲۸ الحجۃ الثالث عشرۃ فثبت ان الانبیاء کلما شرعوا فی عمل من اعمال الخیر ابتدعوا بذکر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ امام رازی لکھتے ہیں کہ یہ بات ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنے اعمال خیر کی ابتدا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے کرتے تھے۔

۱۷۹۔۲۹ اما فخر الدین رازی اب فیصلہ دیتے ہیں۔ وہ المقدمۃ الثالث میں لکھتے ہیں۔ یہ بات ثابت ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تلاوت تمام انبیاء پر واجب اور ہمارے رسول ص پر بھی واجب تھی اور بسم اللہ کا پڑھنا ہمارے لیئے واجب ہے۔

اور جب ہم پہ اسکی قرأۃ واجب ہے تو یہ صاف ثابت ہے کہ بیشک وہ سورۃ الفاتحہ کی آیہ ہے۔ (تفسیر کبیر)

۱۸۰۔۳۰ الحجۃ الخامسۃ: امام بیہقی نے سنن الکبری میں ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ص نماز میں آواز سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے تھے۔ "ثم ان الشیخ بھیقی روی الجھر عن عمر بن خطاب" کہ عمر بن خطاب بھی آواز سے بسم اللہ۔۔۔ پڑھتے تھے۔ اور ابن عباس اور ابن عمر اور ابن زبیر سے بھی۔ اب جناب فخر الدین رازی پھر فیصلہ کی بات کرتے ہیں" واما ان علی ابن ابی طالب کان یجھر بالتسمیۃ فقد ثبت بالتواتر ومن اقتدی فی دینہ بعلی ابن ابی طالب فقد اھتدی والدلیل علیہ قولہ علیہ السلام اللھم ادر الحق مع علی حیث دار" اور یہ متواتر ثابت ہے کہ امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب (علیھما السلام) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آواز سے پڑھتے تھے۔ اور جس نے بھی اپنے دین میں علی ابن ابی طالب (علیھما السلام) کی پیروی کی اسنے ہدایت پائی

اور اس پر رسول اللہ ص کی یہ حدیث دلیل ہے کہ یا اللہ جہاں بھی علی علیہ السلام ہو حق کو ادھر پھیر دے۔ امام رازی نے اوپر بیان کیئے گئے تفسیر کبیر کے تمام حوالہ جات تفسیر کبیر جلد اول زیر تفسیر الفاتحہ لکھے ہیں۔

فیصلہ تو ہو ہی گیا لیکن مزید اطمینان کے لیئے کچھ اور اثبات:

۱۸۱۔۳۱ صحیح مسلم شریف مترجم آغا رفیق ج ا میں ایک باب ۱۵۰ بسم اللہ قرآن کی ہر سورۃ کا جز ہے سوا سورہ براۃ کے" اس باب کی پہلی حدیث یہ ہے: عن انس ۔۔۔ حضور ص نے فرمایا ابھی ابھی مجھ پر ایک سورۃ نازل کی گئی ہے۔ یہ فرما کر حضور ص نے یہ سورۃ پڑھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم. انا اعطینک الکوثر فصل لربک وانحر ان شانئک ھو الابتر . یہی امام نووی نے شرح مسلم ج اول میں لکھا ہے۔

۱۸۲ . ۳۲ عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللہ ص اذا قرأتم الفاتحۃ فاقرأو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فانھا احدا آیاتھا۔ رسول اللہ ص نے فرمایا تم جب بھی سورۃ الفاتحہ پڑھو تو بسم اللہ ۔۔۔۔۔۔ ضرور پڑھا کرو کیونکہ یقیناً وہ اسکی آیتوں سے ایک آیۃ ہے (تعطیر المشام طبع لاہور سنہ ۱۹۳۰ع ص ۳۹۔ بلوغ المرام امام ابن حجر عسقلانی ج ۲۲۱ ص ۱۰۰۔)

۱۸۳۔۳۳ ام المومنین ام سلمہ علیہا سلام کی تفسیر الدر المنثور اور تفسیر،

کبیر کے حوالوں میں بیان کی ہوئی روایت ''الاتقان فی علوم القرآن (اردو) ج ا ص ۱۰۹ پر بھی موجود ہے۔

۱۸۴۔۳۴ عن ابن عباس قال کا ن النبی ص لا یعرف فصل السورۃ حتی تنزل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ (ترجمہ گذر چکا ہے) دیکھیے سنن ابوداؤد ج ا باب ۲۷۴ کتاب الصلاۃ۔ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ فضائل القرآن ف ۳ ح ۲ ج ۳ ص ۳۵۵۔

۱۸۵۔۳۵ ایک اور فیصلہ: حضرات اہل سنت والجماعت کے امام ابن حزم اندلسی کی مشہور کتاب ''المحلی'' (اردو) ج ۲ باب ۳۶۶ ''بسم اللہ کا پڑھنا یا نہ پڑھنا (مترجم علامہ غلام احمد حریری) ص ۲۴۷ پہ یوں لکھا ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ بسم اللہ کے بغیر کوئی نماز نہیں ہوتی۔ برحاشیہ ہے: جو لوگ نماز میں فاتحہ کو بسم اللہ کے بغیر پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ جن احادیث سے انہوں۔ نے استدلال کیا ہے وہ یا تو ضعیف ہیں یا ان سے صراحۃً یہ بات ثابت نہیں ہوتی تمام قرا بلا اختلاف اس بات پر متفق ہیں کہ سورۃ الفاتحہ کے شروع میں بسم اللہ...... لکھی جائے عملاً بھی مصاحف میں اسی طرح کیا گیا ہے۔ یہ ایسی بین دلیل ہے جس سے جملہ اختلاف کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

قارئین کرام اب تک ہم نے اہل سنت والجماعت حضرات کے تمام

مکاتب فکر کے کتب سے بسم اللہ۔۔۔۔۔ کو تمام قرآنی سورتوں (سواء س البرأۃ) کا جز ثابت کر دیا ہے۔ اور نماز میں سورتوں کی تلاوت کے لیئے ابتدا میں اس کی تلاوت ثابت کی ہے۔ اب اس پہ کوئی عمل کرے یا نہ کرے یہ اس کی اپنی مرضی۔ ہم کسی کو مجبور کیوں کریں لا اکراہ فی الدین۔

اب تحقیق کو مکمل کرنے کے لیئے مقدس دہلیز سیدہ عالم علیہا سلام نہایت ادب واحترام سے سلام عقیدت پیش کر کے احادیث آئمۃ الھدیٰ علیھم السلام کی تلاوت کا شرف حاصل کرتے ہیں۔ تو پیش خدمت ہے۔

فصل دوم کتب امامیہ شیعہ خیر البریہ

۱۸۵۔۱ سالت ابا عبداللہ علیہ السلام "ولقد آتینک سبعا من المثانی والقرآن العظیم" قال ھی سورۃ الحمد وھی سبع آیات منھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت اقدس میں سبعا من المثانی والقرآن العظیم کے بارے میں سوال کیا (کہ وہ کیا ہیں؟) تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ سورۃ الحمد ہے اور یہ سات آیتیں ہیں اور ان ساتوں میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ایک آیۃ ہے۔ تفسیر العیاشی ج ۱ ص ۳۳ ح ۳ بحوالہ بحار الشریف ج ۱۸ ص ۳۶، ۳۳۵ ج ۱۹ ص ۵۹، ۵۸ البرھان ج ۱ ص ۴۲۔

۱۸۶۔۲ عن ابی بکر الحضرمی قال قال ابو عبد اللہ علیہ

السلام... قال فاتحۃ الکتٰب بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم الحمد للّٰہ رب العالمین... (فاتحہ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم الحمد للّٰہ رب العالمین.......... ولا ضالین۔ ہے) تفسیر العیاشی ج ۱ص ۳۵ بحوالہ البحار ج ۱۹ص ۵۹۔ الصافی ج ۱ص ۵۶، الوسائل ج ۱ابواب القراۃ القرآن باب ۳۷، البرھان ۱ص ۴۲ واخرجہ الطبرسیؒ فی مجمع البیان (طصیدا ج ۱ص ۱۷، ۱۸عن ھذا الکتٰب ایضا)۔

۱۸۷۔۳ عن منصور بن حازم عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال کان رسول اللہ ص اذا صلی بالناس جھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ----- آنحضرت ص نماز جماعت میں بسم اللہ آواز سے پڑھتے تھے۔ تفسیر العیاشی ج ۲ص ۳۱۸س بنی اسرائیل بحوالہ البرہان ج ۲ص ۴۲۳، البحار ج ۱۸ (ج ۲) ص ۳۴۹۔ تفسیر الصافی ج ۱۔

۱۸۸۔۴۔ بسم اللہ کے متعلق ابن عباس کی روایت (اثبات میں) کے لیئے دیکھیے۔ تفسیر المیزان، (فارسی) ج ۲۳ص ۱۸۸۔ طبع طہران۔

۱۸۹۔۵ از امام جعفر صادق علیہ السلام از سبع مثانی وقرآن عظیم پرسش نمودم آیا سبع مثانی فاتحۃ الکتٰب است؟ فرمود بلے، عرض کردم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جزء عدد ہفت است؟ فرمود بلہ آ از ھمد دیگرش افضل است۔ صادق العترۃ علیہ السلام

نے فرمایا سبع مثانی فاتحہ ہے سائل نے عرض کیا کیا بسم اللہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ان سات آیاۃ کا جز ہے؟ فرمایا ہاں وہ تو ان سب سے افضل ہے۔ دیکھیے: تفسیر المیزان ج ۲۴ ص ۲۲ بحوالہ تہذیب الاحکام باب کیفیۃ الصلاۃ۔

۱۹۰_۲ **عن محمد بن مسلم عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال قال رسول اللہ ص ان اللہ من علی بفاتحۃ الکتاب من کنز الجنۃ فیھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الآیۃ** ۔۔۔رسول اللہ ص نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میرے اوپر احسان کیا جنت کے خزانے کے فاتحہ کے ساتھ جس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آیۃ ہے۔ (مسند محمد بن مسلم (۸۰_۱۵۰ھ) طبع قم المقدسۃ ح ۵۵۷ فی کتاب الصلاۃ ح ۱۱۵ ص ۳۵۵) مزید دیکھیے مستدرک الوسائل آغائے نوری طبرسی باب ان بسملۃ آیۃ من الفاتحۃ ومن کل سورۃ عدا براۃ ج ا ح ۸ ص ۲۷۵۔

۱۹۱_۷ عندنا آیۃ من الحمد ومن کل سورۃ الاّ من براۃ۔ ہمارے نزدیک بسملۃ الحمد کی آیۃ ہے اور تمام سورتوں کی آیۃ ہے سوائے البراۃ کے۔
التبیان فی تفسیر القرآن لابی جعفر الطوسیؒ الجزء الاول طبع قم المقدسۃ ص ۳۰۶۔

۱۹۲_۸ غریب الغربا علی ابن موسی الرضا علیہما السلام شب و روز تمام نمازوں میں بسملۃ بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے۔ (العیون اخبار الرضا ترجمہ اردو ج ۲ ص ۳۸۵)۔

۱۹۳۔۹ قلت لابی عبداللہ علیہ السلام اذا قمت الصلاۃ اقرأ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فی فاتحہ القرآن. قال نعم. قال قلت واذا قرأتہ فاتحہ القرآن اقرأ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مع سورۃ قال نعم. (مقصد ترجمہ گذر چکا ہے) فروع کافی شریف باب قرأۃ القرآن۔ کتاب الصلاۃ ح ۱۔

باب ہفتم تلاوت الحمد کے بعد الحمد للہ رب العالمین کہنا

۱۹۵،۱۹۴۔۱،۲ نیل الاوطار مؤلفہ امام شوکانی ج ۲ ص ۱۱۵،۱۱۶ پہ ہے کہ:

امام مالک اس طرح کہتا ہے کہ جہریہ نماز میں "آمین" نہ کہے اور ایک ایک روایت میں اس سے منقول ہے کہ مطلقاً نماز سری ہو یا جہری "آمین" نہ کہے۔

۱۹۶۔۳ کتاب ایضاً کے حوالہ ایضاً میں ہے مہدی نے بحر میں بیان کیا ہے کہ تمام اہلبیت عظام سے مروی ہے کہ "آمین" کا پڑھنا بدعت ہے۔ اور آمین کے بدعت ہونے پر حدیث معاویہ بن سلمی سے دلیل پکڑی۔۔۔۔ الخ۔

۱۹۷۔۴ فروغ کافی شریف ج ۱ باب قرأۃ القرآن ح ۵ میں ہے۔

عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال اذا کنت خلف الامام فقرأ الحمد وفرغ من قرأتھا فقل الحمد للہ رب العالمین ولا تقل آمین۔

جب پیش نماز الحمد کی تلاوت ختم کرلے تو تم الحمد رب العالمین کہو اور آمین نہ کہو۔ یہی حدیث تہذیب میں بھی ہے۔

باب ہشتم ''رفع الیدین''

مسلمانوں میں رفع الیدین بھی بڑا اختلافی مسئلہ ہے۔ کئی حضرات فقط تکبیرۃ الاحرام کہتے وقت رفع الیدین کرتے ہیں۔ کئی رکوع سے اٹھنے اور مذہب شیعہ اثنا عشریہ میں ہر تکبیر کہتے وقت رفع الیدین (ہاتھ کانوں تک اوپر) کرتے ہیں۔ آئیے اس مسئلہ کے لیئے بھی کتب فریقین سے تحقیق کرتے ہیں۔

فصل اول کتب اہل سنت والجماعت

۱۹۸۔۱ عن سلیمان بن یسار ان رسول اللہ ص کان یرفع یدیه فی الصلاۃ (موطا امام مالک باب افتتاح الصلاۃ ص ۹۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں رفع یدین کرتے تھے۔

۱۹۹۔۲ نماز میں رفع الیدین پر عمل حضرت جابر عبداللہ، ابوسعید، ابو الدرداء ام الدرداء، اور ابن عباسؓ سے بھی مروی ہے۔

(بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ ا۔۲۳۵، ۲۳۹ والتمہید ۱۰۔ ۲۱۹، وجزء رفع الیدین للبخاری ص ۶۲۔ ۷۰)۔۔۔۔۔حوالہ بعد میں۔

۲۰۰۔۳ ابوموسیٰ اشعریؓ سے بھی نماز میں رفع یدین پر عمل ثابت ہے۔

ونیز آپ لوگوں کو بھی یہ سکھایا کرتے تھے۔ جیسا کہ بطریق حماد بن سلمہ از ازرق بن قیس از حطان بن عبداللہ رقاشی از ابوموسیٰ اشعریؓ مروی ہے (بحوالہ دار قطنی ۱۔۲۹۲) دیکھیے: امام ابن حزم۔ المحلی (اردو) ج ۳ ص ۱۲۳۔

۲۰۱۔۴ انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ص رکوع وسجود میں رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ (المحلی ایضاً ص ۱۲۷ بحوالہ ابوبکر بن ابی شیبہ: ۲۳۵۔ اور یہ سند نہایت ہی صحیح ہے۔ المحلی)

۲۰۲۔۵ حضرت مالک بن حویرثؓ سے رویت ہے کہ انہوں نے آنحضرت ص کو دیکھا کہ آپ نے نماز میں رکوع کو جاتے وقت رکوع سے سر اٹھاتے وقت، سجدہ کرتے وقت اور سجدہ سے سر اٹھاتے وقت کانوں تک دونوں ہاتھوں کو اٹھایا۔ بحوالہ مسلم ابوداؤد، ابن ماجہ کتاب الصلاۃ، نسائی ایضاً کتاب الصلاۃ۔ دیکھیے المحلی ایضاً ج ۳ ۱۲۷۔

۲۰۳۔۶ امام ابن حزم المحلی ج ۳ ص ۱۲۷ پر مالک بن حویرثؓ اور انسؓ کی بیان کی ہوئی ان احادیث کے متعلق لکھتے ہیں "اور یہ بالکل ظاہر اور متواتر ہیں اور علم یقین کا موجب ہیں۔ اور ص ۱۲۸ پر ابن حزم ان دونوں احادیث کے راویوں کے متعلق لکھتے ہیں کہ سارے ثقہ ہیں۔ اور انکو قبول کرنا فرض ہے۔ اور ان کا ترک کرنا جائز نہیں ہے۔ (المحلی ترجمہ اردو مترجم غلام احمد الحریری)۔

۲۰۴۔۷ اور امام ابن حزم اسی المحلی میں ح ۲۷۵ یہ لکھتے ہیں "ابن عمرؓ سے روایت کرتے اور جب رکوع کرتے اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے اور جب سجدہ کرتے .... یہ سند صحیح ہے"۔

۲۰۵۔۸ المحلی (ایضاً) میں ص ۱۳۰ ح ۲۷۷ یہ ہے: ابن عمر نماز شروع کرتے وقت رفع یدین کرتے، جب رکوع کرتے اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے اور جب سجدہ کرتے ...... دونوں ہاتھوں کو اپنے سینہ تک اٹھاتے (رفع الیدین کرتے تھے)۔

۲۰۶۔۹ اسی المحلی میں ح ۲۷۸ یہ ہے "ابن عمر کے غلام نافع نے ابن عمرؓ کو دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا، حماد کہتے ہیں ابوایوب بھی اس طرح کیا کرتے تھے۔ بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ ۱۔۲۷۱۔

۲۰۷۔۱۰ عن ابی هریرةؓ انه قال کان رسول الله اذا کبر للصلاة جعل یدیه حذو منکبیه واذا رکع فعل مثل ذالک واذا رفع للسجود فعل مثل ذالک ... (حوالہ بعد میں) ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) جب تکبیر تحریمہ کہتے تو اپنے ہاتھوں کو کندھوں کے مقابل کر لیتے اور جب رکوع کرتے تو اسی طرح ہی کیا کرتے۔ اور جب سجود کے لیے جاتے تب بھی اسی طرح (رفع یدین) کرتے تھے۔

۲۰۸۔۱۱ قالا النظر ابن کثیر یعنی السعدی قال صلی الی جنبی عبداللہ بن طائوس فی مسجد الخفیف فکان اذا سجد السجدۃ الا ولیٰ فرفع راسہ منھا رفع یدیہ تلقآء وجھہ فانکرت ذالک فقلت لوھیب بن خالد فقال لہ وھیب بن خالد تصنعہ شی لم ارا احدا یصنعہ فقال ابن طائوس رایت ابی یصنعہ وقال ابی رأیت ابی یصنعہ وقال ابی رأیت ابن عباس یصنعہ ولا اعلم الا انہ قال کان النبی ص یصنعہ۔

نظر بن کثیر ساندی کہتے ہیں کہ مسجد خفیف کے اندر عبداللہ ابن طاؤس نے میرے پہلو میں نماز پڑھی۔ انہوں نے پہلا سجدا کر کے اس سے اپنا سر اٹھایا تو اپنے دونوں ہاتھ چہرے تک بلند کیئے میں نے اس بات کا انکار کیا اور وہیب بن خالد سے کہا۔ وہیب بن خالد نے ان سے کہا کہ آپ ایسا کام کرتے ہیں جو میں نے کسی کو ایسا کرتے نہیں دیکھا۔ ابن طاؤس نے کہا کہ میں نے اپنے والد کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا۔ میرے والد نے کہا کہ میں نے ابن عباس کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا (اور ان سے سجود میں رفع یدین کے متعلق پوچھا) اور میرے علم میں اس کے سواء کچھ بھی نہیں کہ ابن عباسؓ نے کہا کہ نبی کریم (ص) ایسا ہی کرتے تھے۔ دونوں احادیث کے دیکھیئے سنن ابوداؤد باب افتتاح الصلاۃ ح ۷۳۳۔۱۰،۷۳۵۔۱۲۔

۲۰۹۔۱۲ کان رسول اللہ (ص) یرفع یدیہ مع کل تکبیرۃ فی

الصلوٰۃ المکتوبۃ عمیر بن حبیبؓ نے کہا کہ رسول اللہ (ص) تمام فرض نمازوں میں ہر تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر (رفع یدین) کرتے تھے۔ (سنن ابن ماجہ باب ج اول باب ۲۳۸ ح ۹۰۷-۲)۔

آیئے اب دیکھیں کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں کہاں پر تکبیر کہتے تھے۔ اور جہاں جہاں بھی تکبیر ثابت ہوگی وہاں وہاں رفع الیدین قبول کرنا پڑیگا۔

۲۱۰-۱۳ عن عمران بن حصین قال صلی مع علی (ع) بالبصرۃ فقال ذکرنا ھذا الرجل صلاۃ کنا نصلیھا مع رسول اللہ ص فذکر انہ کان یکبر کلما رفع و کلما وضع۔ صحیح بخاری طبع مصر ج ۱ ص ۹۱۔
عمران بن حصین کہتے ہیں کہ میں نے بصرہ میں علی علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھی۔ عمران کہتے ہیں کہ اس مرد (مولا علی علیہ السلام) نے ہمیں وہ نماز یاد دلادی جو ہم رسول اللہ ص کے ساتھ پڑھتے تھے۔ پھر عمران نے کہا کہ وہ جب بھی (سجدے سے) اٹھتے تھے اور (سجدہ میں) جھکتے تھے تو تکبیر کہتے تھے۔

۲۱۱-۱۳ عن علی ابن الحسین بن علی ابن ابی طالب انہ قال کان رسول اللہ ص یکبر فی الصلوٰۃ کلما خفض ورفع فلم تزل تلک صلوٰۃ حتیٰ لقی اللہ سید الساجدین علی ابن الحسین بن علی

ابن ابی طالب (صلوٰۃ اللہ علیھم) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ص جب بھی نماز میں جھکتے اور اٹھتے تو تکبیر کہا کرتے اور تا وقت وفات اسی طرح نماز پڑھتے رہے۔

(موطا امام مالک باب ۴ افتتاح الصلاۃ ۱۷۔۲ ص ۹۰)۔

۱۲۔۱۵ دیوبندی حضرات کے استاد العلما علی محمد صاحب نے تو کتاب ''نبوی نماز'' حصہ اول ص ۳۶۴ پر رفع الیدین کے متعلق فیصلہ ہی کر دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔ عنوان دیتے ہیں ''نماز کی ہر تکبیر میں رفع الیدین کا ثبوت'' کان رسول اللہ ص یرفع یدیہ فی کل تکبیرۃ من الصلوٰۃ (بحوالہ مسند احمد حنبل) رسول اللہ ص نماز کی ہر تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے۔

۲۱۳۔۱۶ مزید لکھتے ہیں حضرت ابن عباس کی مرفوع حدیث میں جو کہ عبداللہ ابن زبیر کی نماز کے متعلق ہے اس میں بھی ہر رکعت میں رفع الیدین کا ذکر ہے۔ بحوالہ ابو داؤد ج ۱ ص ۱۱۵۔

۲۱۴۔۱۷ جناب علی محمد صاحب نبوی نماز حصہ اول ص ۳۶۴ میں ایک اور عنوان دیتے ہیں ''سجدہ میں رفع الیدین کا ثبوت'' اب موصوف حدیث عن مالک بن حویرث نقل کرتے ہیں جو اس باب میں گذر چکی ہے۔ موصوف نے کچھ ان احادیث کا ذکر بھی اپنی کتاب میں کیا ہے جو اس باب میں ''المحلی'' کے حوالے سے گذر چکی ہیں۔

”فیصلہ ناطق“

۲۱۴۔۱۷ امام نعمان بن ثابت کوفی کے مقلد علامہ موصوف نبوی نماز حصہ اول ص ۳۷۲ پہ لکھتے ہیں (کتاب سندھی زبان میں ہے ہم اس کا ترجمہ اردو لکھتے ہیں)۔

دوسری حقیقت: رفع الیدین کے سمجھنے کے لیئے ضروری ہے کہ اس مسئلہ کے متعلق تمام راویوں کو سامنے رکھا جائے۔ اگر مطلق ثبوت والی احادیث کو دیکھا جائے تو درجہ ذیل جگہوں پر رفع یدین کرنا صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ ۱۔ نماز کے شروع میں ۲۔ رکوع کرنے اور رکوع سے اٹھنے کے وقت ۳۔ سجدہ میں جانے اور اٹھنے کے وقت ۴۔ ہر رکعت کے شروع میں ۵۔ ہر تکبیر کے کہنے کے وقت ۶۔ سلام کہنے کے وقت۔

نوٹ: استاد العلماء دیوبندی کی تحریر میں اب مکمل ہاتھ کھول کر نماز ثابت ہوگئی۔ جس کو امامیہ۔ جعفریہ یا شیعہ نماز کہتے ہیں ایک تو موصوف کا حوالہ باب ارسال یدین میں (نبوی نماز حصہ اول ص ۲۴۰) گذر چکا ہے جس میں انہوں نے قبول کیا ہے کہ ”ناف کے نیچے ہاتھ باندھے جائیں یا سینہ پر انکے لیئے کوئی بھی قطعی یا یقینی نص موجود نہیں۔۔“ اب اقرار کیا ”نماز کے شروع میں، رکوع کرنے اور رکوع سے اٹھنے کے وقت، سجدہ میں جانے اور اٹھنے کے وقت۔۔۔ سلام کہنے کے وقت“۔

ہم علامہ موصوف کو سلام کہتے ہیں جن کے لکھنے سے مسئلہ نماز کا ناطق فیصلہ ہوگیا۔ مرحبا صد مرحبا۔

الحمدللہ علیٰ احسانہ۔ حق حق ہے کتنا بھی دبایا جائے۔ پھر بھی بعض اوقات زبان سے اور بعض اوقات قلم کی چونچ سے نکل جاتا ہے۔

۲۱۵۔۱۸ سجدہ سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کی ایک اور حدیث سنن نسائی باب رفع الیدین عند الرفع من السجدۃ الاولیٰ میں موجود ہے۔

۲۱۶۔۱۔ نبوی نماز حصہ اول ۳۸۳ پر بحوالہ المحلی ج ۴ ص ۲۹۶ یہ حدیث لکھی ہے: عن وائل بن حجرؓ قال صلیت مع رسول اللہ ص وفیہ ثم سجد ووضع وجھہ بین کفتیہ واذا رفع راسہ من السجود ایضاً رفع یدیہ۔ عن وائل میں نے رسول اللہ ص کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب آپ نے سجدہ کیا تو چہرہ مبارک دونوں ہاتھوں کے درمیان رکھا اور جب سجدہ سے سر اٹھایا تب بھی رفع الیدین کیا۔

۲۱۷۔۲۰ حضرت وائلؓ فرماتے ہیں کہ میں نے صحابہؓ کو دیکھا کو وہ (نماز میں سردی کی وجہ سے) بڑے بڑے بھاری کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ وہ نماز میں ہاتھوں کو کپڑوں کے اندر اٹھاتے (یرفعون ایدیھم. اپنے ہاتھوں سے رفع یدین کرتے تھے) دیکھئے: بانئ جماعت المسلمین مسعود احمد۔ صلوۃ المسلمین ص

۲۵۴_۵۵ بحوالہ ابوداؤد بسند صحیح وروی نحوہ البخاری فی جزء رفع الیدین ص ۱۳۔

۲۱۸_۲۱ اور جناب مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں۔ رفع یدین کی حدیث کو روایت کرنے والے صحابہ کی تعداد ''۵۰'' تک پہنچتی ہے۔ لیکن یہ رفع الیدین کرنے والوں کی تعداد نہیں ہے۔ رفع یدین تو بلا استثنا سب ہی صحابہ کرتے تھے۔ (صلوٰۃ المسلمین ص ۲۵۴)۔

۲۱۹_۲۲ حضرت حمید بن ہلال کہتے ہیں کان اصحاب النبی ص اذا صلوا کان ایدیھم حیال آذانھم کا نھا المراوح. رسول اللہ ص کے اصحاب جب نماز پڑھتے تھے تو ان کے ہاتھ کانوں کے برابر ایسے معلوم ہوتے تھے گویا کہ وہ پنکھے ہیں۔ (صلوٰۃ المسلمین ص ۲۵۶ بحوالہ جزء رفع الیدین الامام بخاری ص ۱۳ وسندہ حسن)

۲۲۰_۲۳ علامہ محمد صادق سیالکوٹی نے اپنی کتاب ''صلوٰۃ الرسول ص'' ص ۲۳۵ پر عنوان دیا ہے ''رفع الیدین کے متعلق چار سو روایتیں ہیں'' پھر لکھتے ہیں ''علامہ مجد الدین فیروز آبادی مصنف قاموس سفر السعادت میں لکھتے ہیں: کثرت ایں معنی بہ تواتر ماندہ است و چہار صد اثر و خبر دریں باب صحیح شدہ و عشرہ و مبشرہ روایت کردہ لا یزال الی بریں کیفیت بود تا ازیں جہاں رحلت کردہ غیر ازیں چیزے ثابت نہ شدہ۔ (روایات رفع یدین) کثرت روایات کی وجہ سے متواتر حدیث کے مشابہ ہیں

۔اس مسئلہ میں ''۴۰۰'' احادیث اور آثار آئے ہیں۔عشرہ مبشرہ نے انکو روایت کیا ہے۔ (رسول اللہ ص) اسی طرح نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ اسی دنیا سے رحلت فرما گئے اس کے سواء کچھ بھی ثابت نہیں۔

۲۲۱۔۲۲ اسی کتاب ''صلوٰۃ الرسول (ص)'' ص ۲۲۳ کے آخر میں شہہ سرخی کے ساتھ لکھا ہے'' ہر مسلمان رفع الیدین کے ساتھ نماز پڑھے۔کہ اس کے بغیر نماز کا یقینا نقصان ہے''۔

۲۲۔۲۲۳،۲۲۲،۲۵۔۲۶۔۲۷ جناب محمد اکرام جج صاحب کتاب ''رفع الیدین'' ص ۲۶،۲۷ پر لکھتے ہیں۔عشرہ مبشرہ اور دیگر اکابر صحابہ رفع الیدین کی سنت روایت کرنے پر متفق ہیں۔بحوالہ بیہقی بحوالہ نیل الاوطار ج ۲ ص ۱۸۳، تحفۃ الاحوذی ص ۲۱۹۔

امام بخاری فرماتے ہیں علماً حجاز اور عراق کے نزدیک رسول اللہ ص سے ترک رفع یدین ثابت نہیں کہ انہوں نے رفع الیدین نہ کیا ہو۔بحوالہ جزء رفع الیدین اس لیئے مولی عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں کہ رفع الیدین نبی ص سے صحیح طور پر ثابت ہو چکا ہے۔پھر خلفاء راشدین سے، پھر صحابہ کرام اور تابعین سے۔

فصل دوم ''حوالہ جات علماً اہل سنت والجماعت''

۲۲۵۔۱ کتاب احکام و مسائل فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالمنان نورپوری

المکتبۃ الکریمۃ ج ۱ص ۱۸۲: سوال ۔ نماز میں رفع الیدین فرض ہے یا سنت ہے؟ سائل محمد نواز شاہد۔ جواب: فرض یا سنت کی وضاحت کسی حدیث میں نہیں آئی ۔ البتہ احادیث سے یہ چیز ضروری ثابت ہے کہ رسول اللہ ص نماز میں رفع الیدین کرتے تھے۔

۲۲۶۔۲ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی: والذی یرفع احب الی ممن لا یرفع فان احادیث الرفع اکثر واثبت ۔ رفع یدین کرنے والا مجھ کو بہت محبوب ہے۔ رفع یدین نہ کرنے والے سے ۔ کیونکہ رفع الیدین کرنے کی احادیث بہت زیادہ اور ثابت ہیں ۔ (حجۃ اللہ البالغۃ ج ۲ طبع مصر ص ۱۰ ترجمہ اردو مترجم علامہ محمد منظور الوجیدی ج ۲ص ۲۸۵)۔

۲۲۷۔۳ علامہ سیوطی کے حوالے سے بحوالہ التحقیق الراسخ فی ان احادیث رفع الیدین لیس لھا ناسخ ص ۲۔ صلوٰۃ المسلمین ص ۳۵۲ پر ہے" وحدیث رفع الیدین فی الصلاۃ فقد رواہ خمسون من الصحابۃ" رفع یدین کرنے کی روایت کو ۵۰ صحابہ نے روایت کیا ہے۔

۲۲۸۔۴ علامہ سیوطی کی کتاب الازہار المتناثرہ فی الاخبار المتواترہ کے حوالے سے صلوٰۃ المسلمین ص ۳۵۳ پر ہے: رفع الیدین کی حدیث متواتر ہے۔

۲۲۹،۳۰۔۵،۶ کتاب صلوٰۃ المسلمین ص ۳۴۷ پر ایک عنوان لکھا ہے"

رفع الیدین کے خلاف حدیثیں گھڑی گئیں" اور ص ۲۸۹ پر ایک دوسرا عنوان قائم کیا ہے "رفع یدین کرنے پر مار پیٹ" پڑھ کر دیکھیں کیسے رفع یدین کرنے والوں پہ ظلم کیا جاتا تھا۔

۲۳۱۔۷ **واما قول من قال ان ذالک الحدیث ناسخ الرفع غیر تکبیرۃ الافتتاح فھو بلا دلیل.** جو لوگ کہتے ہیں کہ یہ حدیث تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کو منسوخ کرتی ہے۔ ان کا یہ قول بلا دلیل ہے۔ (محدث کھڈیلوی: خاتمہ اختلاف ص ۵۱ بحوالہ علامہ ابوالحسن محمد بن عبدالہادی سندھی مدنی محدث حنفی حاشیہ ابن ماجہ مصری ج ا ص ۱۴۶)۔

۲۳۲۔۸ جناب صغیر احمد صاحب بہاری: رفع یدین کرنے کی روایت اس کثرت سے ہیں کہ ان کا انکار کرنا دوپہر کے وقت سورج کا انکار ہے۔ اس کے مقابل عدم رفع یدین کی کوئی ایک روایت بھی سند صحیح مرفوع متصل کتب احادیث میں موجود نہیں۔ جتنی روایتیں پیش کی جاتی ہیں۔ وہ یا تو ضعیف ہیں یا اس میں معنوی و لفظی تحریف ہے۔ دیکھیے کتاب صراط مستقیم اور اختلاف امت ص ۲۲۹۔

۲۳۳۔۹ بخاری نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ "جزء رفع الیدین" تحریر کیا ہے۔ اور اس میں امام حسن ؒ اور امام حمید بن بلالؒ سے حکایات بیان کی ہے کہ " **ان الصحابة کانوا یفعلون ذالک**" تمام صحابہ یہ عمل یعنی رفع

الیدین کیا کرتے تھے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ امام حسن نے کسی ایک کو بھی مستثنیٰ نہیں کیا۔ (فقہ الحدیث ج اول کتاب الصلاۃ ص ۴۰۱ بحوالہ تحفۃ الأحوذی ۲۔۱۱۲) تلخیص الحبیر ۱۱۔۲۲۰۔

۲۳۴۔۱۰ امام ناصر الدین البانی کے اسی فقہ الحدیث ج ۱ ص ۴۰۱ پر ہے کہ امام شافعی نے تو یہاں تک کہا ہے کہ رفع الیدین کو صحابہ کی اتنی بڑی جماعت نے روایت کیا ہے کہ شاید اس سے زیادہ تعداد کے ساتھ کبھی بھی کوئی حدیث روایت نہ کی گئی ہو۔

فصل سوم "اعتراضی روایات اور آئمہ اہل سنت کے جوابات"

۲۳۵۔۱ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ص ابوبکر عمرؓ کے ساتھ نماز پڑھی تو ان سب نے تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کیا۔ (رواہ دارقطنی والبیہقی)۔

الف۔ امام البانی کی فقہ الحدیث ج ۱ ص ۴۰۲ پر اس کا جواب یوں لکھا ہے:
امام ابن جوزیؒ نے اس روایت کو موضوع (بناوٹی) قرار دیا ہے۔ اور امام دارقطنی اسی روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں محمد بن جابر راوی "عن حماد" ضعیف ہے۔ اور امام بیہقی نے بھی اسے مرسل و موقوف کہا ہے۔

ب۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی ابن مسعود کی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں "لم یثبت حدیث ابن مسعودؓ"۔ ابن مسعود کی یہ حدیث ثابت نہیں۔ (جامع ترمذی

ج اول باب ۱۸۷ فی الحدیث ۲۳۲۔

۲۳۶۔۲ براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ص جب نماز شروع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے کانوں تک اٹھاتے "ثم لا یعود" پھر دوبارہ ایسا نہیں کرتے تھے۔ (ابوداؤد باب ۲۶۸ ح ۷۴۵)۔

الف۔ امام البانی نے اس حدیث اور اس معنی کی تمام دیگر روایات کو ضعیف کہا ہے۔ فقہ الحدیث ج ا ص ۳۰۲۔

ب۔ اس روایت میں ایک راوی یزید بن ابی زیاد ہے جس سے یوں بھی روایت ہے رسول اللہ ص شروع نماز میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد (بھی) ہاتھ اٹھا کرتے تھے۔ صلوٰۃ المسلمین ص ۳۲۵ بحوالہ بیہقی ۲۔۷۷ ------ جب (یہ یزید) بوڑھے ہوگئے اور حافظہ خراب ہوگیا تو کوفہ والوں نے انہیں "ثم لا یعود" سکھا دیا وہ ثم لا یعود کہنے لگے۔

(بحوالہ امام شوکانی نیل الاوطار) ایک مرتبہ انہوں نے علی بن عاصم کے سامنے یہ حدیث بیان کی تو "ثم لا یعود" کو بیان نہیں کیا۔ حضرت علی بن عاصم نے کہا "آپ نے ثم لا یعود بھی تو کہا ہے" کہنے لگے مجھے یاد نہیں (بحوالہ دار قطنی) صلوٰۃ المسلمین ص ۳۲۵۔۳۲۶۔

ت۔ صاحب کتاب "نماز نبوی" ص ۱۶۸ پر اس حدیث براء بن

عازبؓ کو لکھنے کے بعد لکھتے ہیں' امام نووی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے اسے سفیان بن عیینہ، امام شافعی، امام بخاری کے استاد امام حمیدی اور امام احمد بن حنبل آئمۃ الحدیث نے ضعیف قرار دیا ہے۔

۲۳۷۔۳ بعض لوگ دلیل دیتے ہیں کہ منافقین آستینوں اور بغلوں میں بت رکھ کر لاتے تھے۔ بتوں کو گرانے کے لیئے رفع الیدین کیا گیا۔ لیکن کتب احادیث میں اس کا کہیں کوئی ثبوت نہیں ہے۔ البتہ یہ قول جہلا کی زبانوں پر گھومتا رہتا ہے۔۔۔۔۔ دراصل یہ کہانی محض خانہ ساز افسانہ ہے جس کا حقیقت کے ساتھ ادنی سا تعلق بھی نہیں۔ (اس پورے اعتراض ۳ بعض لوگ دلیل۔۔۔۔۔۔ تعلق بھی نہیں۔ کے لیئے دیکھیے نماز نبوی تحقیق و تخریج حافظ زبیر علی زئی ص ۱۶۸۔۱۶۹)۔

اور فقہ الحدیث ج اول ص ۳۰۴ پہ ہے کہ "بغلوں میں بت چھپانے والا دعوی بلا دلیل ہے کہ جو کسی صحیح حدیث واثر سے تو در کنار کسی ضعیف و من گھڑت میں بھی ثابت نہیں۔

۲۳۸۔۴ ابن زبیرؓ کہتے ہیں رسول اللہ ص نے رفع الیدین کیا تھا اور بعد میں چھوڑ دیا۔ (نماز نبوی ص ۱۶۹)

الف: یہ روایت بھی مرسل اور ضعیف ہے۔ نماز نبوی ص ۱۶۹۔ یہ حدیث

مرسل ہے اور مرسل جمہور محدثین کے ہاں حجت نہیں (محدث گوندلوی۔التحقیق الراسخ ص ۱۳۲)۔

۵۔۲۳۹ عن سالم عن ابیہ قال رایت رسول اللہ ص اذا استفتح الصلاۃ رفع یدیہ حتیٰ یحاذی منکبیہ ھو اذا اراد ان یرکع وبعد ما یرفع راسہ من الرکوع ولا یرفع بین السجدتین (ابوداؤد کتاب الصلاۃ پ ۵ ب ۲۶۴ ح ۱۶۷ تعطیر المشام ص ۴۸) عمر بن خطابؓ کے پوتے سالمؒ اپنے باپ عبداللہ سے روایت کرتے ہیں جس نے کہا کہ میں نے رسول خداص کو دیکھا جب نماز کی ابتدا کرتے تھے تو اپنے کاندھوں تک رفع یدین کرتے اور جب رکوع کا ارادا کرتے اور جب رکوع سے سر مبارک اٹھاتے۔ اور دونوں سجدوں کے درمیاں رفع یدین نہ کرتے تھے۔

جواب: الف یہ حدیث قابل اعتماد نہیں ہے۔ کیوں؟ اس لیئے کہ صحیح الاسناد میں ہے" عن ابن عمرؓ انہ کان یرفع یدیہ اذا دخل الصلوٰۃ و اذا رکع و اذا قال سمع اللہ لمن حمدہ و اذا سجد ــــــــ دیکھیئے المحلی للامام ابن حزم ج ۳ ح ۶۷۵۔ ترجمہ اسی باب میں ح ۲۰۴۔ ۷ میں گذر چکا ہے۔

امام ابن حزم اس روایت ابن عمرؓ کے لکھنے کے بعد لکھتے ہیں" یہ سند صحیح ہے"۔

اب جب ابن عمرؓ خود سجدتین میں جانے اور اٹھنے پہ رفع یدین کرتے ہیں تو اس ح ۲۳۹۔۵ میں "ولا یرفع بین السجدتین" بناوٹ ثابت ہوتی ہے۔

حدثنا أحمد بن حنبل نا أبو عاصم ٤١،٣٠ـ٦،٧ـ
الضحاك بن مخلد ح وثنا مسدد نا يحيى و
هذا حديث أحمد قال أنا عبد الحميد يعني
ابن جعفر أخبرني محمد بن عمرو بن عطاء
قال سمعت أبا حميد الساعدي في عشرة من
أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم منهم
أبو قتادة قال أبو حميد أنا أعلمكم بصلوة رسول
الله صلى الله عليه وسلم قالوا فلم فوالله ما
كنت بأكثرنا له تبعة ولا أقدمنا له صحبة قال
بلى قالوا فاعرض قال كان رسول الله صلى الله
عليه وسلم إذا قام إلى الصلوة يرفع يديه حتى
يحاذي بهما منكبيه ثم كبر حتى يقر كل عظم
في موضعه معتدلا ثم يقرأ ثم يكبر فيرفع يديه
حتى يحاذي بهما منكبيه ثم يركع ويضع
راحتيه على ركبتيه ثم يعتدل فلا ينصب رأسه
ولا يقنع ثم يرفع رأسه فيقول سمع الله لمن
حمده ثم يرفع يديه حتى يحاذي منكبيه
معتدلا ثم يقول الله أكبر ثم يهوي إلى الأرض
فيجافي يديه عن جنبيه ثم يرفع رأسه و
يثني رجله اليسرى فيقعد عليها ويفتح
أصابع رجليه إذا سجد ثم يسجد ثم يقول
الله أكبر ويرفع ويثني رجله اليسرى فيقعد عليها
حتى يرجع كل عظم إلى موضعه ثم يصنع في
الأخرى مثل ذلك ثم إذا قام من الركعتين كبر
ورفع يديه حتى يحاذي بهما منكبيه كما كبر
عند افتتاح الصلوة ثم يصنع ذلك في بقية
صلاته حتى إذا كانت السجدة التي فيها التسليم
أخر رجله اليسرى وقعد متوركا على شقه الأيسر
قالوا صدقت هكذا كان يصلي صلى الله عليه
وسلم.

احمد بن حنبل ابو عاصم ضحاک بن مخلد۔ مسدد، یحیٰی، احمد عبدالحمید ابن جعفر، محمد بن عمرو عطاء کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ص کے دس اصحاب کی موجودگی میں حضرت ابو سعید صاعدی سے سنا جن میں حضرت ابو قتادہ بھی تھے حضرت ابو حمید ؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ص کی نماز کو میں آپ حضرات کی بنسبت زیادہ جانتا ہوں۔ انہوں نے کہا خدا کی قسم یہ کس طرح؟ جبکہ نہ آپ کو پیروی کرتے ہم سے زیادہ عرصہ گذرا اور نہ آپ نے صحبت کا شرف ہم سے زیادہ پایا۔ انہوں نے کہا کہ بات ہے یہی۔ سب نے کہا کہ بیان تو کیجئے کہا کہ رسول اللہ ص جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے یہاں تک کہ وہ کندھوں کے برابر ہو جاتے پھر تکبیر کہتے یہاں تک کہ ہر ہڈی سیدھی ہو کر اپنی جگہ قرار پکڑ جاتی۔ پھر قرأت پڑھتے، پھر تکبیر کہتے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے، پھر رکوع کرتے اور اپنی دونوں ہتھیلیاں اپنے گھٹنوں پر رکھتے اور برابر رہتے کہ سر کو نہ اونچا رکھتے اور نہ نیچے جھکاتے۔ پھر سر اٹھا کر سمع اللہ لمن حمدہ کہتے پھر سیدھے ہو کر اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے زمین کی طرف جھکتے اور اپنے بازوؤں کو کروٹوں سے جدا رکھتے پھر سر اٹھاتے اور بائیں پیر کو بچھا کر اس پر بیٹھ جاتے اور سجدے کے وقت پیروں کی انگلیوں کو کھلی رکھتے پھر دوسرا سجدہ کرتے پھر اللہ اکبر کہتے اور بائیں پیر کو بچھا کر اس پر بیٹھ جاتے یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنے مقام پر لوٹ جاتی۔ پھر دوسری

رکعت میں بھی اسی طرح کرتے ۔ پھر جب دو رکعتوں کے بعد کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے اور کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے جیسے نماز شروع کرتے وقت تکبیر کہی تھی ۔ پھر اپنی باقی نماز میں بھی اسی طرح کرتے یہاں تک وہ سجدے کر لیتے جس کے بعد سلام پھیرنا ہے تو بائیں پیر کو باہر نکال لیتے اور بائیں پہلو پر جم کر بیٹھتے ۔ سب نے کہا ۔ آپ نے سچ فرمایا کیونکہ رسول اللہ ص اسی طرح نماز پڑھا کرتے تھے ۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ ثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ
عَنْ يَزِيدَ يَعْنِي ابْنَ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو
ابْنِ حَلْحَلَةَ عَنْ عَمْرٍو الْعَامِرِيِّ قَالَ كُنْتُ فِي
مَجْلِسِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَذَاكَرُوا
صَلَاتَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ فَذَكَرَ
بَعْضَ هَذَا الْحَدِيثِ ...... الخ

محمد بن عمرو بن حلحلہ کا بیان ہے کہ عمرو عامری نے فرمایا
میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب کی مجلس میں
تھا تو انہوں نے حضور کی نماز کا ذکر کیا ۔ حضرت ابو حمید رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے فرمایا ۔ پھر اس حدیث کے بعض حصے ذکر کرتے
ابو داؤد کتاب الصلاۃ ح ۷۳۶ ۔

محمد بن عمرو بن حلحلہ کا بیان ہے کہ عمرو عامری نے فرمایا میں رسول اللہ کے اصحاب کی مجلس میں تھا تو انہوں نے حضور کی نماز کا ذکر کیا ۔ حضرت ابو حمید ؓ نے فرمایا : پھر اس حدیث کے بعض حصے ذکر کرتے ، ابو داؤد کتاب الصلاۃ ح ۷۳۶ ۔

جواب الف: اس اعتراض کا جواب صاحب نبوی نماز یوں دیتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں ایک راوی عبدالحمید بن جعفر ہے۔ کان یحی بن سعید یضعفہ والثوری یضعفہ وقال النسائی فی کتاب الضعفاء لیس بالقوی۔ یحی بن سعید محدث سفیان ثوری اور امام نسائی نے اس (عبدالحمید بن جعفر) کو ضعیف کہا ہے۔ (بحوالہ تہذیب التہذیب ج ا ص ۱۱۲ انبوی نماز حصہ اول ص ۳۲۷)۔

ب۔ اس حدیث کی سند میں اضطراب ہے۔ اس سند کا راوی محمد بن عمرو بن عطاء کبھی کہتا ہے کہ میں نے خود ابوحمید ساعدی سے سنا (دیکھیے اسناد میں) کبھی کہتا ہے میں نے عباس بن سہل الساعدی (عمرو بن العامری) کے واسطے سے ابوحمید سے یہ حدیث لی ہے۔ یعنی اس میں گڑبڑ ہے۔ نبوی نماز حصہ اول ص ۳۲۷۔

قارئین کرام اب ہم نے مکمل رفع الیدین کو ثابت کر دیا ہے۔ اور اعتراضات کے جوابات بھی انہی حضرات کے علماء اور آئمہ کی کتب سے حوالہ قلم کیئے ہیں۔ اب تحقیق کو مکمل کرنے لیئے پھر باادب واحترام دہلیز سیدۂ عالم علیہا سلام پہ سلام عقیدت پیش کرتے ہیں اور احادیث آئمۃ المعصومین علیہم السلام کی تلاوت کا شرف حاصل کرتے ہیں۔

فصل چہارم کتب امامیہ شیعہ اثنا عشریہ

۲۴۲۔ ا مولائے متقیان امیر المؤمنین صلوٰۃ اللہ علیہ سے مرفوعا روایت

ہے کہ (جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) سجدوں سے اٹھتے تو رفع الیدین کرتے تھے۔ دیکھیے فلک النجاۃ ج ۲ ص ۲۲۹ بحوالہ نصب الرایہ ص ۸۶۔

۲۲۳۔۲ عن امیر المؤمنین علیہ السلام فی قول اللہ عزوجل "فصل لربک وانحر" قال النحر رفع الیدین فی الصلوٰۃ نحو الوجہ۔ امیر المومنین علیہ السلام نے آیۃ مبارک "فصل لربک وانحر" کے متعلق ارشاد فرمایا "النحر" سے مراد نماز میں چہرے کے برابر رفع الیدین کرنا ہے۔

مستدرک الوسائل آغائی نوری طبریؒ ج ا ابواب تکبیرۃ الاحرام باب ۷ ص ۲۷۲ بحوالہ دعائم الاسلام۔

۲۲۴۔۳ المفضل بن الحسن الطبرسی فی مجمع البیان عن محمد بن مسلم وزرارۃ وحمران عن ابی جعفر وابی عبداللّٰہ علیهما السلام فی قوله تعه "وتبتل الیه تبتیلا" ان التبتل هنا رفع الیدین فی الصلوٰۃ . امام محمدباقر اور امام جعفر صادق علیهما السلام نے آیۃ "وتبتل.." کے متعلق ارشاد فرمایا کہ اس سے نماز میں رفع الیدین مراد ہے۔

(مسند محمد بن مسلم کتاب الصلاۃ ح ۷۷۹۔۱۳۹ ص ۳۶۲۔ وسائل الشیعہ کتاب الصلاۃ باب ۱۳ من ابواب القنوت ج ۴ ص ۹۱۲)۔

۲۳۵۔۴ من لا یحضرہ الفقیہ باب کیفیۃ الصلوٰۃ ح ۹۱۵، فروغ کافی ج ا باب ۱۹ کتاب الصلاۃ ح ۲۳، مستدرک الوسائل ج اول ابواب افعال الصلوٰۃ باب اح امیں عن حماد امام جعفر صادق علیہ السلام کی مکمل نماز لکھی ہے جس میں ارسال یدین اور مکمل رفع الیدین کا ذکر موجود ہے۔

باب نہم "قنوت"

فصل اول "کتب اہل سنت والجماعت سے بعض نمازوں میں قنوت"

۲۲۶۔۱ واخرج البخاری والبیهقی من طریق ابی قلابة عن انس قال کان القنوت فی الفجر والمغرب۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ "دعائے" قنوت فجر اور مغرب کی نمازوں میں تھی۔ (حوالہ بعد میں)۔

۲۲۷۔۲ واخرج الطبرانی فی الاوسط والدار قطنی والبیهقی عن البراء بن عازب قال ان رسول اللّٰہ(ص) کان یقنت فی الصبح والمغرب. رسول اللہ (ص) صبح اور مغرب کی نماز میں قنوت پڑھتے تھے۔ دونوں نے لیئے دیکھیں: تفسیر الدر المنثور ج ۱ زیر تفسیر و قوموا للہ قانتین ص ۳۲۲۔۳۲۳۔

۲۲۸۔۳ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں میں نے ایک روز ابوہریرہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ میں تمھارے سامنے حضور (ص) کی سی نماز پڑھتا ہوں۔ ابوسلمہ کا بیان ہے کہ ابوہریرہ ظہر عشا اور صبح کی نمازوں میں قنوت پڑھتے تھے اور مسلمانوں کے لیئے دعا اور کافروں پر لعنت کیا کرتے تھے۔ صحیح مسلم (اردو) ج اول باب ۲۳۱۔۲

ص ۱۵۹، امام نووی فی شرح صحیح مسلم ج اول ص ۲۳۷۔ اور امام ابن تمیمیہ نے منتقی الاخبار ج اول ح ۱۱۲۵ میں یہ حدیث لکھی ہے۔ نیز دیکھیے ۔حدیقۃ الاظہار للعلامہ محمد داؤد راغب ج اول ص ۴۶۹ ۔ا ابن حزم ۔المحلی مترجم علامہ احمد ویری ج ۳ ص ۱۸۹۔ فقہ الحدیث امام ناصر الدین البانی ترتیب وتالیف حافظ عمران ایوب ج اول کتاب الصلاۃ ص ۴۴۲ بحوالہ بخاری (۷۹۷) کتاب الاذان باب فضل اللھم ربنا لک الحمد، احمد، (۲۔۳۳۷)، مسلم ابوداؤد (۱۴۴۰) نسائی ۲۔۲۰۲، دار قطنی ۲۔۳۸، بیہقی ۲۔۱۹۸ ، ۴۔۲۴۹ عن البراء بن عازب ان النبی (ص) کان یقنت فی صلاۃ الصبح والمغرب ۔۔۔۔۔ قال ابوعیسی حدیث البراء حسن صحیح۔

رسول اللہ (ص) صبح اور مغرب کی نمازوں میں قنوت پڑھتے تھے۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی ج اول ابواب الصلوۃ باب ۲۸۹ ما جاء فی القنوت) فی صلوۃ الفجر ح ۳۸۴۔ا، امام ابن تمیمیہ منتقی الاخبار ح ۱۱۲۱ اور ابن تمیمیہ نے بھی اسکو صحیح لکھا ہے فقہ الحدیث ج ا ص ۴۴۲ بحوالہ احمد ۴۔۲۸۵ مسلم ۳۰۵۔ ابوداؤد ۱۴۴۱۔ نسائی ۲۔۲۰۲۔ شرح معانی الآثار ۱۔۲۴۲۔ اور دار قطنی ۲۔۳۷۔

۵۔۲۵۰ تعلیقات سلفیہ فتاوی شیخ حسین ص ۱۵۸ کے حوالے سے علامہ محمد قاسم صاحب اپنی کتاب "حی علی الصلوۃ" ص ۵۳ پہ لکھتے ہیں کہ دعائے قنوت کے وقت دعا کرنے والے کی طرح ہاتھ اٹھانا سنت ہے۔ یہ ابن مسعودؓ ابن عمرؓ انسؓ اور ابو

ہریرہؓ سے روایت ہے۔

٢٥١۔٦ جماعت المسلمین کے بانی علامہ مسعود احمد صاحب کتاب "صلوٰۃ المسلمین" ص٣٠٣ پہ لکھتے ہیں "کان القنوت فی المغرب والفجر" مغرب اور فجر کی نمازوں میں قنوت تھا (عن انسؓ)۔

نوٹ: اب ان روایات میں یہ نہیں کہ فلاں یا فلاں نماز میں نہیں تھا۔

اب آیئے ذرا سب نمازوں میں دیکھیں۔

فصل دوم "تمام نمازوں میں قنوت"

٢٥٢۔١ حضرت براء بن عازبؓ نے روایت کی ہے کہ آنحضرت (ص) ہر نماز میں قنوت پڑھا کرتے تھے۔ دیکھیے امام ابن حزم۔ المحلی ج ٣ ح ٤٢٧ ص ١٩٠ (اردو) بحوالہ امام بیہقی ج ٢ ص ١٩٨۔ دار قطنی ٢، ٣٨۔٢٥٣۔٢ امام ابن حزم اسی حدیث اور قنوت دوسری احادیث جو اسنے بیان کی ہیں کے متعلق کہتے ہیں۔ یہ سب روایات وہ نص ہیں جن پر ہم نے اپنے قول کی بنیاد رکھی ہے۔ وللہ الحمد المحلی ج ٣ ص ١٩١۔

نوٹ: اب فیصلہ تو ہو ہی گیا کیونکہ امام اہل سنت نے برا ابن عازب کی روایت کو نص مان لیا ہے۔ یعنی رسول اللہ (ص) کی ہر نماز میں دعائے قنوت ثابت ہوگئی۔ اب مزید اثبات کے لیئے آگے مطالعہ کریں۔

۲۵۳۔۲ واخرج ابن ابی شیبه ومسلم وترمذی وابن ماجه عن جابرؓ قال قال رسول اللّٰه (ص) افضل الصلاة طول القنوت۔ امام ابن ابی شیبہ امام مسلم امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ (ص) نے فرمایا کہ افضل نماز وہ ہے جس میں قنوت لمبا ہو۔ دیکھیے اشعۃ اللمعات ج ۲ ح ۴۴۷۔ اور تفسیر الدار المنثور للامام سیوطی ج ا زیر تفسیر آیہ وقوموا اللہ قانتین ص ۳۲۷۔۳۳۔

۲۵۴۔۳ واخرج الطبرانی فی الاوسط والدار قطنی والبیهقی عن البرا بن عازب قال کان رسول اللّٰه (ص) لا یصلی صلاة المکتوبة الا قنت فیها امام طبرانی امام دار قطنی اور امام بیہقی نے براَ بن عازب سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ (ص) تمام فریضہ نمازیں قنوت کے بغیر نہیں پڑھتے تھے۔ (الدر المنثور حوالہ ایضاً)۔

۲۵۵۔۴ قوله علیه السلام لما سئل ای الصلوٰة افضل قال طول القنوت. پیغمبر اسلام (ص) سے جب پوچھا گیا کہ کونسی نماز افضل ہے؟ تو فرمایا جس میں قنوت لمبا ہو۔ (امام رازی تفسیر کبیر) ج ۴ المسالۃ الاولی ''القنوت'' زیر تفسیر آیہ وقوموا اللہ قانتین ص ۱۵۳۔۲۵۶۔۵ بانی جماعت المسلمین مسعود احمد صاحب نے کتاب الصلوٰۃ المسلمین ص ۳۰۴ برحاشیہ ایک حوالہ لکھا ہے'' صحیح مسلم باب

استحباب القنوت فی جمیع الصلوٰۃ'' کہ دعائے قنوت تمام نمازوں میں مستحب ہے۔اور یہی باب امام نووی کی شرح مسلم میں ہے۔اور یہی باب امام مسلم نے قائم کیا ہے۔

حضرات اہل سنت والجماعت ہر نماز میں قنوت پڑھیں یا نہ پڑھیں خود جانے لا اکراہ فی الدین ہم نے صرف انکی کتب سے تمام نمازوں میں قنوت ثابت کردیا ہے جس کو انکے آئمہ نے بھی قبول کیا ہے۔آئیے اب دیکھیں کہ دعا قنوت نماز میں کب پڑھی جائے۔

فصل سوم ''نماز میں قنوت کس وقت پڑھا جائے''

۲۵۷۔۱ عن عاصم قال سئلت انس عن القنوت قبل الرکوع او بعد الرکوع فقال قبل الرکوع۔۔۔۔۔انس سے قنوت کے متعلق پوچھا گیا کہ رکوع سے پہلے ہے یا بعد میں؟ فرمایا رکوع سے پہلے۔مشکوٰۃ شریف مترجم عابد الرحمٰن کاندھلوی ج ۳ ح ۱۲۱۶۔۲ ص ۲۹۱۔

۲۵۸۔۲ صلوٰۃ المسلمین ص ۳۰۹ میں یوں لکھا ہے "عن عاصم عن انس قال سئلة عن القنوت قبل الرکوع او بعد الرکوع فقال قبل الرکوع. بحوالہ صحیح مسلم۔قنوت رکوع سے پہلے ہے۔

۲۵۹۔۳ وقنت عمر بعد الرکوع یرفع یدیہ وجھر بالدعا. عمر بن خطابؓ نے رکوع کے بعد قنوت کیا اور ہاتھوں کو بلند کرکے آواز سے دعا پڑھی۔

صلوٰۃ المسلمین ص ۳۰۹ بحوالہ البیہقی وصححہ (اور اس کو صحیح کہا ہے)۔

۴۔۲۶۰ علامہ محمد صادق کھنڈیلوی نے قنوت بعد رکوع کے لیئے ابوہریرہ کی دو روایتیں بحوالہ سنن نسائی لکھی ہیں۔ دیکھیے کتاب صلاۃ الرسول ص بر حاشیہ ص ۳۵۹۔۳۶۰۔

۵۔۲۶۱ (عن ابن عباسؓ) قنت رسول اللہ ص بعد الرکوع شھرا. رسول اللہ ص نے ایک ماہ تک رکوع کے بعد قنوت کیا۔ فقہ الحدیث ص ۴۴۲۔

اب ہم نے حضرات اہل سنت والجماعت تمام مکاتب فکر کی کتب اور انکے آئمہ سے تمام نمازوں میں رکوع سے پہلے اور بعد میں دعائے قنوت کا پڑھنا ثابت کردیا ہے۔ ایک متلاشیء حق کے لیئے لازمی ہے کہ بغیر تعصب کے ہر طرف نظر دوڑائے اور تحقیق مکمل کرے۔ تو آیئے تحقیق مکمل کرنے کے لیئے ایک مرتبہ پھر دلیز بضعۃ الرسول سیدہ عالم سلام اللہ علیھا پر باادب احترام سلام عقیدت پیش کریں اور محمد و آل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم کی احادیث کا مطالع کریں۔ تو بسم اللہ کیجئے۔

فصل چہارم "محمد و آل محمد عؑ اور قنوت"

۱۔۲۶۲ عن ابی ذرؓ قال قال رسول اللہ ص اطولکم قنوتا فی دار الدنیا اطولکم راحۃ یوم القیمۃ فی الموقف.

پیغمبر اسلام (ص) نے فرمایا دنیا میں جس کا قنوت جتنا طولانی ہوگا توقف

کی جگہ پر قیامت کے دن اسکا سکون طولانی تر ہوگا (ثواب الاعمال عقاب الاعمال للشیخنا الصدوقؒ فی ثواب فضل القنوت ح ۱)

۲۶۳۔۲ شیخ صدوقؒ فی الهدایة قال الصادق علیه السلام ومن ترک القنوت متعمدا فلا صلاة له۔ صادق الحرۃ علیہ السلام نے فرمایا" اور جس نے عمداً قنوت ترک کیا اسکی نماز نہیں ہوتی"۔ (مستدرک الوسائل نوری طبرسیؒ ج ۱ "ابواب القنوت" باب ۱ ح ص ۳۱۷۔)

۲۶۴۔۳ اسی مستدالوسائل ج اول ص ۳۱۸ پر دو باب ہیں "باب استحباب القنوت فی الرکعة الثانية من كل فريضة او نافلة حتىٰ ركعة الشفع قبل الركوع وبعد القرأة الا الجمعة. قنوت تمام فرض اور نوافل نمازوں میں دوسری رکعت میں (سورتوں کی) قرأۃ کے بعد رکوع سے پہلے سواء نماز جمعہ کے اس باب قنوت کے لیئے چار احادیث ہیں۔ ۱۔ بحوالہ فقہ الرضاؑ ۔۲۔ بحوالہ الشیخ محمد بن المشہدی ۳۔ بحوالہ دعائم الاسلام عن جعفر بن محمدؑ الغیبة (فضلین شاذانؒ) عن عبدالرحمان بن سمرة قال قال رسول ص۔ ۲ باب ۱۴ استحباب القنوت فی الرکعت الاولی من الجمعہ قبل الرکوع وفی الثانیہ بعدہ۔ نمازِ جمعہ میں قنوت اول رکعت میں رکوع سے پہلے ہے اور دوسری رکعت میں رکوع کے بعد ہے۔ اسی باب میں امام علیہ السلام کی ایک ہی حدیث ہے جو بحوالہ فقہ الرضاؑ ہے۔

۲۶۵_۳ عن محمد بن مسلم قال قال (ابی جعفر ع) ا'لقنوت فی کل صلاۃ فی الفریضۃ والتطوع ۔قنوت تمام نمازوں میں ہے چاہے فرض چاہے سنت نماز ہو۔ (مسندمحمد بن مسلم کتاب الصلاۃ باب القنوت فی الفیضۃ والنافلۃ ومتی ھو وما یجزی فیہ ح ۱۵ ج ۴ ص ۸۹۷۔

۲۶۶_۴ قال ابی عبداللہ علیہ السلام القنوت فی کل رکعتین فریضۃ او نافلۃ قبل الرکوع) ۔واجب اور نافلہ نمازوں کی دو رکعتوں میں رکوع سے پہلے قنوت ہے۔فروغ کافی شریف ج اول باب ۲۹ ح ۵۔

۲۶۷_۵ عن ابی جعفر علیہ السلام القنوت فی کل رکعتین فی التطوع والفریضۃ (ترجمہ گذر چکا ھے) مسند محمد بن مسلم بحوالہ تھذیب الاحکام باب کیفیۃ الصلاۃ وصفتھا وشرح الاحدی وخمسین رکعت وترتیبھا والقرأۃ ح ۳۳۶ ج ۲ ص ۹۰، وسائل الشیعہ کتاب الصلاۃ باب ۲ من ابواب القنوت ح ۳ ج ۴ ص ۸۹۸، استبصار باب السنۃ فی القنوت ح ۱۲۷۷ ج ۱ ص ۳۳۹.

۲۶۸_۶ عن باقر العلوم علیہ السلام ،قال القنوت فی کل الصلاۃ ....قنوت. تمام نمازوں میں ہے۔ کتاب ایضاح ۷۷ص ۳۶۲ بحوالہ

تہذیب الاحکام باب کیفیۃ الصلاۃ وصفتھا وشرح (ایضا) ح ۳۳۶ ج ۲ ص ۹۰،
وسائل الشیعہ کتاب الصلاۃ باب ۲ من ابواب القنوت الوتر ح ۱ ح ۱۳۱۴۔

۲۶۹ـ ۷ محقق اہلبیت عہ سید ہاشم توبلی بحرانی اپنی مسند کتاب "الانصاف" باب الھرۃ الرابع والسبعون نص ص ۱۲۹ ح ۵۴ لکھتے ہیں عن ابی مریم عبدالغفار بن القاسم (حدیث باقر العلوم علیہ السلام) ــــ فای الصلوٰۃ افضل قال طول القنوت (ترجمہ گذر چکا ہے)۔

۲۷ـ ۸ محمد بن اسماعیل بن بزیع کا بیان ہے کہ میں نے امام علی الرضا علیہ السلام سے فجر اور وتر کی نمازوں میں قنوت کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ رکوع سے پہلے قنوت پڑھنی چاہیے۔(حوالہ بعد میں)۔

۲۷۱ـ ۹ فضل بن شاذان سے غریب الغربا علی بن موسیٰ الرضا (علیہما السلام) کی ایک حدیث ص ۲۵۷ تا ۲۶۹ لکھی ہے جس میں ص ۲۶۰ پہ لکھا ہے۔
"دعائے قنوت فجر ظہر عصر مغرب وعشا میں سنت واجبہ ہے (حوالہ بعد میں)۔

۲۷۲ـ ۱۰ فضل بن شاذان سے ص ۲۱۳ تا ۲۵۶ ضامن آہو امام ہشتم علیہ السلام سے کیئے گئے ۹۵ سوالات اور انکے متعلق امام علیہ السلام کے جوابات لکھے ہوئے ہیں جن میں ص ۲۲۸ پر ص ۳۰ اور جواب یہ ہے "رکعت اول میں قرأۃ سے

پہلے دعا پڑھی جاتی ہے (انی وجھت وجھی ۔۔۔۔) اور دوسری رکعت میں رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھی جاتی ہے۔ کیوں؟

امام علیہ السلام نے جواب میں فرمایا اللہ تعالٰی یہ چاہتا ہے کہ قیام ابتدا تحمید وتقدیس ورغبت وخوف سے قبل (قنوت) پڑھنے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ قیام لمبا ہوجائے اور جماعت میں زیادہ سے زیادہ افراد شامل ہوجائیں۔ تینوں احادیث کے لیے دیکھیں الشیخنا الصدوق" عیون اخبار الرضاع ج ۲ مترجم محمد حسن جعفری۔

باب دہم "ذکر رکوع وسجود"

فصل اول "کتب اہل سنت والجماعت"

۲۷۳۔۱ عن عقبہ بن عامر قال لما نزلت فسبح باسم ربک العظیم قال رسول اللہ ص اجعلوھا فی رکوعکم۔ آیۃ فسبح ۔۔۔ نازل ہوئی تو رسول اللہ ص نے فرمایا اسے اپنے رکوع میں کہا کرو۔ فلما نزلت سبح اسم ربک الاعلی قال اجعلوھا فی سجودکم۔ پھر جب سبح اسم ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ (سورۃ اعلیٰ) نازل ہوئی تو فرمایا اسے اپنے سجود میں کہا کرو۔

(سنن ابوداؤد ج ا کتاب الصلاۃ ح ۸٦۰ باب ۳۰۱)۔

امام ناصر الدین البانی کی تحقیق وافادات کے مطابق فقہ الحدیث مرتب حافظ عمران ایوب ج ا کتاب الصلاۃ ص ۳۱۷ پر اس حدیث عن عقبہ بن عامر کے لیے لکھا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے۔

۲۷۳۔۲ عن عبداللہ ابن مسعود قال قال رسول اللہ ص اذا رکع احد کم فلیقل ثلاث مراۃ سبحان ربی العظیم وذالک ادناہ فاذا سجد فلیقل سبحان ربی الاعلیٰ ثلاثا وذالک ادنا۔ ابن مسعودؓ سے

روایت ہے کہ رسول اللہ ص نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی بھی ایک رکوع کرے تو تین مرتبہ سبحان ربی العظیم کہے اور یہ کم سے کم ہے پھر جب سجدہ کرے تو تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ کہے اور یہ کم سے کم ہے۔ (سنن ابوداؤد ج ا ح ۸۷۷ باب ۳۰۴) نیز ابن ماجہ ج اول باب ۲۴۳ ح ۹۳۷۔ اس حدیث کے متعلق:

ا۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی جامع ترمذی باب ما جاء فی التسبیح فی الرکوع والسجود ح ۲۴۸ بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں "حدیث ابن مسعودؓ کی سند متصل نہیں ہے۔ عون بن عبداللہ بن عتبہ نے ابن مسعودؓ سے ملاقات ہی نہیں کی (تو ان سے یہ حدیث کیسے روایت کی)۔

۲۔ فقہ الحدیث ج ا کتاب الصلوٰۃ ص ۴۱۶ پر لکھا ہے حدیث ابن مسعود۔۔۔ضعیف ہے۔

۳۔ امام ابوداؤد۔ سنن ابوداؤد میں اس حدیث ابن مسعودؓ کے بعد لکھا ہے "قال ابوداؤد ھذا مرسل عون لم یدرک عبداللہ۔ یہ حدیث مرسل ہے عون نے عبداللہ ابن مسعود کو نہیں پایا۔ (تو حدیث کس سے سنی اور بیان کیسے کی؟)

۴۔ حدیث مرسل۔ ضعیف حدیث کی قسم جس میں کوئی تابعی صحابی کے واسطے کے بغیر رسول اللہ (ص) سے روایت کرے۔ فقہ الحدیث ج اول اصطلاحات نمبر ۵۴ ص ۵۰۔ یعنی ثابت ہوا کہ اس تابعی عون نے ابن مسعود کو دیکھا تک نہیں۔ پھر

غلط بیانی کرکے بیچ میں ابن مسعودؓ کا نام لے کے نبی (ص) سے حدیث لے لی۔

حالانکہ اس حضرت نے نہ ابن مسعودؓ کو دیکھا نہ حضور (ص) کو۔

۵۔ حدیقۃ الاظہار للعلامہ محمد داؤد اول ص ۴۰۳ پر ہے "یہ روایت مرسل ہے کیونکہ عون کی ملاقات حضرت ابن مسعودؓ سے ثابت نہیں۔

۶۔ مشکوٰۃ شریف ج اول مترجم علامہ عابد الرحمن کاندھلوی میں حدیث ابن مسعود ح ۱۳۔۸۲۰ کے بعد لکھا ہے "اسکی اسناد متصل نہیں ہے عون ابن مسعود سے نہیں ملے۔

۳۔۲۷۴ عن عائشہؓ ان النبی ص کان یقول فی سجودہ ورکوعہ "سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سبوح قدوس.... پڑھتے تھے. سنن ابو دائود باب مایقول الرجل فی رکوعہ وسجودہ ح ۸۶۳. فقہ الحدیث ج اول ص ۴۱۶ بحوالہ مسلم . ابودائود امام نسائی امام احمد .امام ابن خزیمہ اور امما بیھقی.

۴۔۲۷۵ حضرعائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ص اپنے رکوع اور سجدے میں بہت زیادہ یہ پڑھتے تھے۔

"سبحانک اللّٰھم وربنا وبحمدک اللّٰھم اغفرلی" فقہ

الحدیث ج ۱ ص ۲۱۶ بحوالہ۔ امام بخاری۔ صحیح بخاری۔ امام مسلم۔ صحیح مسلم۔ امام ابوداؤد۔ امام نسائی۔ امام ابن ماجہ۔ امام بیہقی۔ امام احمد۔

۵_۲۷۶ حضرت عروہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ وہ سجدوں میں یہ دعاء کیا کرتے تھے کہ "اللّٰھم اغفر للزبیر بن العوام واسماء بنت ابی بکر۔ اے اللہ زبیر بن عوام اور اسماءؓ بنت ابی بکرؓ کے گناہوں کو معاف فرمادے۔

(امام ابن حزم المحلی ج ۳ ص ۲۰۳ ترجمہ اردو مترجم غلام احمد حریری بحوالہ مصنف عبدالرزاق ۲_۴۳۹ وابن ابی شیبہ ۲_۴۴۲ مزید لکھتے ہیں ابن جریمؒ شافعیؒ مالک داؤد اور کئی دیگر آئمہ کرام کا بھی یہ ہی قول ہے)۔

۶_۲۷۷ عوف بن مالک اشجعیؓ سے مروی ہے کہ نبی ص رکوع و سجدے میں یہ دعا پڑھتے "سبحان ذی الجبروت والملکوت والکبریا والعظمۃ" فقہ الحدیث ج اول ص ۲۱۶ بحوالہ ابوداؤد۔ نسائی واحمد۔

اب ایک متلاشی حق کرے تو کیا کرے پڑھے تو کیا پڑھے کوئی کیا کرے کوئی کیا کہتا ہے کوئی کیا۔ پیغمبر اسلام ص کا طریقہ تو ایک ہی ہونا چاہیئے۔ وہی طریقہ آل محمد کے پاس ہوگا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تو آیئے صحابہؓ کی خدمت میں ایک بار پھر چلیں۔ کہیں وہ ذکر مل جائے۔ پھر آئمہ اہل سنت سے پوچھیں۔ پھر اس کو طریقہ قرآن مجید سے ملائیں پھر آل محمد علیھم السلام سے پوچھیں۔ تا کہ یہ تحقیق بھی مکمل ہو جائے۔

۲۷۸۔ ۷ عن عقبہ بن عامرؓ۔۔۔ کان رسول اللہ اذا رکع قال سبحان ربی العظیم وبحمدہ ثلثا و اذا سجد قال سبحان ربی الاعلیٰ وبحمدہ ثلاثا. حضرت عقبہ بن عامرؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ جب رکوع کرتے تو تین مرتبہ کہتے سبحان ربی العظیم وبحمدہ اور جب سجدہ کرتے تو تین مرتبہ کہتے سبحان ربی الاعلیٰ وبحمدہ. (ابوداؤد ج اول باب ۳۰۱ ح ۸۶۱)۔

اس حدیث کے متعلق:

۱۔ امام ابوداؤد نے اس حدیث کو ضعیف موثق مرسل مجہول نہیں کہا ہے بلکہ لکھا ہے "ھذہ الزیادۃ نخاف ان لاتکون محفوظۃ" یہ اضافہ ہے ہمیں خدشہ ہے کہ بات محفوظ نہ رہی ہو۔

۲۔ امام ابوداؤد کو اس حدیث پہ کیا خدشہ ہے۔ وہ زیادتی کیا ہے؟ اس کو علامہ ابو انس محمد یحیٰ گوندلوی اپنی کتاب "ضعیف اور موضوع روایات" میں ج ۷۰ ص ۲۲۸ میں لکھا ہے۔ وہ بحوالہ ابوداؤد مع عون المعبود ج ا ص ۳۲۶ لکھتے ہیں۔ ابوداؤد فرماتے ہیں خدشہ ہے کہ "وبحمدہ" کی زیادتی محفوظ نہیں۔

۳۔ امام ابوداؤد کے اس اعتراض پہ جواب۔

الف: وھذہ الطرق تعاضد فیردیھا ھذا الانکار ایماروی انکار زیادۃ بلفظ "وبحمدہ" من ابی دائود بن صلاح . یہ اسانید ایک

دوسرے کی تقویت کرتے ہیں بس یہ انکار جو زیادتی بلفظ ''وبحمدہ'' پر ابوداؤد نے کیا ہے بیکار ہے۔(امام شوکانی نیل الاوطار ج ۲ ص ۱۳۹)

ب۔ حقیقت جس کو نصب الرایہ ص ۷۹ و نیل الاوطار ج ۲ ص ۱۳۹ نے لکھا ہے ''کان رسول اللہ ص اذا رکع قال سبحان ربی العظیم وبحمدہ ثلاث مراۃ'' جب رسول اللہ (ص) رکوع کرتے تھے تو تین مرتبہ ''سبحان ربی العظیم وبحمدہ'' کہتے تھے۔ (رواہ دار قطنی، طبرانی، حاکم امام احمد)۔

ت۔ اہل حدیث کے عالم زبیر علی زئی کی تحقیق کی کتاب ''نماز نبوی'' ص ۱۸۵۔۱۸۶ پہ ہے: ۴۔''سبحان ربی الاعلی وبحمدہ'' میرا بلند پروردگار پاک ہے میں اسکی تعریف کرتا ہوں۔(امام) ابن حبان اسے صحیح کہا ہے۔

یہی ذکر رکوع و سجود کی صحیح روایت ہے جس کے لیئے آئمہ اہل سنت نے بھی تصدیق کی ہے۔کیونکہ ''سبحان ربی الاعلی ربی العظیم'' میں فقط تسبیح کا ذکر ہے اور ''سبحان ربی العظیم وبحمدہٗ'' اور سبحان ربی الاعلی وبحمدہ'' میں تسبیح اور تحمید دونوں کا ذکر ہے۔تو آیئے اب کلام اللہ مجید میں دیکھیں کہ تسبیح و تحمید ساتھ ہیں یا الگ ہیں؟

فصل دوم ''قرآن مجید میں تسبیح و تحمید کا ذکر''

۱۔ ۱۲۱ تا ۲۹۰، ۱ تا ۲۷۹ اکثر جگہ قرآن مجید میں تسبیح کا ذکر آیا ہے تو تحمید (حمد

باری تعالی) سے پیوستہ ہے۔ جیسا کہ کلام اللہ مجید میں ہے، ۱. ونحن نسبح بحمدک ۲. فسبح بحمد ربک وکن من الساجدین ۳. فسبح بحمد ربک واستغفرہ ۴. وتری الملئکة حافین من حول العرش یسبحون بحمد ربهم ۵. وان من شیء الا یسبح بحمدہ ٦. ویسبح الرعد بحمدہ ۷. وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل غروبها ۸. خروا سجداً وسبحوا بحمد ربهم ۹. یسبحون بحمد ربهم ۱۰. یسبح بحمد ربک بالعشی والابکار ۱۱. وسبحوا بحمد ربهم ۱۲. والملئکة یسبحون بحمد ربهم

اب کلام اللہ مجید سے تسبیح کے ساتھ تحمید کا ذکر ثابت ہو گیا۔ اور معلوم ہوا کہ "سبحان ربی العظیم وبحمدہ اور سبحان ربی الاعلی وبحمدہ" کے ذکر والی روایت ہی صحیح ہے۔

آب آیئے تحقیق کو مکمل کرنے کے لئے ایک بار پھر باادب واحترام دہلیز سیدۂ عالم علیہا سلام پہ جبین عقیدت خم کر کے سلام عقیدت عرض کریں اور احادیث معصومین علیہم السلام کا مطالعہ کریں۔ کیونکہ نہ وہ قرآن مجید سے جدا ہیں نہ قرآن انسے جدا ہے۔ تو بسم اللہ کیجئے۔

فصل سوم

" آئمۃ الھدیٰ علیھم السلام کا ذکر الرکوع والسجود"

۲۹۱۔۱ فقہ الرضا علیہ السلام وقل فی رکوعک بعد التکبیر اللّٰھم لک رکعت الی ان قال سبحان ربی العظیم وبحمدہ ثلاث مراۃ وان شئت خمس مراۃ وان شئت سبع مراۃ وان شئت التسع فھو افضل .

رکوع میں تین بار "سبحان ربی العظیم وبحمدہ" کہو اگر چاہو تو پانچ مرتبہ کہو اگر چاہو تو سات مرتبہ کہو اگر چاہو تو نو مرتبہ کہو اور یہ ہی افضل ہے۔ (مستدرک الوسائل ج ۱۔ ابواب الرکوع باب ۲ ح ۶ ص ۳۲۲۔ ۲۹۲۔۲ صادق العترۃ علیہ السلام نے فرمایا رکوع میں تین مرتبہ "سبحان ربی العظیم وبحمدہ" اور سجدہ میں تین مرتبہ "سبحان ربی الاعلیٰ وبحمدہ" کہو۔ حوالہ ایضاح ۳ بحوالہ دعائم السلام)۔

۲۹۳۔۳ قال ابو جعفر علیہ السلام "اتدری ای شیء حد الرکوع والسجود؟" قلت "لا" . قال التسبیح فی الرکوع ثلاث مراۃ سبحان ربی العظیم وبحمدہ وفی السجود سبحان ربی الاعلیٰ وبحمدہ ثلاث مراۃ...... باقر العلوم علیہ السلام نے فرمایا" کیا تو جانتا ہے کہ رکوع اور سجود کی حد کیا ہے؟" میں نے عرض کیا "نہیں" فرمایا رکوع میں تین بار

تسبیح ''سبحان ربی العظیم وبحمدہٖ'' ہے اور سجود میں تین بار تسبیح ''سبحان ربی الاعلیٰ وبحمدہٖ'' ہے۔ فروع کافی شریف ج ا باب ذکر رکوع والسجود ج ا۔ استبصار ج اول ص ۱٦۵۔

۲۹۴۔ قال ابو جعفر علیہ السلام من قال فی رکوعہ وسجودہ و قیامہ ''اللّٰھم صل علیٰ محمد وآل محمد'' کتب اللہ لہ ذالک بمثل الرکوع والسجود والقیام۔ جو شخص رکوع اور سجود اور قیام میں (ذکر اور قرأۃ کے بعد) کہے ''اللّٰھم صل علیٰ محمد وآل محمد'' تو اللہ تعالیٰ اسکے رکوع، سجود اور قیام کے مثل ایک اور ثواب عطا کرتا ہے۔ (یہی سبب ہے کہ مذہب آل محمد (ص) میں قیام رکوع وسجود میں قرأۃ اور ذکر کے بعد ''الصلوٰۃ علیٰ محمد وآل محمد'' پڑھتے ہیں)۔ دیکھیے ثواب الاعمال للشیخنا الصدوقؒ ص ۷۵۔

باب یازدہم

سجدہ کے لئے جھکنا

شیعہ امامیہ اثنا عشریہ نماز میں سجدہ میں جانے کے لیئے پہلے ہاتھ زمین پہ رکھتے ہیں بعد میں گھٹنے۔ آیئے اس مسئلہ پر بھی کتب اہل سنت والجماعت و کتب شیعہ سے تحقیق کرتے ہیں۔ پہلے وہ روایات جو اس عمل کے خلاف پیش کی جاتی ہیں اور ان کا ضعف۔

فصل اول: اعتراضی روایات

٢٩٥۔١ عن وائل بن حجر قال رایت رسول اللہ ص اذا سجد وضع رکبتیه قبل یدیه واذا نعض رفع یدیه رکبتیه. جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ کرتے تو اپنے گھٹنے ہاتھوں سے پہلے (زمین) پر رکھتے اور جب اٹھتے تو اپنے ہاتھ گھٹنوں سے پہلے اٹھاتے۔ (ترمذی باب ١٩٥ ج ١ ح ٢٥٣ مشکوۃ ج ١ ح ١٢۔ ٨٣٨ نبوی نماز مؤلف علی محمد حقانی حصہ اول ص ٣٩٣)

اس حدیث کے متعلق علماً و آئمہ اہل سنت والجماعت کے فتوے۔

١۔ صاحب نبوی نماز ص ٣٩٣ لکھتے ہیں وقال الترمذی ھذا الحدیث حسن

صحیح علی شرط۔

افسوس کہ موصوف نے غلط بیانی کی ہے۔ یہ میرے سامنے ترمذی شریف موجود ہے۔ جو کہ عربی اردو ہے۔ اس کا مترجم ہے علامہ محمد صدیق سعیدی ہزاروی، اس کے ج ا ص ١٩٦ باب ١٩٥ ح ٢٥٤ عن وائل ہے اسمیں الفاظ یہ ہیں "قال ھذا حدیث غریب حسن"

صحیح بھی نہیں۔ حسن بھی نہیں۔ غریب حسن ہے۔ جب غریب حسن ہے تو قابل حجۃ کس طرح؟

٢۔ جناب شفیق الرحمٰن ۔نماز نبوی ص ١٨٠ زیر عنوان سجدہ کے احکام لکھتے ہیں۔ سجدہ میں گھٹنے سے پہلے رکھنے والی وائل بن حجر کی روایت کو امام دارقطنی، بیہقی اور حافظ ابن حجر نے ضعیف کہا ہے۔

٣۔ استاذ الحدیث ابوانس محمد یحیٰ نے اپنی کتاب "ضعیف اور موضوع روایات" میں ص ٢٣٦ ح ٣٤٢ میں اس حدیث کو ضعیف لکھا ہے۔

٢٩٦۔٢ ترمذی حوالہ ایضاً میں امام ابوعیسیٰ ترمذی لکھتے ہیں ہمام نے یہ حدیث (اوپر والی عن وائل) عاصم سے مرسل روایت کی ہے۔ یعنی امام ترمذی نے عاصم کی روایت کو مرسل کہا ہے۔

اب مرسل کس حدیث کو کہتے ہیں؟ فقہ الحدیث تحقیق وافادیت محدث

العصر علامہ البانی۔ اصلاحات میں نمبر ۵۴ یہ ہے: مرسل ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں تابعی صحابی کے واسطے کے بغیر نبی (ص) سے روایت کرے۔

یعنی راوی عاصم، نبی (ص) سے ملے بھی نہیں اور کسی صحابہ سے پوچھا بھی نہیں۔ بس یونہی کہہ دیا کہ نبی (ص) یوں سجدہ میں جاتے تھے اور یوں اٹھتے تھے۔ یہ ہے مرسل حدیث اور ابو عیسیٰ ترمذی نے عاصم کی روایت کو مرسل کہا ہے۔ جو کہ بعض کتب میں ہے۔

۲۹۷۔۳ اذا سجد احدکم فلیبدأ برکبتیہ قبل یدیہ (عن ابی ہریرہ)۔ جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو اپنے گھٹنوں کو اپنے ہاتھوں سے پہلے لگائے۔

ا۔ یہ حدیث سخت ضعیف ہے کیونکہ اسمیں عبداللہ بن سعید راوی ضعیف اور متروک ہے۔ (صلوٰۃ المسلمین ص ۲۸۰ بحوالہ نیل الاوطار جزء دوم ص ۲۱۳)۔

۲۔ راوی عبداللہ بن سعید المقبری متروک ہے (احمد) متروک منکر الحدیث ہے (فلاس) متروک ذاہب الحدیث ہے (دارقطنی) ترک کردیا گیا ہے (بخاری) اس کا ایک مجلس میں مجھ پر جھوٹ ظاہر ہوا ہے (یحیٰ بن سعید مرعات ۶۵۶ ج ۱) دیکھیے کتاب ضعیف اور موضوع روایت ح ۲۹۷ ص ۲۳۶۔

۲۹۸۔۴ (بیٹھتے ہوئے) اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھ لے (رواہ البیہقی

عن ابی ہریرہؓ)۔

۱ یہ روایت قابل اعتماد نہیں کیوں؟ اس لیئے کہ یہ مرسل ہے۔

۲ علامہ مسعود احمد لکھتے ہیں'' اس حدیث کی سند میں محمد بن عبداللہ راوی ہے جس کا ابوالزناد سے سننا ثابت نہیں۔ لھذا اسکی سند بھی مشکوک ہے۔

۳۰۰۔۵ انحط بالتکبیر حتیٰ سبقت (رکبتاہ قبل یدیہ عن انس راوہ الحاکم المستدرک) گھٹنے ہاتھوں پر سبقت کرتے۔ (صلوٰۃ المسلمین) ص ۳۸۳۔

اس حدیث لکھنے کے بعد صلوٰۃ المسلمین ص ۳۸۳ میں اس پر جرح میں یہ الفاظ بھی ملتے ہیں'' اس حدیث کو امام ابوحاتم نے منکر کہا ہے امام دارقطنی نے ضعیف کہا ہے۔

۶.۳۰۱ اذا یسجد تقع رکبتاہ قبل یدیہ واذا رفع رفع یدیہ قبل رکبتیہ (عن وائلؓ).

ا۔ علامہ گوندلوی کتاب ''ضعیف اور موضوع روایات'' ح ۲۳۵ ص ۲۳۶ پر لکھتے ہیں وائل کی دونوں حدیثیں ضعیف ہیں دراصل دونوں ایک ہیں راوی شریک بن عبداللہ مدلس اور ضعیف ہے۔ دارقطنی فرماتے ہیں شریک اس روایت میں منفرد ہے۔ جب یہ منفرد ہو تو قوی نہیں۔ بحوالہ دارقطنی ا ص ۳۴۵۔

یہ تھیں وہ روایات جو غیر شیعہ حضرات سجدہ میں جانے کے لیئے پہلے گھٹنوں

ٹیکنے اور اٹھنے میں پہلے ہاتھ اٹھانے کی خاطر پیش کرتے ہیں۔ جو سارے کی ساری ناقابل اعتماد ثابت ہوئیں۔

فصل دوم ”پھر حقیقت کیا ہے“

۳۰۱۔۱ محترم مسعود احمد صاحب صلوٰۃ المسلمین ص ۳۸۱ میں پہلی حدیث عن ابی بکرؓ لکھی ہے جو یہ ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو ہاتھوں سے ابتدا کرے۔ (رواہ الاثرم فی سنتہ۔ نیل الاوطار جزء ۲ ص ۲۱۳)۔

حضرت ابوبکرؓ کی روایت کی ہوئی اس حدیث کو مسعود احمد نے نہ مرسل کہا ہے نہ مجہول نہ موثق نہ ضعیف نہ شاذ منقطع نہ معلق نہ معضل نہ متروک نہ منکر۔ کچھ بھی نہیں لکھا۔ بس جان چھڑالی جناب نے لکھ دیا ہے ”اس حدیث کی سند کا علم نہیں کیسی ہے“۔

ہم گذارش کرتے ہیں کہ جناب آپکے امام الاثرم اور امام شوکانی آپکے جید عالم تھے۔ ان دونوں نے حضرت ابوبکرؓ پر جھوٹ نہیں بولا آپکو تسلیم کرنا پڑیگا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اور ان دونوں نے حضرت ابوبکرؓ کے لیئے صحیح بات لکھی ہے۔ اگر اس بات پہ آپ مطمئن نہ ہوں تو لیجئے دوسرے خلیفہ المسلمین عمر بن خطابؓ کے صاحبزادہ ابن عمرؓ کا عمل۔ اور ظاہر ہے کہ ابن عمرؓ اور ابوبکرؓ کے عمل میں تضاد نہیں

ہوگا۔ کیونکہ حضرت ابوبکر حضرت عمر اور ابن عمرؓ سب ایک ہی ہیں۔ سب کا عمل سب کا مکتبہ فکر ایک ہے۔

۳۰۲۔۲ وقال النافع کان ابن عمرؓ یضع یدیہ قبل رکبتیہ۔ ابن عمرؓ (سجدہ میں جاتے وقت) اپنے دونوں ہاتھ اپنے گھٹنوں سے پہلے رکھتے تھے۔ یہ ترجمہ صحیح بخاری (اردو) مترجم مرزا حیرت دہلوی نے کیا ہے۔ ص ۱۸۴۔ بخاری طبع مصر ج اول باب یہوی بالتکبیر حسین یسجد ص ۹۳۔

ابن عمرؓ کے عمل کے متعلق علماء وآئمہ اہل سنت کے خیالات: ا۔ ''نماز نبوی'' ص ۱۸۰ ابر حاشیہ ۲۔ اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں امام ابن خزیمہ ا۔۳۱۹ ج ۶۲۷ مستدرک ا۔۲۲۶ سے امام حاکم (امام) ذہبی اور امام ابن خزیمہ نے صحیح کہا ہے۔

۲۔ اس کے لیئے فتح الباری ج اول ص ۲۳۹ میں ہے کہ اس روایت کو ابن خزیمہ اور طحاوی وغیرہ نے طریق عبدالعزیز دراوردی سے متصل روایت کیا ہے۔ اور وہ نافع سے اسی طرح کرتے تھے۔ بیہقی نے کہا اس کو عبدالعزیز نے اسی طرح روایت کیا ہے۔ پھر کہا۔ امام مالک کہتا ہے کہ یہ طریقہ خشوع نماز میں بہت اچھا ہے۔ اسی طرح امام اوزاعی نے کہا ہے (اس کے لیئے ---------- کہا ہے۔ تکمل کے لیئے فلک النجاۃ ج ۲ ص ۲۱۲)۔

۳۔ ابن عمرؓ کی اس روایت کو صلوۃ المسلمین ص ۳۷۸ پر چند حوالوں کے ساتھ لکھا گیا ہے جو یہ ہیں: رواہ ابن خزیمہ فی صحیحہ جزء اول ص ۳۱۹، صححہ الحاکم والذھبی ومحمد ناصر الدین البانی التعلیقات للالبانی علی المشکوۃ جزء اول ص ۲۸۲ اور صلوۃ المسلمین نے یہ مکمل حدیث لکھی ہے جو یہ ہے۔

عربی چھوڑ کر فقط اس میں کیا ہوا ترجمہ: عبداللہ ابن عمرؓ نے اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں سے پہلے (زمین پر) رکھتے تھے اور وہ یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ص بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ اب سعود احمد صاحب نے اس حدیث پہ کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ تو اب ہم گذارش کرتے ہیں کہ محترمین جب حضرت ابوبکرؓ بھی وہی بات کرے اور ابن عمرؓ بھی۔ تو اب تو مان لو کہ پہلے ہاتھ ٹیکنے ہیں پھر گھٹنے۔ بات تو ثابت ہوگئی ہے۔ آپ کے آئمہ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ تو اب ماننا ہی چاہئے اور انکار بیکار ہے۔

۳۔۳۰۲ وعن ابی ھریرہ قال قال رسول ص اذا سجد احدکم فلا یبرک البعیر ولیضع یدیہ قبل رکبتیہ۔ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ص نے فرمایا جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو اونٹ کی طرح نہ کرے (یعنی اپنا سینہ زمین سے نہ ملائے اور جب سجدہ میں جھکے تو) اپنے ہاتھ گھٹنوں سے پہلے رکھے۔ اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ کتاب الصلاۃ باب السجود وفضلہ۔ فصل ۲

ج ۳۲_۸۳۹، منتقی الاخبار امام ابن تمیمۃ باب ھیات السجود وکیف یھوی الیہ ۹۶۰ بحوالہ احمد وابوداؤد والنسائی، امام ابن حزم المحلی ج ۳ اسی حدیث عن ابی ہریرہؓ کے حق میں آئمہ، علماء، محققین اور محدثین اہل سنت کے تبصرے۔

ا۔ امام مالک، امام اوزاعی اور امام احمد نے ان سے ایک روایت کے مطابق اور آئمہ حدیث کے ایک گروہ نے حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث پر عمل کیا ہے۔ اور زانوں سے پہلے ہاتھ زمین پر رکھتے ہیں۔(اشعۃ اللمعاۃ ج ۲ کتاب الصلوٰۃ ابوہریرہؓ کی روایت کردہ اس حدیث کی شرح میں ص ۔۲۵)۔

۲ حافظ زبیر علی زئی کی تحقیق وتخریج۔ نماز نبوی ص ۱۸۰ پہ ہے' امام نووی اور (امام) زرقانی نے اس کی سند کو جید کہا ہے اور اسی صفحہ پر یوں بھی لکھا ہے، سجدہ میں گھٹنے پہلے رکھنے والی وائل بن حجرہؓ کی روایت کو (امام) دار قطنی، بیہقی اور حافظ ابن حجر نے ضعیف کہا ہے۔ جب کہ ابوہریرہؓ کی ہاتھ پہلے رکھنے والی روایت صحیح ہے۔ اور ابن عمرؓ کی حدیث اس پر شاہد ہے۔۔۔۔۔۔ گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھنے کو (امام) اوزاعی، مالک، احمد بن حنبل اور شیخ احمد شاکر وغیرھم نے اختیار کیا ہے۔ ابن داؤد نے (بھی) کہا میرا رجحان حدیث ابن عمرؓ کی طرف ہے۔ کیونکہ اس کے بارے میں صحابہ اور تابعین سے بہت سی روایات ہیں۔

۳ بلوغ المرام (ترجمہ) شرح الشیخ احمد حسن دہلوی ص ۱۱۰ پر یوں لکھا

ہے۔ یہ حدیث عن ابی ہریرہؓ وائل سے مروی حدیث سے زیادہ قوی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ سجدہ میں جاتے وقت گھٹنوں سے پہلے ہاتھ زمین پر لگانا زیادہ راجح ہے۔

ابن ابی داؤد بیان کرتے ہیں کہ اصحاب الحدیث کا عمل حدیث ابوہریرہ پر ہے۔

۴۔ صلوٰۃ المسلمین ص ۳۷۷ پر ہے "امام عبدالحق اور علامہ ناصر الدین البانی نے اسے صحیح کہا ہے"۔

۵۔ امام ابن حزم۔ المحلی ج ۳ ح ۳۰۷ ص ۴۔۱۷۵ ترجمہ اردو پر عن ابی ہریرہ حدیث لکھی ہے۔ اور اس پر اچھا خاصا تبصرہ کیا ہے۔ حتیٰ کہ یہ بھی لکھا ہے" اس کی سند صحیح ہے محمد بن عبداللہ بن حسن سے مراد نفس زکیہ ہے اور وہ ثقہ ہیں"۔

ان اثبات کے بعد تحقیقات مکمل کرنے کے لیئے ایک بار پھر دہلیز سیدۂ عالم علیہا سلام پر باادب واحترام جبین عقیدت خم کر کے سلام عرض کریں اور خانوادہ عصمت وطہارت کی احادیث کا مطالعہ کریں۔

فصل ۳

سجدہ میں جانے کے لیئے آئمۃ الھدیٰ علیھم السلام کا طریقہ

۳۰۲ تا ۳۰۶، ۱، ۲، ۳ مستدرک الوسائل آغائے نوری طبرسیؒ ج اول ابواب السجود باب ۱ وضع الرجل الیدین عند

السجود قبل الرکبتین ورفع الرکبتین عند القیام قبل الیدیه عدم وجوبه.

اس باب میں ایک حدیث ابی الحسن الاول صلوٰۃ اللہ علیہ کی ایک حدیث ابی الحسن موسیٰ (بن جعفر الکاظم) علیہما السلام کی اور حدیث جعفر بن محمد الصادق علیہما کی ہے جن میں سجدہ میں جانے کے لئے (زمین پہ) پہلے ہاتھ بعد میں گھٹنے ٹیکتے ہیں۔

۴-۳۰۷ وفی الکافی فاذا اردت ان تسجد فارفع یدیک بالتکبیر و خر ساجدا وابدا بیدک فضعهما علی الارض قبل رکبتیک کافی شریف میں مروی ہے امام علیہ السلام نے فرمایا جب تو سجدہ کا ارادہ کرے تو دونوں ہاتھوں کو تکبیر کے ساتھ اٹھا اور سجدہ کے لئے نیچے گر جا اور اس گرنے کو دونوں ہاتھوں سے شروع کر اس طرح کہ دونوں گھٹنوں سے پہلے زمیں پہ رکھ فلک النجات (عربی اردو) ج ۲ ص ۲۱۲، فروع کافی کتاب الصلوٰۃ باب ۲۷ قیام وقعود ج ا ص ۲۹۰۔

۵-۳۰۸ من لا یحضرہ الفقیہ (اردو) ج اول باب "نماز کی کیفیت ابتدا سے لے کر خاتمہ تک" ح ۹۱۵ ص ۱۲۷-۱۲۶ میں صادق العترۃ علیہ السلام کی نماز لکھی ہے "اور سجدہ میں گئے اور اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں گھٹنوں سے پہلے زمین

پر رکھے"۔

۶.۳۰۹ قال ابو عبداللّٰہ علیہ السلام اذا قمت من الرکعت فاعتمد علی کفیک وقل بحول اللّٰہ وقوتہ اقوم واقعد فان علی علیہ السلام یفعل ذالک ۔ فرمایا صادق آل محمدؑ علیہ السلام نے جب ایک رکعت ختم کرکے اٹھو تو اپنے ہاتھوں پر سہارا دو اور کہو "بحول اللہ وقوتہ اقوم واقعد" اور فرمایا کہ مولائے متقیان صلوٰۃ اللہ علیہ ایسا ہی کرتے تھے۔ فروع کافی ج ۱ ب ۲۸ ح ۱۰ ص ۲۹۳۔

۷.۳۱۰ مستدرک الوسائل آغائی نوری طبرسی ج اول کتاب الصلاۃ ابواب السجود باب ۱۱ " انہ یستحب ان یقول عند القیام من السجود ومن تشھد بحول اللّٰہ وقوتہ اقوم واقعد والرکع واسجد ویکبر" میں بھی کافی شریف کی طرح حدیث بحوالہ فقہ الرضاؑ لکھی ہے۔

۸.۳۱۱ عن ابی عبداللّٰہ علیہ السلام قال اذا قام الرجل من السجود قال: بحول اللّٰہ اقوم واقعد. دیکھیئے : مسند محمد بن مسلم کتاب الصلاۃ ح ۹۲۷ بحوالہ تھذیب الاحکام باب "کیفیۃ الصلاۃ وصفتھا و شرح الاحدی وخمسین رکعت وترتیبھا والقرأۃ"

ح ۳۲۱ ج ۲ ص ۸۷. وسائل الشیعه کتاب الصلاة باب ۱۳ من ابواب السجود ح ۲ ج ۴ ص ۹۶۶.

الحمدللہ علیٰ احسانہ کہ ہم نے صلوٰۃ المتقین میں ہر مکتبہ فکر سے نماز میں سجدہ کے لئے جھکنے اور اٹھنے کا طریقہ بھی ثابت کردیا۔ شکراللہ

باب دوازدہم "اعضائے سجدہ"

فقہ جعفریہ میں اعضائے سجدہ سات ہیں ۔ پیشانی ، دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں، دونوں گھٹنے اور پاؤں کے انگوٹھوں کی چوٹیاں ۔ ناک کی چوٹی مستحب ہے۔ آیئے اس مسئلے کی بھی تحقیق کرتے ہیں۔

فصل اول کتب غیر شیعہ

۱.۳۱۲ عن عباس بن عبدالمطلب انه سمع رسول الله ص یقول اذا سجد العبد سجد معه سبعة اراب وجهه وکفاه و رکبتاه وقدماه ۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب ؓ سے مروی ہے آپ نے حضور (ص) پاک سے سنا آپ ص فرماتے تھے کہ جب انسان سجدہ کرتا ہے تو اسکے سات اجزا سجدہ کرتے ہیں پیشانی دونوں ہتھیلیاں دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں ۔ (سنن نسائی ج اول باب السجود علی القدمین ص ۳۳۸ ۔ سنن ابن ماجہ ج اول باب ۳۴۲ "السجود" ح ۹۳۲ ۔ ص ۲۶۵)۔

۲۔۳۱۳ سنن ابن ماجہ میں ایک حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باب ایضا میں عن ابن عباس ہے جس میں بھی ان سات اعضائے سجدہ کا ذکر ہے۔

۱۵۔۳۱۴۔۳۔۴ سنن ابوداؤد ج ا ب ۳۰۶ اعضا سجدہ ح ۸۸۱۔ا ص ۳۲۸ ح ۸۸۲۔۲۔ عن ابن عباس ہیں جن میں انہیں سات اعضائے سجدہ کا ذکر ہے۔

۳۱۶۔۵ امام نسائی کی سنن نسائی کی عن عباس بن عبدالمطلب ع والی حدیث جامع ترمذی شریف باب ۱۹۹ "ماجاء فی السجود علی سبعۃ اعضاء"۔ ح ۲۵۸۔ا ص ۱۹۸ پہ لکھی ہے۔ اسکے بعد امام ترمذی لکھتے ہیں اس باب میں عن ابن عباس والی ہریرہ و جابر والی سعید روایات مذکور ہیں۔ اور امام ترمذی فرماتے ہیں حدیث عباس حسن صحیح ہے اور علماً کا اسی پر عمل ہے۔

۳۱۷۔۶ عن ابن عباس دونوں احادیث صحیح مسلم (اردو) ج اول باب ۱۷۹ ص ۱۱۵، ۱۱۶ ح ۴۳۵، ۴۳۶ میں بھی لکھی ہیں۔

۳۱۸۔ا حضور انورص فرماتے ہیں:

امرت ان اسجد علیٰ سبعۃ اعظم ۔۔۔۔۔الحدیث (متفق علیہ)

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ سات ہڈیوں سے سجدہ کروں۔۔۔۔۔ دیکھئے۔

صلوۃ الرسول ص ۲۴۷. (نماز نبوی ص ۱۸۱ بحوالہ بخاری صفۃ الصلاۃ (الاذان) باب السجود علی الانف ح ۸۱۲ ومسلم "الصلاۃ" باب اعضاء السجود ح ۴۹۰).

قارئین حضرات تحقیق کو مکمل کرنے کے لیے ایک بار پھر باادب واحترام

دہلیز سیدۂ عالم علیہا سلام کا سلام کرتے ہیں اور آئمہ اہلبیت علیہم السلام کی روایات کا مطالعہ کرتے ہیں۔

فصل دوم

اعضا سجدہ کے متعلق فرامین معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

۳۱۹۔ا (صادق الحرۃ صلوٰۃ اللہ علیہ نے نماز پڑھی) اور آٹھ اعضاء سے سجدہ کیا پیشانی، دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں دونوں گھٹنے دونوں پاؤں کے انگوٹھے اور ناک، ان میں سات تو فرض ہیں اور ناک کو زمین پر رکھنا سنت ہے۔ الحدیث (عن حماد بن عیسیٰ) من لا یحضرہ الفقیہ (اردو) ح ۹۱۵ ص ۱۶۷ ج اول۔ یہ ہی حدیث فروع کافی ج اول باب ۱۹ ح ۶ ص ۲۶۹ پر موجود ہے۔

۳۲۰.۲ مستدرک الوسائل آغائی نوری طبرسیؒ ج اول ابواب السجود باب ۴ ح ۱ ص ۳۲۷ میں فرمان رسول اللہ ص لکھا ہے کہ اعضاء سجدہ سات ہیں " الوجہ والیدین والرکبتین والرجلین"۔

۳۲۱۔۳ اسی کتاب کے اسی باب میں بحوالہ فقہ الرضاؑ ح ۲ ہے" والسجود علیٰ سبعة اعضاً علی الجبھة والیدین والرکبتین والابھامیں من القدمین (ترجمہ گذر چکا ہے)۔

۱۰،۲۸۶ اور اسی کتاب کے اسی ھی باب میں ح ۳ میں

بحوالہ عوالی اللئالی اسی طرح کی حدیث رسول ص ہے۔

۴.۳۲۵ قال ابو جعفر علیہ السلام قال رسول اللّٰہ ص السجود علی سبعة اعظم الجبهة والیدین والرکبتین والابهامین و ترغم بانفک ارغاما۔ اما الفرض فهذا السبعة واما الارغام بالانف فسنة من النبی ص (خلاصہ الفقہ محقق طهرانی ج ۱ کتاب الصلوٰۃ من خلاصة الحقائق ص ۲۴۶) ترجمہ گذر چکا ہے۔

باب سیزدہم مقام سجدہ (سجدہ گاہ)

طریقہ آل محمد ع میں سجدہ صرف اور صرف سجدگاہ پہ کیا جاتا ہے۔ اور سجدہ گاہ سب سے بہتر ہے کہ مٹی کی ہو، ورنہ لکڑی کی ورنہ کھجور کے پتوں کی چٹائی کی ورنہ کسی درخت کا پتہ ہو۔ جو چیزیں کھانے اور پہننے کے استعمال میں آتی ہیں ان پہ سجدہ کرنا صحیح نہیں آئیے اس مسئلہ پر بھی کتب فریقین سے تحقیق کریں۔

فصل اول ''کتب اہل سنت والجماعت''

۱۔۳۲۶ عن ابی سعیدؓ انہ دخل علیٰ رسول اللّٰہ ص فوجدہ یصلی علی حصیر یسجد علیه. حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ص کے پاس آئے تو آپ کو حصیر (کھجور کے پتوں کا بنا ہوا چھوٹا مصلیٰ) پر نماز پڑھتے اور اس پر سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔ (مسند امام اعظم باب ۵۲ ''الصلوٰۃ علی الحصیر'' ح ۱۲۳۔۱)۔

۲۔۳۲۷ عن میمونہ قالت کان النبی (ص) یصلی علی الخمرۃ حضرت میمونہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ (ص) خمرہ پہ نماز پڑھتے تھے (صحیح بخاری طبع مصر ج ۱ باب الصلاۃ علی الخمرۃ ص ۵۱ . بخاری اردو اول ج اول پ

۲ کتاب الصلاۃ باب خمرۃ پر نماز پڑھنا درست ہے)۔ ج۳۶۷ ص۱۰۳

۳.۳۲۸ عن ابن عباس قال کان رسول اللّٰہ ص یصلی علی الخمرۃ و فی الباب عن ام حبیبۃ و ابن عمر وام سلمۃ و عائشۃ ومیمونۃو ام کلثوم بنت ابی سلمہ بن عبدالاسدولم تسمع من النبی ص قال ابو عیسیٰ حدیث ابن عباس حدیث حسن صحیح وبہ یقول بعض اھل العلم وقال احمد واسحٰق قد ثبت عن النبی ص الصلوٰۃ علی الخمرۃ قال ابو عیسیٰ والخمرۃ ھو حسیر صغیر۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی ص ''خمرۃ'' پر نماز پڑھتے تھے۔اس باب میں حضرت ام حبیبہؓ ،ابن عمرؓ، ام سلمہؓ، عائشہؓ میمونہؓ،ام کلثوم بنت ابی سلمۃ بن عبدالاسد سے بھی روایات مذکور ہیں۔اور ام کلثوم کو آنحضرت ص سے سماع حاصل نہیں امام ترمذی فرماتے ہیں کہ ابن عباس کی حدیث حسن صحیح ہے۔بعض علماٗ کا بھی یہ قول ہے، امام احمد امام اسحٰق فرماتے ہیں کہ یہ ثابت ہے کہ حضور ص ''خمرۃ'' پر نماز پڑھتے تھے۔امام ترمذی فرماتے ہیں کہ خمرہ (سجدہ کرنے کے لیئے) چھوٹے سے ٹکڑے کو کہتے ہیں۔(جامع ترمذی ج اول باب ۲۳۱" ماجاء فی الصلاۃ علی الخمرۃ" ج۳۱۴۔۱)۔

۴.۳۲۹ ان قوما من اھل العلم اختاروا الصلاۃ علی

الارض استحبابا ۔ تحقیق علماً کی ایک جماعت نے زمین (مٹی) پر نماز پڑھتے (سجدہ کرنے) کو اچھا سمجھا ہے ۔ (جامع ترمذی باب ماجاء فی الصلوٰۃ علی الحصیر) ۔

۵۔۳۳۰ سنن ابوداؤد شریف ج اول کتاب الصلاۃ باب ۲۳۹ الصلاۃ علی الخمرۃ میں حضرت میمونہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ص خمرہ پر سجدہ دیتے تھے۔ سنن ابن ماجہ ج اول باب ۲۸۶ "الصلاۃ علی الخمرۃ" میں بھی عن میمونہ لکھا ہے۔ نیز صحیح مسلم باب ۲۲۷ ج ۶۱۷ ج اول ص ۱۵۶ میں بھی یہی حدیث موجود ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے "خمرۃ" کیا ہے خمرۃ کس چیز کو کہتے ہیں؟

قال ابو عیسیٰ والخمرۃ ھو حصیر صغیر ۔ سجدہ کرنے کے لیئے خمرہ چھوٹے سے چھوٹے ٹکڑے کو کہتے ہیں۔ (جامع ترمذی کا حوالہ گذر چکا ہے)۔

۶۔۳۳۱ سنن نسائی ج اول باب "الصلاۃ علی الخمرۃ" ص ۲۲۶ پر موجود ہے جس کا ترجمہ جناب مولوی دوست محمد شاکر صاحب اور جناب حافظ مولوی عبدالستار قادری صاحب نے کیا ہے۔ وہ دونوں علماً صاحبان "الصلوٰۃ علی الخمرۃ" کے معنی کرتے ہیں "سجدہ گاہ پر نماز پڑھنا" یعنی انکی کی ہوئی معنی کے مطابق خمرۃ ۔ سجدہ گاہ ۔ اسی باب میں ہے: عن میمونۃ ان رسول اللہ ص کان یصلی علی الخمرۃ. اور اسکا ترجمہ یوں کیا ہے: حضور نبی کریم ص سجدہ گاہ پر نماز ادا فرماتے۔

۳۳۲ تا ۳۳۵_۳۲۱ شیعہ عالم علامہ حائریؒ نے اپنی کتاب فتوائے حائری حصہ سوم میں غیر شیعہ کتب سے تین حوالے لکھے ہیں:

۱_ قسطلانی نے شرح بخاری باب الصلاۃ فی السطوح والمنبر والخشب میں ابن مسعود و ابن عمر کی روایت لکھی ہے کہ دونوں جب کشتی میں سوار ہوتے تھے تو ایک ایک (کچی مٹی کی) اینٹ سجدہ گاہ کے لیئے اپنے ساتھ رکھتے تھے۔

۲_ اور خمرۃ کا معنی "تیسیر الوصول فی جامع الاصول" میں یہ لکھا ہے کہ وہ ہتھیلی کے برابر سجدہ گاہ ہے۔ اور امام جوہری نے لکھا ہے کہ خمرہ چھوٹے مصلے کو کہتے ہیں اور اگر بڑا ہو جس پر نمازی کا سارا جسم آ سکے تو اسکے حصیر کہتے ہیں۔ اور امام خطابی نے کہا ہے "جو سجدہ گاہ منہ کے برابر ہو اسکو "خمرہ" کہتے ہیں۔

۳_ اور مصباح المنیر ص ۱۱۳ میں ہے کہ جو سجدہ گاہ منہ کے برابر ہو اسے "خمرہ" کہا جاتا ہے۔

ابتک کتب اہل سنت والجماعت سے نبی کریم ص کا "خمرہ" "سجدہ گاہ" پر سجدہ ثابت کیا گیا۔ آیئے اب ذرا آگے بڑھیں کیا کپڑے پہ سجدہ کسی خاص مجبوری کے تحت کیا جاتا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔؟

فصل دوم "کپڑے پر سجدہ"

۱_۳۳۶ عن انس بن مالک قال کنا نصلی مع النبی ص

فیضع احدنا طرف الثواب من شدة الحرفی مکان السجود.

جناب انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم نبی ص کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو ہم میں سے کوئی ایک گرمی کی شدت سے سجدہ کی جگہ کپڑے کا کنارہ بچھالیتا تھا۔ (صحیح بخاری طبع مصرج اباب ۵ السجود علی الثواب فی شدۃ الحر" ص ۱۵)۔

اب گرمی کتنی ہو؟

۲۔۳۳۷ صحیح مسلم شریف مترجم آغا رفیق مرزا میں ح ۵۷۵ ص ۱۳۶ یہ ہے: انسؓ کہتے ہیں کہ ہم سخت گرمی کے دنوں میں حضور ص کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور ہم میں سے جو شخص (ریت کے گرم ہونے کے سبب) اپنی پیشانی زمین پر نہیں رکھ سکتا تھا۔ وہ (اسی سخت مجبوری کی سبب سے) کپڑا بچھا کر اس پر سجدہ کرلیتا تھا۔

یہ تو صحابہ کرا رضوان اللہ علیھم کا عمل تھا۔ کہ سخت مجبوری میں کپڑے پر سجدہ کرتے تھے (ورنہ نہیں)۔ لیکن خود حضور ص کا کیا عمل تھا؟

۳۔۳۳۸ اسی صحیح مسلم شریف میں ح ۵۷۳ یہ ہے: خبابؓ کہتے ہیں کہ ہم حضور ص کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ریت کے گرم ہونے کی شکایت کی (یعنی یہ عرض کیا کہ ریت گرم ہوتا ہے اور اس پر سجدہ کرنے سے تکلیف ہوتی ہے)۔

حضورؐ نے ہماری شکایت کی پرواہ نہ کی۔ اس حدیث کے راوی زہیر کا بیان ہے میں نے ابواسحٰق راوی سے دریافت کیا کہ کیا یہ شکایت نماز ظہر کے لئے تھی؟ ابواسحٰق نے کہا "ہاں" زہیر کہتے ہیں میں نے پوچھا کیا جلدی نماز پڑھ لینے کا سبب ریت کی گرمی کی شکایت کی تھی؟ انہوں نے کہا "ہاں"۔

مسلم شریف کی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضورؐ شدید گرمی کی حالت میں بھی زمین (ریت۔ مٹی) پہ سجدہ کیا کرتے تھے۔

۳۳۹۔۴ ترمذی شریف میں بھی انس بن مالکؓ کی حدیث گرمی سے بچنے کے لیئے کپڑوں پر سجدہ کرتے جو موجود ہے۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ مزید فرماتے ہیں "اس باب میں جابر بن عبداللہ اور ابن عباس سے بھی روایات منقول ہیں۔ حضرت وکیع نے اسے خالد بن عبدالرحمٰن سے روایت کیا ہے (جامع ترمذی ج اول باب ۴۰۵ ذکر من الرخصۃ فی السجود علی الثوب فی الحر والبرد ۵۲۲ ص ۳۳۸)۔

۳۴۰۔۵ سنن ابوداؤد میں انس کی اسی حدیث میں اور مزید وضاحتی الفاظ موجود ہیں جو یہ ہیں: "لم یستطع احدنا ان یمکن وجھہ من الارض بسط ثوبہ فسجد علیہ" (اتنی شدید گرمی ہوتی تھی) کہ ہم میں سے کسی ایک کے لئے بھی زمین پہ پیشانی رکھنا ناممکن ہوجاتا تھا تو کپڑا بچھا کر اس پر سجدہ کرلیا

کرتے۔ باب ۲۴۱ ''الرجل یسجد علی ثوبہ'' ح ۶۵۵۔ ا ص ۲۷۷۔

۳۴۱۔۶ اور سنن ابن ماجہ میں عن انس حدیث میں الفاظ اس طرح ہیں:
''فی شدۃ الحر فاذا لم یقدر احدنا ان یمکن جبھتہ بسط ثوبہ فسجد علیہ'' (سخت گرمی کی وجہ سے اپنی پیشانی زمین پر رکھنے کی قطعاً طاقت نہ رکھتا ہو کپڑا بچھا کر اس پر سجدہ کرتا)۔ باب ۲۸۷ ''السجود علی الثیاب فی الحر والبرد ح ۱۰۸۱۔ ۳ ص ۳۰۰۔

۳۴۲۔۷ جناب انسؓ کی حدیث سنن نسائی ج اول کتاب الصلوٰۃ باب ''السجود علی الثیاب'' ۳۴۲ میں بھی لکھی ہوئی ہے۔

۳۴۳۔۸ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے حضرت انسؓ کی حدیث کو متفق علیہ لکھا ہے۔ اور اسی کی شرح میں لکھتے ہیں'' تا کہ پیشانی نہ جلے۔۔۔۔۔ صحابہ کرام اکثر و بیشتر خاک پر سجدہ کرتے تھے اور جب بھی زمین سخت گرم ہوتی تو سجدہ کی جگہ کوئی چیز بچھا لیتے تھے۔ (اشعۃ اللمعات مترجم مولوی محمد سعید احمد نقشبندی ج ۲ ح ۵۴۲۔ ۳ ص ۳۱)۔

قارئین کرام اب یہ بھی ثابت ہو گیا کہ صحابہ کرام سخت مجبوری کی حالت میں کپڑے پہ سجدہ کرتے تھے ورنہ مٹی پہ سجدہ کیا کرتے تھے۔ لیکن رسول اللہؐ مٹی پہ ہی سجدہ کرتے تھے۔

فصل سوم مٹی (زمین) پر سجدہ

پچھلے دونوں فصلوں میں اگر غور کیا جائے تو مٹی پہ سجدہ تو ثابت ہو گیا ہے۔

پھر بھی مزید اطمینان کے لئے مطالعہ کرتے ہیں۔

۱۔۳۴۴ رسول اللہ ص عام طور پر زمین پر سجدہ کرتے تھے اس لئے کہ مسجد نبوی ص میں فرش نہ تھا۔ دیکھیے ''نماز نبوی'' ترتیب شفیق الرحمن۔ تحقیق وتخریج ابو طاہر حافظ زبیر علی زئی ص ۱۸۳۔

۲.۳۴۵ عن البرآء بن عازب قال کنا نصلی خلف النبی ص فاذا قال سمع لمن حمدہ یحد احد منا ظھرہ حتیٰ یضع النبی ص جبھتہ علی الارض (متفق علیہ).

جناب براء بن عازبؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں ہم لوگ (صحابہ کرامؓ) نبی ص کے پیچھے نماز پڑھتے تھے جب آپ سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو ہم میں سے کوئی اس وقت تک پیٹھ نہ جھکاتا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی پیشانی مبارک زمین پر نہ رکھتے۔ (بحوالہ بخاری ومسلم) اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج۲ باب ''ماعلی الماموم من المتابعۃ وحکم المسبوق'' الفصل الاول ح ۱۰۶۸۔۱ ص ۳۳۳۔

۳.۳۴۶ یہ براء بن عازب کون تھے؟ اسی اشعۃ اللمعات (اردو) (حوالہ ایضاً) میں اسی حدیث کے نیچے لکھا ہے ''آپ مشہور صحابی ہیں۔ سب

سے پہلے جس غزوہ میں آپ شریک ہوئے وہ غزوہ خندق ہے۔ اس سے پہلے آپ چھوٹی عمر کے شمار ہوتے تھے۔ آپ جمل، صفین اور نہروان میں امیرالمومنین علی عہ کے ساتھ رہے۔ نوٹ یہ (عہ) کا نشان میں نے لگایا ہے اصل عبارت میں (رضہ) لکھا ہے۔ (مؤلف)۔

یعنی جناب براء بن عازبؓ چھوٹی عمر کے نہیں تھے۔ جنگ خندق سے لے کر وقت وفات تک رسول اللہ ص کے پیچھے نماز پڑھتے رہے وہ فرماتے ہیں کہ آپ ص مٹی پہ سجدہ کرتے تھے۔ بات تو ثابت ہوگئی پھر بھی آگے بڑھیں۔

۴.۳۴۷ عن عروہ بن الزبیر انه کان یکرہ ان یسجد علی شیء دون الارض. عروہ بن زبیرؓ سے مروی ہے کہ وہ بغیر زمین کے کسی چیز پہ سجدہ کرنے کو مکروہ جانتا تھا۔ (نیل الاوطار امام شوکانی ۲ ص ۱۵)۔

۵.۳۴۸ عن ام سلمة قالت رای النبی ص غلاماً لنا یقال له افلح اذا سجد نفخ فقال یا افلح ترب وجهک (رواہ الترمذی) اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں: حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ہمارے ایک غلام کو دیکھا جس کا نام افلح تھا۔ وہ جب سجدہ میں جاتا تو پھونک مارتا (تاکہ مٹی اس کی پیشانی وغیرہ کو نہ لگے) آپ نے (یہ دیکھ کر) فرمایا اے افلح خاک آلودہ کر اپنے منہ کو۔ (مشکوۃ شریف ج ا مترجم مولوی عابد الرحمن

کان دھلوی ص ۳۲۴ ح ۹۳۷ ـ ۲۳)۔

۶.۳۴۹ عن جابر قال کنت اصلی الظهر مع رسول الله ص فاخذ قبضة من الحصیٰ لتبرد فی کفی اضعها لجبهتی اسجد علیها لشدة الحر.

جناب جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں ظہر کی نماز رسول اللہ ص کے ساتھ پڑھا کرتا تھا۔ اور کنکریوں کی ایک مٹھی بھری ہوئی رکھتا تھا تا کہ ان پر سجدہ کروں اور گرم زمین سے آپ کو بچاؤں (بحوالہ ابوداود و نسائی) دیکھیے مشکوۃ شریف ایضاً ص ۳۲۵ ح ۹۳۵ ـ ۳۱۔

ام المومنین ام سلمہ سلام اللہ علیہا اور حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایات بعد تحقیق کو مکمل کرنے کے لئے ایک بار پھر با ادب و احترام دہلیز سیدۂ عالم سلام اللہ علیہا پر سلام عقیدت پیش کرتے ہیں اور فرامین آئمۃ الھدیٰ علیہم السلام کی تلاوت کرتے ہیں۔

فصل چہارم ”آل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام اور مقام سجدہ“

۱.۳۵۰ قال ابو عبدالله علیه السلام لا تسجد الا علی الارض اوما انبتت الارض الا القطن والکتان . فرمایا ابو عبداللہ علیہ السلام نے سجدہ نہ کرو سوائے زمین کے یا جو چیز زمین سے اُگے سوائے روئی اور کتان

(س ن) کے تہذیب الاحکام ص۳۲۲، فروغ کافی ج اول باب ۱۲۵ح ۱ص ۲۸۶۔

۲.۳۵۱ عن ابی جعفر علیه السلام قال قلت له اسجد علی الزفت یعین القیر فقال لا ولا علیٰ ثوب الکرسف ولا علی الصوف ولا علیٰ شیء من الحیوان ولا علی الطعام ولا علی شیء من ثمار الارض ولا علیٰ شی من الریاش.

میں نے باقر العلوم صلوٰۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں عرض کیا میں رال پر سجدہ کروں؟ فرمایا "نہیں" اور نہ روئی کے کپڑے پر اور نہ اون پر اور نہ حیوان کے کسی حصہ پر اور نہ کھانے کی کسی چیز پر اور نہ پھلوں پر اور نہ بالوں پر اور نہ پروں پر (قیر۔ رال یہ ایک سیاہ قسم کا روغن ہوتا ہے) دیکھیے فروع کافی ج ۱ باب ۲۵ ح ۲ ص ۲۸۶۔ تہذیب الاحکام ج ۱ ص ۳۲۲۔

۳.۳۵۲ قال لا باس بالقیام علی المصلی من الشعر والصوف اذا کان یسجد علی الارض فان کان من نبات الارض فلا باس بالقیام علیه والسجود علیه فرمایا امام علیہ السلام نے کہ جو جانماز بالوں یا اون کی بنی ہوئی ہو وقت نماز اس پہ کھڑے ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ بشرطیکہ سجدہ زمین پر ہو۔ اور اگر مصلی نباتات کا بنا ہوا ہو تو اس پر کھڑے بھی ہو سکتے ہیں ہے اور سجدہ بھی کر سکتے ہیں۔ (فروع کافی ج اول باب ۲۵ ح ۵ ص ۲۸۷، تہذیب الاحکام ص ۳۲۲)۔

۳.۳۵۳ عن ابی جعفر علیہ السلام قال الجبھة کلھا من قصاص شعر الراس الی الحاجبین موضع السجود فایما سقط من ذالک الی الارض جزاک مقدار الدرھم ومقدار طرفی الانملة.

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا پیشانی پوری بال اگنے کی جگہ سے بھوؤں تک ہے یہ جاء سجدہ ہے اسمیں سے بمقدار درہم اگر زمین سے لگ جائے تو کافی ہے اور درہم کی مقدار انگلیوں کے دو کناروں کے برابر ہے۔ فروغ کافی ج اول باب ۲۶ ح ا ص ۲۸۹۔

۵.۳۵۴ قال ابو عبداللہ علیہ السّلام السجود علی الارض فریضة قال لا تسجد علی الذھب والفضة . فرمایا صادق الحرۃ علیہ السلام نے کہ زمین پہ سجدہ کرنا فرض ہے اور سونے اور چاندی پہ سجدہ نہ کرو۔ تھذیب ج ۱ ص ۳۲۲۔

۶.۳۵۵ قال ابو عبداللہ علیہ السلام السجود علی الارض فریضة ... فرمایا امام جعفر صادق صلوٰۃ علیہ نے زمین پہ سجدہ فرض ہے۔ فروغ کافی ۲۶ ح ۸ ص ۲۸۸۔ ایسی ہی ایک حدیث علل الشرائع باب ۴۲ ح ۲ میں عن الصادق علیہ السلام ہے اسمیں ہے کہ زمین پر سجدہ فرض ہے اور دوسری چیزوں پر سنت ہے۔

باب چہاردہم ''استغفار بین سجدتین''

فصل اول ''حوالہ جات کتب اہل سنت والجماعت''

۱۔۳۵۶ عن حذیفہؓ ان النبی کان یقول بین السجدتین رب اغفرلی رب اغفرلی نبی کریم ص دونوں سجدوں کے درمیان ''رب اغفرلی'' پڑھتے تھے (سنن ابن ماجہ ج ا باب ۲۳۶ ح ا)۔

یہ حدیث صحیح ہے تحقیق وافادیت وامام ناصر الدین البانی فقہ الحدیث ج ا ص ۳۱۸ ح ا۔

۲۔۳۔۳۵۷،۵۸ عن ابن عباسؓ کان رسول اللّٰہ (ص) یقول بین السجدتین فی الصلوٰۃ رب اغفرلی وارحمنی... اورعن عباس سنن ابوداؤد ج ا ب ۲۹۵ الدعا بین سجدتین میں بھی استغفار موجود ہے۔ اور یہی اشعۃ اللمعات الدعا بین سجدتین میں بھی استغفار بین السجدتین موجود ہے۔ اور یہی اشعۃ اللمعات ج ۲ ح ۳۳۔۸۴۰ میں بھی ہے۔ فقہ الحدیث ص ۳۱۸ پہ اس حدیث عن ابن عباس کو حسن لکھا ہے اور لکھا ہے کہ امام نووی نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔ اور شیخ بھی حلاق نے اسے صحیح کہا ہے۔ بحوالہ المجموعہ ۳۔۴۱۴ و تعلیق علی الروضۃ الندیہ ا۔

۲۷۹-۳۵۹-۴ علامہ محمد صادق نے اس فصل کی پہلی حدیث حذیفہ کو کتاب صلوٰۃ الرسول ص ۲۶۳ میں بحوالہ نسائی ودارمی لکھا ہے۔

اب استغفار بین السجدتین احادیث صحیحہ سے ثابت ہوگیا۔ اب اس تحقیق کو مکمل کرنے کے لئے ایک مرتبہ پھر باادب واحترام دہلیز سیدہ عالم علیہا سلام پر جبیں عقیدت خم کرکے سلام پیش کرتے ہیں اور خاندان عصمت وطہارت کی احادیث کا مطالعہ کرتے ہیں۔

تو لیجئے بسم اللہ۔

فصل دوم فرامین آئمۃ الھدیٰ علیہم السلام۔

۳۶۰-۱ فروع کافی شریف ج ا ب ۱۹ ح ۶ میں امام جعفر صادق صلوٰۃ اللہ علیہ کی مکمل نماز لکھی ہے جس میں ہے کہ آپؑ نے بین السجدتین پڑھا "استغفر اللہ ربی واتوب الیہ" ۔ نیز دیکھئے من لا یحضرہ الفقیہ (اردو) باب نماز کی کیفیت ابتدا سے لے کر خاتمہ تک حدیث ۹۱۵-۱

"ثم رفع راسه من السجدة" پھر امام علیہ السلام نے اپنا سر مبارک سجدہ سے اٹھایا "فلما استوىٰ جالساً قال اللّٰه اکبر" اور جب سیدھے بیٹھ گئے تو اللہ اکبر کہا "ثم قعد علیٰ فخذہ الایسر وقد وضع ظاھر قدمه الایمن علیٰ بطن قدمه الایسر وقال استغفر اللّٰه ربی

واتوب الیہ ثم کبر وہ جالس وسجد السجدۃ الثانیۃ پھر بائیں ران پر بیٹھے اور دائیں پیر کی پشت بائیں تلوے کے اوپر رکھی اور فرمایا "استغفر اللہ ربی واتوب الیہ" پھر بیٹھے ہی تکبیر کہی اور دوسرا سجدہ بجالائے۔۔۔۔۔۔۔ وقال یا حماد ھکذا صل۔ اور فرمایا اے حماد اس طرح نماز پڑھ۔ دیکھیے اسلامی نماز ص ۲۵۱ بحوالہ حبل المتقین ص ۲۱۱ و کافی ص ۱۸۱۔

باب پانزدہم "تشہد"

نماز میں تشہد پڑھنا اسلام کے تمام فرقوں میں ثابت ہے۔ اسمیں ایک بات ہے۔ وہ ہے "الشھادۃ الثالثۃ المقدسۃ فی الشھد" اس مسئلہ پر میں نے دو جامع کتابیں لکھی ہیں ا۔ جواز الشہادۃ الثالثہ فی التشہد ،۲۔ جاٗ الحق ، انکا مطالعہ کریں۔ شکریہ۔ مزید کچھ اور:۔

قرآن مجید بنی اسرائیل آیہ ۱۱۰ میں ہے، ولا تجھر بصلاتک ولا تخافت بھا واتبغ بین ذالک سبیلا، نہ تو اپنی نماز میں بلند آواز سے پڑھ اور نہ بالکل آہستہ بلکہ اس کے درمیان کا راستہ تلاش کر۔

تفسیر آیت ولا تجھر بصلا تک

۱۔ اخرج ابن جریر و ابن منذر و ابن مردویۃ عن عائشہؓ فی قولہ ولا تجھر بصلاتک قال نزلت فی المسئلۃ والدعاٗ (تفسیر الدرالمنثور للامام جلال الدین سیوطی الجزء الخامس س الاسراء پ ۱۵ ص ۳۵۱) حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ یہ آیۃ ایک مسئلہ اور دعا کے لئے نازل ہوئی ہے۔

۲۔ وعن ابی مجاھد قالت عائشہؓ فی الدعاء وروی ھذا

مرفوعا ان النبی ص قال فی ھذہ الآیۃ انما ذالک فی الدعاء والمسئلۃ لا ترفع صوتک۔۔۔ تفسیر کبیر للامام فخرالدین رازی ج ۲۱ ص ۷۱۔

ان آئمۃ اہل سنت والجماعت سے یہ تو ثابت ہوگیا کہ اس آیۃ میں حکم دعا اور ایک مسئلہ کے لیئے ہے۔ اب دعا تو کی جاتی ہے قنوت میں رہا مسئلہ۔ آئیے دیکھیں کہ نماز میں وہ مسئلہ کہاں پر ہے۔ جس کو حضرت عائشہؓ نے مسئلہ کا لفظ کہہ دیا۔

۳۔ ایک دوسرا قول یہ بھی ہے کہ یہ آیۃ تشہد کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ تفسیر ابن کثیر (اردو) ج ۳ ص ۲۵۰۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ قول کس کا ہے؟

۴۔ واخرج ابن جریر والحاکم، و عن عائشہؓ قالت نزلت ھذہ الایۃ فی التشھد ولا تجھر بصلاتک ولا تخافت بھا، تفسیر الدرالمنثور الجزء الخامس ص ۳۵۱۔

جناب عائشہؓ نے فرمایا کہ آیۃ تشہد کے لیئے نازل ہوئی۔ اب ماننا پڑے گا کہ وہ مسئلہ تشہد کا ہے۔ جس کو مسئلہ کہہ کر صیغہء راز میں رکھا گیا۔

وہ مسئلہ کیا ہے جو پردہ میں رکھا گیا؟

۴۔محمد بن الحسین عن النضر بن سوید عن خال بن حماد و محمد بن فضیل عن ابی حمزہ المثالی عن ابی جعفر ع قال سئلت عن قول اللہ تعالیٰ، ولا تجہر بصلاتک ولا تخافت بہا... الآیة، قال تفسیرھا ولا تجہر بولایت علی ع ولا بما اکرمتہ بہ حتی آمرک بذالک، ولا تخافت بہا، یعنی ولا تکتمہا علیاً ع و اعملہ ما اکرمتہ بہ.

ان اسناد کے ساتھ دیکھئے کتاب: بصائر الدرجات الشریف للثقۃ الجلیل ابوجعفر محمد بن الحسن الصفار کان من اصحاب حسن العسکری ع) الجزء الثانی ح ۸ ص ۹۸۔۹۹ اور یہ حدیث بلا اسناد (فقط عن ابوحمزۃ الثمالی) کے لیئے دیکھئے: تفسیر عیاشی الجزء الثانی پ۱۵ ص ۳۲۲ بحوالہ تفسیر البرہان ج ۲ ص ۴۵۳، تفسیر الصافی ج ا، البحار ج ۹ ص ۱۰۲۔

جناب (ثابت بن دینار، ابوحمزۃ الثمالی فرماتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر ع سے آیۃ ولا تجہر بصلا تک۔۔۔ کی تفسیر پوچھی تو امام نے ارشاد فرمایا اس کی تفسیر یہ ہے کہ (اے رسول ص تو اپنے نماز کے (تشہد میں) ولایت علی ع کو آواز سے نہ پڑھ جب تک انکے متعلق آواز سے پڑھنے کی اجازت دی جائے، ولا تخافت بہا، یعنی یہ علی ع سے نہ چھپا اور اسے بتادے جس عظمت سے میں نے

اسے نوازا ہے۔ (یعنی اے رسول ولایت علی ع کو فقط ایسے آواز سے پڑھ کر تیری آواز علی ع سنے)۔

یہ صحیح الاسناد ہے اس کے تمام راوی ثقہ ہیں تحقیق کے لیئے دیکھئے میری ہی کتاب جاً الحق ص ۱۲ تا ۱۵۔

اگر کسی محترم کے پاس ،جاً الحق، کتاب نہ ہو تو دی گئی اسناد درج اسماً رواۃ پرکھنے کے لئے مندرجہ ذیل کتب الرجال کا مطالعہ کریں۔

ابو حمزۃ الثمالی، کتاب تعلیقۃ اختیار معرفۃ الرجال المعروف برجال کشی ج ۳ ص ۴۵۸ رقم ۳۵۷۔ رجال النجاشی ص ۱۵ رقم ۲۹۶۔ نقد الرجال ص ۲۳ رقم ثابت ۱۳۔ مستدرک الوسائل نوری طبرسیؒ ج ۳ ص ۷۰۵۔ تنقیح المقال ج ۱ ص ۱۹۰ رقم ۱۳۹۵۔ سب میں ہے ثقہ عین ثقہ۔

محمد بن فضیل۔ نقد الرجال ص ۳۲۸ رقم ۶۴۳، رجال الطوسی ص ۲۹۷ رقم ۲۸۳۔ رجال البرقی رقم ۱۲۵۴،۴۸۱۔ اور صاحب خلاصۃ الاقوال رقم ۱۵۸۴ میں ہے یہ ضعیف تھے وکان من اصحاب الکاظم ع کیوں ضعیف تھے؟ یہ غالی تھے نقد الرجال اور تنقیح المقال ج ۳ رقم ۱۱۲۴۷۔ اب اگر یہ اسناد ایسے ہوتے النصر بن سوید عن محمد بن فضیل عن ابی حمزۃ الثمالی تو یہ حدیث ضعیف کہی جاتی لیکن اسکے اسناد یوں ہیں، النصر بن سوید عن خالد بن حماد و محمد بن فضیل عن

ابی حمزۃ الثمالی ، اب اگر خالد بن حماد ثقہ ثابت ہوگیا تو محمد بن فضیل بھی اس حدیث کے اسناد میں صحیح سمجھا جائیگا ، کیونکہ خالد اور محمد دونوں نے ابوحمزۃ الثمالی سے روایت کی ہے۔

خالد بن حماد یہ بن ماد تھے جس کو خالد بن حماد کہا گیا ہے نقد الرجال ص ۱۲۲ رقم ۱۲ ، ثقہ تھے تنقیح المقال ج ۱ ص ۳۹۳ رقم ۳۵۹۱ ، ثقہ تھے رجال النجاشی رقم ۳۸۸ ص ۱۴۹۔

نصر بن سوید۔ ثقہ نتائج التنقیح رقم ۱۲۴۶۸ ، ثقہ اور صحیح الحدیث تھے رجال نجاشی رقم ۱۱۴۷۔ اب یہ حدیث صحیح ثابت ہوئی۔ اب ماننا پڑے گا کہ تشہد کے جس مسئلہ کو پردہ ، راز میں رکھا گیا ہے وہ ہے ، الشہادۃ الثالثۃ المقدسۃ ، (گواہی ولایت علی در تشہد۔ ایسی ہی ایک حدیث جناب جابر بن عبداللہؓ عن الباقر ہے جس میں بھی ولایت امیر المؤمنین ع کا ذکر ہے۔ دیکھئے ، جاء الحق ص ۱۶ ، ۱۷ ، ۱۸ ، بحوالہ تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۴۲ بحوالہ الصافی۔ البحار ج ۹۔ ۱۰۲ ، البرھان ۲۵۳۲۔

۶۔ قال صادق العترۃ ع۔۔۔ اذا قال احدکم لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ فلیقل علی امیر المؤمنین (الاحتجاج طبرسیؒ طبع نجف اشرف ج اول ص ۹۵۔ تم میں سے کوئی بھی ایک جہاں بھی جب بھی توحید و رسالت کی گواہی دے تو فوراً

ولایت علی ع کی گواہی دے۔

اب دیکھا یہی وہ مسئلہ ہے۔ یعنی اقرار توحید اور رسالت کے فوراً بعد ایک مسئلہ باقی رہتا ہے اور وہ ہے اقرار ولایت علی اور اس حدیث کی صحت کے لئے دیکھئے جاء الحق ص ۱۷۔۱۸۔

۷۔ اور ان تین گواہیوں کے لئے کچھ اور:

کلمة الشهادة سر الله في العالمين آية الله العظمىٰ امير المؤمنين علي ع ابن ابي طالب ع: اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمداً رسول الله و اشهد انا علي ع وصي رسول الله بمحمد يتيم الله النبوة وتم الوصيت و انا امير المؤمنين.

(سر الایمان المقرم والمصیحا طبع لبنان ص ۱۶۲۔ العزیؒ۔ الشہادۃ الثالثۃ المقدسہ طبع قم المقدسہ ص ۱۸۳۔ روضۃ الواعظین و بصیرت المتعظین طبع نجف اشرف ج ۱ ص ۷۹)۔

۸۔ کلمۃ الشہادت صدیقۃ الکبری مولاتی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا:۔

اشهد ان لا اله الا الله وان ابي رسول الله و ان بعلي سيد الاوصياء و ولدي سادة الاسباط. (منتھی الامال ج ۱ ص ۲۵۰۔ الشہادۃ الثالثۃ المقدسہ ص ۱۸۶۔ امالی صدوق" المجلس السابع والثمانون ح ۱، مشارق الانوار الیقین طبع بیروت

ص ۸۵، سرالایمان المقرم والمیجا ۱۶۳۔۱۶۲، القطرۃ ج ۲ ص ۲۶۳ الثاقب فی المناقب ص ۸۶ ح ۲)۔

۸۔ فی امالی صدوق" فی ذیل روایت طویلۃ من قول اللہ تعہ فی حق امیر المؤمنین ع ... وحجتی فی السموات والارضین علیٰ جمیع من فیھن من خلقی لا اقبل عمل عامل منھم الا بالاقرار بولایتہ مع نبوۃ احمد رسولی. حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آسمانوں اور زمینوں میں جو بھی میری مخلوق ہے امیر المؤمنین ع ان سب پر میری حجت ہے۔ میں ان میں سے کسی بھی عمل کرنے والے کا عمل تب تک قبول نہیں کرونگا جب تک اس کے عمل میں میرے رسول احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ص کی رسالت کی گواہی کے ساتھ ولایت علی ع کا اقرار شامل نہ ہو۔

دیکھیے: آغائی شیرازی، جوز الشہادۃ الثالثۃ فی التشہد طبع قم المقدسۃ ص ۱۱، سرالایمان المقرم ص ۲۶۔ امالی شیخنا الصدوق" مجلس ۳۹ ص ۲۲۲۔

۱۰۔ عن الصادق جعفر بن محمد عن ابیہ عن آباء علیھم السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حدثنی جبرئیل عن رب العزت جل جلالہ انہ قال: من علم ان لا الہ الا اللہ و حدی او ان محمد عبدی و رسولی و ان علی بن ابی طالب خلیفتی و ان الائمۃ

من ولده حججي ادخله الجنت برحمتي، نجيته. من النار بعفوي، وابحت له جواري، واوجبت له كرامتي و اتممت عليه نعمتي من خاصتي وخالصتي ناداني لبيته وان سالني اعطيته و ان سكت ابتدائه، وان اساء رحمته وان فرمني دعوته، و ان رجع الى قبلة وان قرع بابي فتحته: و ان لم يشهد ان لا اله الا انا وحدي أو شهد ولم يشهد أن محمد عبدي ورسولي، أوشهد بذلك ولم يشهد أن علي بن أبي طالب خليفتي، أوشهد بذلك ولم يشهد أن الائمة من ولده حججي فقد جحد نعمتي وصغر عظمتي، وكذب باياتي وكتبي، ان قصدني حجبته وان سالني حرمبه و ان لم اسمع دءه و ان دعاني لم أسمع دعاه و ان رجاني خيبته، وذلك جزاؤه مني وما أنا بظلام للعبيد... الحديث.

(کمال الدین للشیخ الصدوقؒ ج ۱ ص ۲۵۸۔ الانصاف فی النص علی لأمت الثنی عشر من آل محمدؐ اشراف تالیف محدث سید ہاشم توبلی بحرانی ح الثلاثون و مائتان ص ۳۴۲،۳۴۳)

ترجمہ: جبرئیل ع نے خدمت رسول اللہؐ میں عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو علم ہے کہ میرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں

اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے بندے اور رسول ہیں علی ابن ابی طالب ع میرے خلیفہ ہیں اور ان کی اولاد سے جو آئمۃ ع ہیں وہ میری حجت ہیں تو اس شخص کو میں اپنی رحمت سے جنت میں داخل کرونگا اور اپنے عفو سے اسکو دوزخ سے نجات دونگا، اپنے نزدیک ہونے کی اسے اجازت دونگا۔ اگر وہ مجھ سے دعا کریگا تو اس کی دعا قبول کرونگا۔ اگر مجھے مانگے گا تو عطا کرونگا۔ اگر خاموش رہیگا تو (اپنی عطائے رحمت میں سے) خود ابتداء کرونگا۔ اگر میرے پاس لوٹ کر آئے گا تو اسکی توبہ قبول کرونگا۔ اگر میرے در پر دستک دیگا تو دروازہ کھول دونگا۔ اور جو شخص اس بات کی گواہی نہ دے کہ میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں یا یہ گواہی تو دے مگر اس کی گواہی نہ دے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے عبد اور رسول ہیں یا یہ گواہی تو دے مگر اس کی گواہی نہ دے کہ علی ابن ابی طالب میرے خلیفہ ہیں یا یہ گواہی تو دے مگر اس کی گواہی نہ دے کہ اس کی اولاد میں آئمۃ ع میری حجۃ ہیں تو اس نے میری نعمت کا انکار کیا اور میری عظمت کو کم تر جانا اور آیات اور کتب کا انکار کیا۔ پس اگر وہ میرا قصد کریگا تو میں حجاب ڈال دونگا۔ اگر سوال کریگا تو اس کو محروم رکھونگا اگر مجھے ندا دیگا تو اسکی آواز نہ سنوں گا اگر دعا کریگا تو اس کی دعا قبول نہیں کروں گا اگر مجھ سے امید رکھے تو اس کی امید کو قطع کروں گا۔ یہ میری طرف سے اس کے لئے جزا ہے اور

میں بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔۔۔

قارئین کرام اب آپ نے سمجھ لیا کہ تشہد کی وہ گواہی جسے مسئلہ کہہ کر چھپایا گیا وہ ہے، واشہدان امیرالمومنین علیاواولا دہ المعصومین حجج اللہ، ان احادیث کی مکمل صحت اور معترضین حضرات کے دلائل کے موثق مجہول ضعیف ہونے کے لئے میری ہی لکھی ہوئی کتاب، جاء الحق، کا مطالعہ فرمائیں۔ شکریہ۔ المحقق، رضا، عفی عنہ۔

باب شانزدھم "تکبیر سے نماز ختم کرنا"

شیعہ امامیہ خیر البریہ نماز سلام کے بعد تکبیر سے ختم کرتے ہیں آیئے اس مسئلہ کو بھی کتب فریقین میں دیکھتے ہیں۔

۳۶۱۔۱ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نبی ص کی نماز کا اختتام تکبیر سے جان لیتا تھا۔ صحیح بخاری ج اول پ ۴ ح ۷۸۸ ص ۱۹۴۔

۱.۳۶۲ عن ابن عباسؓ قال کان یعلم انقضاء صلوٰۃ الرسول بالتکبیر (متفق علیه) (ترجمہ گذر چکا ہے) دیکھئے سنن ابوداؤد ج اب ۳۳۱ ح ۹۸۹ ص ۳۸۵۔

۳۔۳۶۳ عن ابن عباس کنت اعرف انقضاً صلوٰۃ الرسول ص بالتکبیر۔ متفق علیہ ترجمہ گذر چکا ہے۔ دیکھئے اشعۃ اللمعات ج ۲ ب الذکر بعد الصلوٰۃ ف ا ح ۸۹۷۔۱۔

۴۔۳۶۴ ابن سیرین کہتے ہیں، ہومن تمام الصلوٰۃ، یہ متممات نماز سے ہے (یعنی نماز تمام ہوتی ہے آخری تکبیر کے رفع الیدین کے ساتھ، دیکھئے محدث گوندلوی التحقیق الراسخ فی ان احادیث رفع الیدین لیس لھا ناسخ ص ۴۱۔

۳۶۵_۵ سنت ہے کہ (نماز میں) سلام پڑھنے کے بعد تین تکبیریں کہتے ہیں اور ہر مرتبہ ہاتھوں کو محاذی کانوں کے بلند کرے۔

دیکھیے شیعہ کتاب جامع الجعفری ترجمہ جامع الرضوی ج ا کتاب الصلوٰۃ ص۸۹۔

۳۶۶_۶ پس جب تم نے سلام کہ لیا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر تین مرتبہ تکبیر کہ لی تو پھر (تعقیبات میں) یہ کہا کرو............ پھر تسبیح سیدۂ عالم سلام اللہ علیہا پڑھو.........

(امیر المئومنین صلوٰۃ اللہ علیہ) من لایحضرہ الفقیہ ح ۹۴۵۔

باب ہفتم دہم "سجدہ شکر"

شیعہ امامیہ اثنا عشریہ خیر البریہ میں کسی کو کوئی خوشی ہوتی ہے کوئی نیک خبر سنی جاتی ہے، کوئی نعمت ملتی ہے تو بارگاہ رب العزۃ میں سجدہ شکر ادا کیا جاتا ہے۔

نماز جب ادا کی جاتی ہے تو تعقیبات کے بعد اس عظیم کی ادائگی پر رب العزۃ کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ آیئے اس مسئلہ پر بھی تحقیق کرتے ہیں۔ فصل اول کتب اہل سنت والجماعت۔

۳۶۷۔ا رسول اللہ ص نے سجدہ شکر ادا کیا، مولا علی ع نے سجدہ شکر ادا کیا حضرت ابوبکرؓ نے سجدہ شکر ادا کیا حضرت کعب بن مالک نے سجدہ شکر ادا کیا سب کی تفصیل کے لیئے دیکھیے: اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ ج ۲ باب "فی سجود الشکر" ص ۱۳۷۔

۷۶۳۔ اور جناب مسعود احمد نے اپنی کتاب "صلوٰۃ المسلمین" میں ص ۲۳۲ پر ایک عنوان دیا ہے "سجدہ شکر" لکھتے ہیں: "جب کوئی خوشی کی خبر سنے تو سجدہ شکر ادا کرے"۔ اور اسی صفحہ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں " كان رسول الله ص اذا جاءه امر سرورا اويسرا به خرساجدا "شاكر الله تعالی" بحواله ابو دائود والترمذی و سنده حسن. التعليقات ١ . ٢٧٢.

۳۶۹-۳ رسول اللہ (ص) کے سجدہ شکر کا ذکر امام عبدالسلام ابن تمیہ نے اپنے کتاب ''منتقی الاخبار'' ج اول باب ''سجدہ شکر'' ص ۵۳۲ پہ کیا ہے۔ جس میں چار احادیث ذکر کی گئی ہیں ایک عن ابی بکرۃ دوسری ولفظ احمد تیسری عن عبدالرحمن بن عوف چوتھی عن بن ابی وقاص اور اہل سنت کے اسی امام صاحب نے ص ۵۳۳-۵۳۴ پر جن سجود الشکر کا ذکر کیا ہے وہ یہ ہیں: (مولا) علی ع کا سجدہ شکر حضرت ابوبکرؓ کا سجدہ شکر اور کعب بن مالکؓ کا سجدہ شکر۔

۳۷۰-۴ امام حافظ محمد یوسف الکنجی الشافعی کفایۃ الطالب فی مناقب علی ابن ابی طالب باب الثامن والسبعون ''فی ان النبی ص زوج علیاً فاطمۃ ع بامر اللہ تعالیٰ لہ بذالک'' میں اس مقدس ترین نکاح کا بیان لکھتے ہیں۔ مولائے متقیان صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ پھر علی نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے سجدہ ادا کیا۔ ص ۲۹۹۔

۳۷۱-۵ عبدالتواب اکیڈمی کی کتاب ''دستور المتقی المعروف بہ صلوٰۃ النبی ص'' ص ۱۰۱ فصل چہاردہم سجدہ شکر کے بیان میں ہے۔ اس میں سجود الشکر کا بیان ہے۔ ایک: بحوالہ بلوغ المرام امام ابن حجر عسقلانی باب ''سہو وغیرہ'' دوسرا: بحوالہ بلوغ المرام ''باب الشکر'' تیسرا: رسول اللہ (ص) کا سجدہ شکر۔ بحوالہ بلوغ المرام۔ چوتھا: نبی (ص) کا سجدہ شکر بحوالہ مسند امام احمد

ابوداؤد، مظاہر حق ص ۱۹۵۔

ان اثبات کے بعد انصاف کہتا ہے اصول کہتا ہے حق کہتا کہ تصویر کے دونوں رخ دیکھیں رکارڈ کے دونوں رخ سنیں مقدمہ کے دونوں طرف جانچیں تو آیئے نہایت ادب واحترام کے ساتھ اہلبیت النبوۃ ومعدن الرسالۃ کے دولت سراء پر حاضری دیں اور باادب واحترام دہلیز سیدہء عالم اللہ پر جبیں عقیدت خم کر کے سلام مودۃ پیش کریں اوراحادیث آئمۃ المعصومین صلوۃ اللہ علیھم کی تلاوت کریں۔

فصل دوم "سجدہ شکراور آل محمد علیھم السلام

۱۔۳۷۲ کتب الی الرجل فی سجدۃ الشکرماۃ مرۃ شکراً شکراً وان شئت عفواً عفواً ۔باقرالعلوم علیہ السلام نے ایک شخص کولکھا کہ سجدہ شکر میں سومرتبہ شکراً شکراً کہو اگر چاہوتو عفواً عفواً کہو۔فروع کافی اباب۳۰ح ۲۰۔

۲۔۳۷۳ عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال سجدۃ الشکر واجبۃ علی کل مومن تتم بھا صلوتک۔سجدۃ الشکر ہرمومن پرواجب ہے تو اسکے ساتھ اپنی نماکو پوراکر" وترضی بھاربک" اوراسکے ساتھ اپنے رب کوراضی کرو" وتعجب الملئکۃ" اور فرشتوں کو متعجب کر۔(من لایحضرہ الفقیہ ج اول ص۔۱۱۱)۔

۲۔۳۷۴ تہذیب الاحکام میں ایک طویل حدیث میں ہے ثم الصق خدک الایسر بالارض۔پھراپنے بائیں رخسارہ کوزمین پررکھدے۔

نوٹ: سجدہ شکر میں فقہ جعفریہ میں سجدہ شکر میں پیشانی، دایاں رخسارہ پھر بایاں رخسارہ پھر پیشانی زمین پہ رکھنا بہت روایات سے ثابت ہے۔

۳۷۵۔۴۔ قال ابو عبداللہ علیہ السلام ایما المئومن سجد للہ سجدۃ لشکر نعمۃ فی غیر صلاۃ کتب اللہ لہ بھا عشر حسنات ومحاعنہ عشر سیئات و رفع لہ عشر درجات فی الجنان۔

فرمایا صادق آل محمد صلوۃ اللہ علیہ نے جو مومن نماز کے علاوہ بھی نعمتوں کے شکریہ کے لیے سجدہ شکر بجالائیگا تو اللہ تعالیٰ اسکے لیئے دس نیکیاں لکھے گا اور دس گناہ مٹائیگا اور جنت میں اسکے دس درجات بلند کریگا۔ (ثواب الاعمال وعقاب الاعمال شیخنا الصدوقؒ ص۷۶)۔

۳۷۶۔۵ امام ضامن وثامن علی ابن موسیٰ الرضا (صلوۃ علیھما) کی پنجگانہ نماز کتاب عیون اخبار الرضاؑ ج ۲ ص۳۸۲،۳۸۳ میں لکھی ہے جس میں امام علیہ السلام کا نماز کے بعد سجدہ شکر کا ذکر ہے جس میں ہے کہ امام علیہ السلام سجدہ شکر میں "۱۰۰" ایک سو مرتبہ شکر اللہ کہتے تھے۔ اور امام علی الرضا کی سجدہ شکر کے متعلق ایک حدیث علل الشرائع باب ۹۷ ح ۱ میں بھی ہے۔

۳۷۸،۳۷۷،۶،۷ فروغ کافی ج اول باب ۴۴ ح ۱۴،۱۰ص ۲۸۰ میں امام علی الرضا اور امام حسن العسکری علیھما الصلوۃ والسلام کا نماز کے بعد سجدہ شکر لکھا ہے۔

باب ہشتم دہم "نماز جنازہ"

شیعہ امامیہ اثنا عشریہ خیر البریہ نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں ادا کرتے ہیں۔ آئیے اس مسئلہ کو بھی ہر مکتب فکر کی کتب میں ثابت کر دیتے ہیں۔

فصل اول

۱۳۷۹ عن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ قال کان زید بن ارقم یکبر علیٰ جنائزنا اربعا و انه کبر علیٰ جنازة خمسا فسالناه عن ذالک فقال کان رسول الله (ص) یکبرها قال ابو عیسیٰ حدیث زید بن ارقسم حدیث حسن صحیح وقد ذهب بعض اهل العلم الیٰ هذا من اصحب النبی ص وغیرهم راو التکبیر علی الجنازة خمسا وقال فانه یتبع الامام عبدالرحمن بن ابی لیلی کہتے ہیں کہ حضرت زید بن ارقم ہمارے جنازوں پر چار تکبیریں کہا کرتے تھے اور ایک جنازے پر آپ نے پانچ تکبیریں کہیں۔ ہم نے ان سے اس کے متعلق پوچھا (کہ یہ آپ نے نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں کیوں دیں؟) تو فرمایا نبی (ص) پانچ تکبیریں کہا کرتے تھے۔

ابو عیسیٰ امام ترمذی کہتے ہیں کہ زید بن ارقم کی حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض صحابہ کرام اور دوسرے علما کا یہی مسلک ہے کہ نماز جنازہ کی پانچ تکبیریں ہیں۔

امام احمد اور امام اسحاق کہتے ہیں اگر امام جنازہ پر پانچ تکبیریں کہے تو اسکے اتباع کی جائے جامع ترمذی ج ۱۔ ابواب الجنائز باب ۳۵۲ "ماجاء فیمن کبر خمسا ح ۱۰۲۶۔، سنن نسائی کتاب الجنائز باب عدد التکبیر علی الجنازۃ ص ۲۱۳، اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب الجنائز باب المشی بالجنازۃ والصلوٰۃ علیہا الفصل الاول ح ۱۵۶۴۔۸، تعطیر المشام طبع لاہور ص ۱۰۰ بحوالہ مسلم والاربعہ، صحیح مسلم کتاب الجنائز ح ۱۵۶۴۔

فصل دوم فیصلہ ناطق

۱.۳۹۰ وصفة الصلوٰة عليه ان يقوم الامام بحيث يكون الميت بينه وبين القبلة ويصطف الناس خلفه ويكبر اربع تكبيرت يدعو فيها للميت ثم يسلم و هذا ما تقرر فی زمان عمرؓ و اتفق عليه جماهير الصحابة ومن بعدهم و ان كانت الاحاديث مخالفة فی الباب.

اور نماز جنازہ کا طریقہ یہ کہ امام اس طرح کھڑا ہو کہ میت اسکے اور قبلہ کے درمیان ہو اور امام کے پیچھے صفیں باندھ لیں اور امام چار تکبیرات کہے جن میں میت کے لئے دعا کرے پھر سلام پڑھے۔ اور وہ (چار تکبیریں) حضرت عمر کے زمانے میں مقرر ہوئیں۔ اور تمام صحابہ اور انکے بعد والوں نے اس پر اتفاق کیا اگر چہ احادیث (نبوی ص) ان (چار تکبیروں کے) باب کے خلاف ہیں (شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔

حجۃ اللہ البالغہ ج دوم ص ۵۵۰)۔

۲۔۳۹۱ حضرت عمرؓ نے ہر صیغہ میں جو جو نئی باتیں ایجاد کیں ان کو مورخین نے یکجا لکھا ہے۔ اور انکو اولیات سے تعبیر کرتے ہیں۔ چناچہ ہم ان کے حالات کو انہیں اولیات کی تفصیل پر ختم کرتے ہیں۔۔۔ جناب شبلی نعمانی نے ان اولیا کی تعداد ''۴۵'' لکھی ہیں جن میں ''۴۰'' نمبر یہ ہے ''نماز جنازہ میں چار تکبیروں پر تمام لوگوں کا اجماع کرادیا''۔ (الفاروق حصہ دوم زیر عنوان حلیہ، اولیات ص ۴۳۳ تا ۴۳۶۔

۳۔۳۹۲ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو اکٹھا کیا اور انہیں چار تکبیروں پر جمع فرمایا۔ (شرح بلوغ المرام مؤلف احمد دہلی ص ۲۰۱ زیر شرح حدیث ۴۵۳)۔

۴۔۳۹۳ امام جلال الدین سیوطی اولیات عمرؓ میں لکھتے ہیں:

اول من حرم المتعة ..... اول من جمع الناس فی صلوٰۃ الجنائز علی اربع تکبیرات حضرت عمر بن خطابؓ سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے متعہ کو حرام کیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ سب سے پہلے ہیں جنہوں نے لوگوں کو نماز جنازہ میں چار تکبیروں پر جمع کیا۔ (تاریخ الخلفا مطبوعہ مطبع مجتبائی سن ۱۹۱۰) ص ۱۹۷۔

۳۹۴۔۵ حضرت ابن عمرؓ نماز جنازہ کی ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کیا کرتے تھے۔ فقہ الحدیث کتاب الجنائز ص ۶۳۱ بحوالہ بخاری (قبل الحدیث ۱۳۲۲) کتاب الجنائز باب سنۃ الصلاۃ علی الجنائز۔

ان حقائق واثبات کے بعد تحقیق کو مکمل کرنے لئے ایک بار پھر باادب واحترام دہلیز سیدۂ عالم سلام اللہ علیہا پر جبین عقیدت خم کر کے مئودبانہ اور عاجزانہ سلام عرض کرتے ہیں اور خانوادہ طہارت وعصمت کی احادیث کا مطالعہ کرتے ہیں۔

فصل سوم "آل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک تعداد تکبیر نماز جنازہ"

۳۹۵۔۱ فقہ الرضا ع باب ۳۳ الصلاۃ علی المیت ص ۱۷۷، ۱۷۸ میں مومن کی مکمل نماز جنازہ لکھی ہے جس میں پانچ تکبیروں کا ذکر موجود ہے۔

۲۔۳۹۶ عن جعفر ابن محمد علیہما السلام انہ سئل عن التکبیر علی الجنائز؟ فقال خمس تکبیرات اخد ذالک من الصلاۃ الخمس من کل صلاۃ التکبیرۃ مستدر الوسائل آغائی نوری طبرسی ج اول باب وجوب التکبیرات الخمس فی صلاۃ الجنازۃ واجزاء ال اربع مع التقیۃ اوکون المیت مخالفا ح ۳ ص ۱۱۲ بحوالہ دعائم الاسلام۔

صادق العترۃ الامین امامنا جعفر محمد علیہما السلام کی خدمت اقدس میں

عرض کیا گیا کہ نماز جنازہ میں کتنی تکبیریں ہیں؟ فرمایا پانچ تکبیریں ہیں جو کہ پنجگانہ نماز سے لی گئی ہیں، ہر ایک نماز کی ایک تکبیر ہے۔

۳۹۷۔۳ ایسی ہی ایک حدیث "علل الشرائع" شیخ صدوق باب ۲۴۴ ح ۱ میں لکھی ہے۔

۳۹۸۔۴ علل الشرائع کے باب ۲۲۵ میں ح ۲ یہ ہے: امام جعفر بن محمد بن الصادق علیہما السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ (ص) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کیں اور میت کے لئے ہر نماز کی ایک تکبیر قرار دی۔

تمت بالخیر

وانا عبد المعصومین صلوٰۃ اللہ علیہم

فی طاعتھم

زوار سید غلام رضا جعفری شمسی سبزواری

ابن مبلغ اسلام زوار سید امام علی شاہ جعفری شمسی سبزواریؒ

لاڑکانہ سندھ پاکستان

نمبر شمار	عنوان مضامین	صفحہ نمبر
۱	نذرانہ عقیدۃ	۳
۲	انتساب	۳
۳	ابتدائیہ جملے	۴
۴	اہمیت نماز	۹
۵	اہمیت نماز کتب اہل سنت والجماعت	۱۱
۶	اہمیت نماز کتب شیعہ اثنا عشریہ	۱۲
۷	باب اوّل وضو	۱۵
۸	فصل الاول قرآن مجید میں وضو	۱۵
۹	فصل دوم آیہ وضو اور علماء اہل سنت والجماعت	۱۵
۱۰	فصل سوم کتب اہل سنت والجماعت سے اثبات مسح پاء	۱۹
۱۱	فصل چہارم کتب امامیہ شیعہ اثناء عشریہ	۲۴
۱۲	باب دوم اذان	۳۱
۱۳	فصل الاول تعداد کلمات اذان	۳۲
۱۴	فصل دوم حی علی خیر العمل	۳۷
۱۵	فصل سوم الشہادۃ الثالثۃ المقدسۃ	۳۹
۱۶	فصل چہارم الصلاۃ خیر من النوم	۴۰
۱۷	فصل پنجم کتب امامیہ شیعہ اثنا عشریہ	۴۳

نمبر شمار	عنوان مضمون	صفحہ نمبر
۲۰	باب سوم اوقات نماز	۵۱
۲۱	فصل اول کتب اہل سنت والجماعت	۵۱
۲۲	فصل دوم کتب امامیہ شیعہ اثنا عشریہ	۵۳
۲۳	باب چہارم جمع بین الصلاتین	۵۷
۲۴	فصل اول جمع بین الصلاتین فی السفر	۵۷
۲۵	فصل اول جمع بین الصلاتین فی الحضر	۶۱
۲۶	فصل سوم کتب امام شیعہ اثنا عشریہ	۶۶
۲۷	فصل چہارم ایک اذان دو اقامتیں دو نمازیں	۶۸
۲۸	کتب اہل سنت والجماعت	۶۸
۲۹	کتب امام شیعہ اثنا عشریہ	۷۱
۳۰	باب پنجم "ارسال یدین" ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا	۷۳
۳۱	فصل اول نماز تبدیل ہوگئی	۷۳
۳۲	فصل دوم نماز میں ہاتھ باندھنے کی روایت اور ان کا ضعف	۸۱
۳۳	فیصلہ حق	۹۳
۳۴	فصل سوم ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے والے حضرات	۹۸
۳۵	فصل چہارم محمد وآل محمد نماز میں ہاتھ کھولتے تھے"	۱۰۲
۳۶	باب ششم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم	۱۰۷

مضامین

صفحہ نمبر	عنوان مضمون	نمبر شمار
۱۲۰	فصل دوم کتب امام شیعہ خیر البریۃ	۳۸
۱۲۳	باب ہفتم تلاوت الحمد کے بعد "الحمد للہ رب العالمین" کہنا	۳۹
۱۲۳	باب ہشتم رفع الدین	۴۰
۱۲۳	فصل اول کتب اہل سنت والجماعت	۴۱
۱۳۰	فیصلہ تا ملق	۴۲
۱۳۳	فصل دوم حوالہ جات علق اہل سنت والجماعت	۴۳
۱۳۴	فصل سوم اعتراضی روایات اور آئمہ اہل سنت کے جوابات	۴۴
۱۳۳	فصل چہارم کتب امامیہ شیعہ اثناء عشریہ	۴۵
۱۳۹	باب نہم قنوت	۴۶
۱۳۶	فصل اول کتب اہل سنت والجماعت سے بعض نمازوں میں قنوت	۴۷
۱۳۸	فصل دوم تمام نمازوں میں قنوت	۴۸
۱۵۰	فصل سوم نماز میں قنوت کس وقت پڑھا جائے	۴۹
۱۵۱	فصل چہارم محمد و اہل محمد اور قنوت	۵۰
۱۵۶	باب دہم ذکر رکوع و سجود	۵۱
۱۵۶	فصل اول کتب اہل سنت والجماعت	۵۲
۱۶۱	فصل دوم قرآن مجید میں تسبیح و تحمید کا ذکر	۵۳

نمبر شمار	عنوان مضامین	صفحہ نمبر
۵۴	فصل سوم آئمہ الھدیٰ ذکر از رکوع و سجود	۱۶۴
۵۵	باب یازدہم سجدہ کیلئے جھکنا	۱۶۵
۵۶	فصل اول اعتراضی جوابات	۱۶۵
۵۷	فصل دوم پھر حقیقت کیا ہے	۱۶۹
۵۸	فصل سوم سجدہ میں جانے کیلئے آئمہ الھدیٰ کا طریقہ	۱۷۳
۵۹	باب دوازدہم اعضائے سجدہ	۱۷۷
۶۰	فصل اول کتب غیر شیعہ	۱۷۷
۶۱	فصل دوم اعضائے سجدہ کے متعلق فرامین معصومین	۱۷۹
۶۲	باب سیزدہم مقام سجد (سجدہ گاہ)	۱۸۱
۶۳	فصل اول کتب اہل سنت والجماعت	۱۸۱
۶۴	فصل دوم کپڑے پر سجدہ	۱۸۴
۶۵	فصل سوم مٹی (زمین) سجدہ	۱۸۸
۶۶	فصل چہارم آل محمد اور مقام سجد	۱۹۰
۶۷	باب چہاردہم استغفار بین سجدتین	۱۹۳
۶۸	فصل اول حوالہ جات کتب اہل سنت والجماعت	۱۹۳
۶۹	فصل دوم فرامین آئمہ الھدیٰ	۱۹۳
۷۰	باب پانزدہم تشہد	۱۹۶

صفحہ نمبر	عنوان مضامین	نمبر شمار
۱۹۶	تفسیر آیات ولا تجھر بصلاتک	۷۱
۱۹۷	مسئلہ کیا ہے جو پردے میں رہ گیا	۷۲
۲۰۱	اور ان تین گواہیوں کیلئے کچھ اور	۷۳
۲۰۶	باب شانزدہم تکبیر سے پہلے نماز ختم کرنا	۷۴
۲۰۸	باب ہفدہم سجدہ شکر	۷۵
۲۰۸	فصل اول کتب اہل سنت والجماعت	۷۶
۲۱۰	فصل دوم سجدہ شکر اور آل محمدؐ	۷۷
۲۱۲	باب ہشت دہم نماز جنازہ	۷۸
۲۱۲	فصل اول	۷۹
۲۱۳	فصل دوم فیصلہ حق	۸۰
۲۱۵	فصل سوم آل محمدؐ کے نزدیک تعداد تکبیر نماز جنازہ	۸۱

NAJAFI BOOK LIBRARY
Shop No. 11
M.L. Heights
Soldier Bazar #2
KARACHI
PH. 7211795

786
2132

زیارت حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام

سلام ہو آپ پر اے امتحان دینے والی۔ آپ کے خالق نے آپ کا امتحان لیا تو اُس نے آپ کو امتحان میں صابرہ پایا۔

میں آپ پر ایمان رکھتا ہوں۔ جو کچھ آپ کے والد گرامی (ص) اور اُن کے وصی (ع) کو دیا گیا اُس پر ثابت قدم ہوں۔ اُن دونوں پر خدا کی رحمت ہو۔ میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ اگر میں اس تصدیق میں سچا ہوں تو اس تصدیق کے ذریعے مجھے اپنے بابا (ص) اور اُن کے وصی (ع) سے ملحق کر دیجیے تاکہ مجھے خوشی ملے۔

اے بی بی (ع) گواہ رہنا کہ میں آپ کی اور آپ کے خاندان کی ولایت کی تائید کرتا ہوں۔ اُن سب پر خدا کی رحمتیں ہوں۔

(مفاتیح الجنان، ص ۱۲۶)

کتاب ھذا، سندھ اور پنجاب کے مذہبی بک ڈپو میں دستیاب ہے۔
بالخصوص اسلام آباد، لاھور، ملتان، سکھر، لاڑکانہ اور کراچی۔

رابطے کے لئے پتہ:
زوار غلام اکبر کھچی نزد کھچی امام بارگاہ لاڑکانہ (سندھ) پاکستان
موبائل: 0308-3659619